پنجابی ادب کی مختصر تاریخ

میری لائبریری
(۶۵)

پنجابی زبان کی تاریخ پر ہماری قومی زبان میں
آج تک کوئی کتاب نہیں لکھی گئی پنجابی زبان
میں عبدالغفور قریشی و منشی مولا بخش کی
کتابیں کافی ضخیم ہیں لیکن ان میں بھی فقط
حصہ نظم سے بحث کی گئی ہے نثر و اصناف نثر
کا ذکر نہیں کیا گیا۔

اردو میں ایک جامع تاریخ ادب کی ضرورت
محسوس ہوتی تھی۔

''پنجابی ادب کی مختصر تاریخ'' میں پنجابی ادب
کے ہر پہلو کے متعلق مکمل اور سیاسی حالات
کے حوالے سے مکمل بحث کی گئی ہے اور
کتاب میں وہ تمام معلومات آ گئی ہیں جو کسی
زبان کی تاریخ کے لئے ضروری ہیں۔

زبان ـ

فہرست

حصہ سوم —

حصہ چہارم — (نثر)

ابتدائیہ

آج سے نصف صدی قبل باوا بدھ سنگھ صاحب اگزیکیٹو انجینئر لاہور کو پنجابی ادب پر لکھنے کا خیال آیا۔ انہوں نے ۱۹۱۳ء میں ہنس چوگ سے اس کام کی بنیاد رکھی۔ پھر ۱۹۱۶ء میں کوئل کو اور بعد میں پپیہا بول اور پریم کہانی یکے بعد دیگرے چار مجموعے ترتیب دئیے۔ جن میں پنجابی شعراء کا حال لکھا۔ ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی سابق ریڈر پنجابی اورنٹیل کالج لاہور نے "اے ہسٹری آف پنجابی لٹریچر" انگریزی زبان میں لکھی۔ اس کے بعد اب تک اس موضوع پر کافی کچھ لکھا جا چکا ہے۔ مثلاً:۔

۱۔ پنجابی زبان دی جان پچھان	ڈاکٹر سریندر نرولا۔
۲۔ پنجابی ادب دی تاریخ	پروفیسر سریندر سنگھ کوہلی
۳۔ ساڈے پرانے کوی	ایس۔ ایس مُول
۴۔ پنجابی کہانی	گورمکھ سنگھ جیت
۵۔ پنجابی ناول	سرجیت سیٹھی
۶۔ پنجابی ادب	محمد سرور
۷۔ پنجابی زبان دا ادب تے تاریخ	عبدالغفور قریشی۔

۸۔ مہکدے پھُل	فقیر محمد فقیر
۹۔ پنجابی شاعراں دا تذکرہ	منشی مولا بخش کشتہ
۱۰۔ پنجابی شہ پارے	سلطان محمود
۱۱۔ پنجابی صوفی پوئٹس	مس راما کرشنا لاجونتی (انگریزی)
۱۲۔ پنجابی زبان دی مختصر تاریخ	ڈاکٹر موہن سنگھ

ان میں سے صرف دو کتابیں اردو زبان میں لکھی گئیں۔ سرور صاحب کا پنجابی ادب اور سلطان محمود صاحب کے 'پنجابی شہ پارے' ان کے سوا پنجابی زبان کی تاریخ ہماری قومی زبان میں آج تک نہیں لکھی گئی ۔ پنجابی زبان میں عبدالغفور قریشی اور منشی مولا بخش صاحب کی کتابیں کافی ضخیم ہیں لیکن اُن میں بھی صرف حصّہ نظم ہی سے بحث کی گئی ہے، نثر اور اصناف نثر کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اردو زبان میں ایک جامع تاریخ ادب کی کمی محسوس ہوتی ہے۔

زیرِ نظر کتاب اسی کمی کو محسوس کرتے ہوئے لکھی گئی ہے۔ یہ تاریخ حقیقت میں اُس جامع اور مفصل کتاب تاریخ ادب پنجابی کی تلخیص ہے جس میں پنجابی ادب کے ہر دور کے متعلق ملکی اور سیاسی حالات کے حوالے سے مکمل بحث کی گئی ہے۔ یہ مفصل تاریخ پنجابی ادبی بورڈ کی طرف سے شائع ہو رہی ہے۔ یہ اطمینان ضرور ہے کہ اِس تلخیص میں وہ تمام ضروریات فراہم کی گئی ہیں جو کسی زبان کی تاریخ کے لئے ضروری ہیں۔ تلخیص کی تیاری میں محترم دوست حکیم محمد علی صاحب فائق بھی بھدردی بھی شریک رہے۔

اِس بات کا دعویٰ نہیں کہ یہ تاریخ ہر لحاظ سے مکمل اور خامیوں سے مبرا ہے۔ بہر حال اپنی سی کوشش کی گئی ہے۔ اِس میں مجھے کہاں تک کامیابی ہوئی، قارئین خود فیصلہ کریں گے۔

مفصل تاریخ کی تیاری میں سات سو کے قریب کتابوں سے استفادہ کیا گیا تھا۔
یہ کتاب اسی تفصیل کا اجمال ہے۔ اس کے آخر میں اختصار کی خاطر کتابیات کی فہرست
درج نہیں کی گئی۔

اس مسودے پر ڈاکٹر وحید قریشی صاحب نے نظرثانی کی ہے۔ جس کے لیے میں
ان کا ممنون ہوں۔

اس کے علاوہ جناب شہباز ملک کا بھی خاص طور پر ممنون ہوں کہ جدید پنجابی
ادب کے بارے میں ان کی معلومات سے میں نے فائدہ اٹھایا ہے۔
محمد آصف خاں صاحب بھی شکریہ کے مستحق ہیں۔ ان کے بعض مقالات سے بھی میں
نے استفادہ کیا گیا۔

گوجرانوالہ
ستمبر ۱۹۶۲ء

قریشی احمد حسین احمد

حصّہ اوّل

۱. تاریخی پس منظر
۲. رسم الخط کا مسئلہ
۳. زبان کی قسمیں

پنجابی زبان کی مختصر تاریخ

پنجابی زبان سے عام طور پر وہ زبان مراد لی جاتی ہے جو پانچ دریاؤں کی وادی میں بولی جاتی ہے۔ اس کا یہ مفہوم بہت وسیع ہے۔ کیونکہ ہند و پاکستان کی سرزمین جس میں پنجاب کا خطّہ شامل ہے بہت پرانی تاریخ کا حامل ہے جس میں صدہا تہذیبیں گذریں اور ہزارہا بولیاں مروج ہوئیں۔

لیکن یہاں پنجابی زبان سے وہ زبان مراد نہیں جو ان تمام تہذیبوں پر حاوی ہے۔ اس جگہ پنجابی سے مراد وہ پنجابی زبان ہے جو ہم آج کل بولتے ہیں۔ موجودہ پنجابی زبان کی تاریخ اتنی پرانی نہیں جس قدر کہ ہند و پاکستان کی تاریخ پرانی ہے جس میں "موہن جو دارو، ہڑپّہ اور ٹیکسلا" وغیرہ کی تہذیبیں بھی شامل ہیں۔ تاہم پس منظر کے طور پر ابتداء میں پاک و ہند کی قدیم زبانوں کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

ہند و پاکستان کی باقاعدہ اور مربوط تاریخ آریہ قوم کی ہندوستان میں آمد سے شروع ہوتی ہے۔

اس زمانے میں ویدی سنسکرت میں چاروں وید تصنیف ہوئے۔ رگ وید، یجر وید، اتھرو وید، سام وید ــــ ان میں رگ وید سب سے قدیم ہے اور آریاؤں کے اس دور کی یادگار ہے جب یہ قوم اس خطے میں رہتی بستی تھی۔ جو پنجاب کا علاقہ کہلاتا ہے۔ تاریخی عمل نے اپنا آپ دکھایا تو اشوک کے زمانے تک مقامی پراکرتوں نے اہمیت حاصل کر لی۔ پھر کلاسیکی سنسکرت کا دور آتا ہے مسلمانوں کی آمد سے کچھ قبل پراکرتوں نے پھر سر اٹھا لیا۔

مسلمانوں کی آمد سے فارسی اور عربی نے ہند و پاکستان کی تہذیبی زندگی میں دخل حاصل کیا۔ اس کے نتیجے میں جو آمیزہ تیار ہوا اُسے اس دور کے مصنفین نے "ہندوی" کے نام سے یاد کیا ہے۔ دورِ حاضر کے محقق ہند و پاکستان کی اس دور کی زبانوں کو اپ بھرنش (یا بگڑی بولی) کے نام سے یاد کرتے ہیں اس ادب کے ابتدائی شعراء میں مسعود سعد سلمان کا نام لیا جا سکتا ہے۔

اس کے بعد رحمٰن کی سنیہہ راسک اور خسرو کی بعض منظومات کا نمبر آتا ہے۔ خسرو کے کلام کے جو نمونے ہم تک پہونچے ہیں وہ غالباً بہت کچھ بدلی ہوئی شکل میں ہیں اور ان سے کوئی تسلی بخش لسانی نتیجہ نکالنا مشکل ہے۔ پرتھوی راج راسا جو چند بردائی سے منسوب ہے، دراصل اکبری دور کی تصنیف ہے اور اسے پرتھوی راج اور معزالدین محمد بن سام کے زمانے کی قرار دینا صحیح نہ ہوگا۔

سلطانی دور کے آخر میں فارسی کی جگہ ایک بار پھر مقامی زبان کا پلہ بھاری

ہو جاتا ہے۔ بابر کے حملے نے حالات کو کچھ بدل دیا اور اس کی سرکاری اور مرکزی حیثیت مستحکم ہو گئی۔ لیکن مقامی زبانوں کی ترقی جاری رہی۔ بابر کے زمانے کے گرد و پیش پنجابی ادب کے آثار ملنے لگتے ہیں۔ یہ زمانہ پاک و ہند کی تاریخ میں صوفیانہ رجحانات کے لئے اہم ہے۔ بھگتی کی تحریک نے اسی زمانے میں جنم لیا۔ آدی گرنتھ بھی اسی تحریک کی یادگار ہے۔

بھگتی کے سرکردہ گورونانک ہیں۔ ان کے اشلوک ہم تک پہنچے ہیں جس سے اس زمانے کی زبان کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ہماری رائے ہی آدی گرنتھ ہی کو پنجابی ادب کی پہلی باقاعدہ کتاب سمجھنا چاہیئے۔ اس سے قبل کے ادب کے جو نمونے ہمیں ملتے ہیں ان میں سے بعض کو بعد کے دور کا ماننا زیادہ صحیح ہوگا اور بعض اس مشترک زبان کے ابتدائی نمونے ہیں جو پنجابی کی ماں ہے اور جسے اس دور کے مسلمان ادبا "ہندوی" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ پنجابی زبان کو ناتھ جوگیوں کے عہد سے شروع کرتے ہیں جس کی ابتدا ۸۰۰ء سے ہوتی ہے۔ ہمارے خیال میں موجودہ پنجابی زبان کی ابتدا، جوگیوں کے عہد سے نہیں ہوتی بلکہ گورو صاحبان کے عہد سے ہوتی ہے۔

گرنتھ کا اس لحاظ سے پنجابی زبان کا نقش اول سمجھنا چاہیئے۔ اس میں زیادہ تر گورونانک صاحب کا کلام درج ہے۔ باباصاحب پنجابی زبان کے پہلے شاعر ہیں۔ گورو گرنتھ صاحب میں ان کے علاوہ دیگر گورو صاحبان کا صوفیانہ کلام بھی موجود ہے جس کو گورو ارجن دیو نے ۱۵۹۹ء (بکرمی ۱۶۶۱ء) میں جمع کیا۔

اس مذہب کی دوسری مذہبی دستاویز دسم گرنتھ ہے۔ لیکن قدامت کے لحاظ

سے آدی گرنتھ ہی کو اہم سمجھنا چاہیئے۔

زبان کی اقسام

اس سے قبل کہ گورو گرنتھ صاحب کے متعلق کچھ لکھا جائے۔ یہ ضروری ہے کہ اس امر کی وضاحت کر دی جائے کہ یہ ایک طویل بحث ہے۔ زبان پر آب و ہوا اور لوگوں کی آمد و رفت کا اثر ہوتا ہے۔ شاید اسی اصول کے پیش نظر کہا جاتا ہے کہ ہر بارہ کوس کے فاصلے پر زبان بدل جاتی ہے۔ پھر پنجاب میں جہاں آئے دن نو وارد حملہ آور مختلف ممالک سے آتے رہے، یہاں زبان میں تفاوت ضروری تھی۔ اور اس زبان کا اختلاف اور علاقہ بندی مندرجہ ذیل ترتیب سے کی جاتی ہے۔ اور پنجابی زبان کو مندرجہ ذیل گیارہ حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

۱۔ **ماجھی**:۔ وہ زبان ہے جو لاہور، امرتسر اور گورداسپور کے علاقہ میں بولی جاتی ہے۔

۲۔ **دوابی**:۔ یہ زبان جالندھر، کپورتھلہ اور ہوشیارپور کے اضلاع کی زبان ہے۔

۳۔ **پواہدی**:۔ حصار، انبالہ، پٹیالہ اور ریاست جیند کے لوگوں کی زبان ہے۔

۴۔ **مالوئی**:۔ فیروزپور، لدھیانہ، فریدکوٹ اور مالیرکوٹلہ کے لوگ یہ زبان بولتے ہیں۔

۵۔ **مغربی پنجابی**:۔ گجرات، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، لاہور، منٹگمری اور بہاول پور والوں کی زبان ہے۔

۶۔ **بھٹیانی**:۔ حصار اور بیکانیر کے راٹھے، اور فیروزپور کے راٹھور بولتے ہیں۔

۷۔ **ڈوگری**:۔ جموں اور کانگڑے کی بولی کا نام ہے۔

اِن سب میں سے بھٹیانی بولنے والوں کی تعداد بہت کم اور ماجھی بولنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

۸۔ ملمی یا ماجھی :۔ ماجھا سے آگے راوی پار علاقہ ساندل بار کی زبان ہے۔

۹۔ جانگلو :۔ ساندل بار اور نیلی بار کے علاقہ کی زبان ہے جس میں منٹگمری اور پاکپتن کے علاقے آتے ہیں۔

۱۰۔ ملتانی :۔ کہا جاتا ہے پنجابی کی بنیاد ملتان کے علاقہ میں رکھی گئی۔ بہرحال پنجابی زبان میں ملتانی زبان ایک خاص مقام رکھتی ہے۔

۱۱۔ لہندی :۔ پوٹھوار، آزاد کشمیر، ہزارہ اور کیمبلپور کے علاقہ کی زبان کو کہتے ہیں۔ راولپنڈی اور جہلم کے علاقے اسی کے زیرِ اثر ہیں۔

رسمُ الخط

گورونانک صاحب کے بانوے (۹۲) سال بعد گورو انگد دیو صاحب نے بابا نانک کی بانی کو ایک نئے رسم الخط میں ڈھالنے کی کوشش کی اور انہوں نے لنڈے شاردا اور ٹھاکری کو سامنے رکھ کر ایک نیا رسم الخط ایجاد کیا جو گورو کی مناسبت سے گورمکھی (یعنی گورو کے منہ سے نکلی ہوئی) کہلایا۔ اس کے بعد سکھ مت کا لٹریچر اسی رسم الخط میں لکھا جاتا رہا اور یہی رسم الخط سکھوں میں رائج رہا۔ دفتری زبان فارسی ہی تھی۔ حتیٰ کہ سکھی عہد آیا۔ اس زمانے میں بھی فارسی ہی سرکاری زبان تھی۔ مذہبیات کے سبب گورمکھی رسم الخط بہرحال سکھوں میں رائج رہا۔ تاہم مسلمان مصنفین

اور شعرا اپنی کتابیں عربی اور فارسی رسم الخط میں لکھتے ہیں۔

شاہجہان اور اورنگ زیب کے زمانہ سے ہی بعض نصاب ملتے ہیں۔ تدریس کے سلئے کہرلی، سنامی نے ۱۱۰۵ھ میں ازوباری، اُمید نے اللہ باری، خدابخش نے ۱۱۶۰ھ میں نصاب ضروری اور گنیش داس نے صنعت باری لکھی۔ یہ کتابیں اُس زمانے کے نصاب تعلیم میں شامل تھیں اور یہ سب کتابیں فارسی رسم الخط میں لکھی ہوئی ملتی ہیں۔ رسم الخط کے ارتقار کی صورت یہ رہی کہ سکھ اس کو اپنی مذہبی زبان سمجھ کر اس کو اپنی زبان تصور کرتے رہے۔ اس میں ماجھے کی زبان اور سنسکرت اور پراکرتی کا پلہ بھاری رہا۔ عربی رسم الخط میں تحریر کا سلسلہ جاری رکھا اور عربی، فارسی اور ترکی کے الفاظ اپنائے۔ اول الذکر سکھی پنجابی اور سکھی رسم الخط اور موخرالذکر اسلامی پنجابی اور عربی رسم الخط کہلائے۔

سکھی پنجابی ادبی کام کی کثرت کے سبب ایک معیاری ادبی زبان بن گئی۔ لیکن مسلمانی پنجابی میں مقامی لہجے اور بولیاں نمایاں رہیں اور اس کی کوئی واضح ادبی سطح (لسانی اعتبار سے) مدت سے قائم نہیں ہو سکی۔

حصّہ دوم

اقسامِ سخن — عہدِ مغول
اصنافِ سخن — سکھی عہد
ابتدائی عہد — پاکستانی عہد
اورنگزیب کا زمانہ — مشرقی پنجاب کا ادب

پنجابی نظم کی اقسام

پنجابی ادب میں نثر سے زیادہ نظم کا ذخیرہ موجود ہے۔ اِس سلئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کی مختلف اصناف کا کچھ تعارف کرایا جائے۔

۱۔مذہبی شاعری:۔ جس میں شرعیات یعنی مذہبی مسائل بیان کیے جائیں جس کو عبداللہ لاہوری، عبدالکریم، فقیر درزی اور حافظ برخوردار وغیرہ اصحاب نے فروغ دیا۔

۲۔صوفیانہ شاعری:۔ جس میں تصوّف کے مسائل، اخلاق اور نیکی کی تعلیم دی گئی ہو۔ اِس میں گورو صاحبان کی شاعری، بابا فرید، مادھو لال حسین، حضرت سلطان باہُوؒ، سید بُلھے شاہ جیسے بزرگ شامل ہیں۔

۳۔ رومانی شاعری:۔ اِس شاعری میں عشقیہ قصص اور عشقیہ مضامین

آسکتے ہیں جس کو دمودر، احمد، پیلو، مقبل، وارث شاہ اور فضل شاہ جیسے شعراء نے فروغ دیا۔

۴۔ **رزمیہ شاعری**:- رزمیہ شاعری سے وہ شاعری مراد ہے جس میں جنگی مضامین اور جوانمردی کو ابھارا جائے۔ اس میں جنگ نامے اور پنجابی کی واریں شامل ہیں جن میں سے گورو ارجن دیو گورو گوبند سنگھ جنڈی دی وار مشہور ہیں ان کے علاوہ حقیقت رائے دی وار، چٹھیاں دی وار، ولابھٹی دی وار، ویرجودی وار، نادرشاہ دی وار، شاہ محمد کے بینت اور دیگر جنگ نامے اس موضوع کی اہم مثالیں ہیں۔

۵۔ **مزاحیہ شاعری**:- یہ اُس شاعری کا نام ہے جس میں طنزومزاح یعنی ہنسانے والے تخیلات واضح کئے گئے ہوں۔ اس فن کے امام ستھرا شاہ، جلہن مصدی، چرن سنگھ شہید اور ایشر سنگھ بتائے جاتے ہیں۔ موجودہ دور میں حکیم ناصر صاحب اس موضوع کے لئے مشہور ہیں۔

اصنافِ سخن:-

محولہ بالا اقسام کے علاوہ پنجابی شاعری کے بلحاظ فن مختلف انداز ہیں۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ **سی حرفی**:- نظم کی وہ قسم جس میں الف سے لے کر ی تک ایک ایک حرف سے شروع کر کے جو مصرعہ بند لکھا جاتا ہے۔ عام سی حرفیاں بحر طویل میں ملتی ہیں۔ پرانے شاعروں کا اکثر کلام سی حرفیوں کی صورت میں دستیاب ہوتا ہے نظم کی اس

صنف ہیں وہ عشقیہ مضامین اور تصوف کے مضامین بیان کیا کرتے تھے۔ چونکہ فارسی میں حروف ابجد تیس ہیں اور جب پنجابی پر فارسی کا رنگ غالب آیا تو پنجابی شاعروں، خاص کر مسلمان پنجابی شاعروں نے اسے خوب اپنایا۔ مثلاً

ج ۔ جا ڈٹھا سو ہنا بت خانے مقھے تلک تے لعل قرآن دسدا
اِکّی ہتھ مالا، اِکّی ہتھ تسبیح نہ اوہ ہند و تے نہ مسلمان دِسدا
کیتا یار دا دین قبول میں بھی، ایہدے وِچ اسلام ایمان دسدا
محمد بوٹیا جلوہ یار سندا سانوں چمکدا وِچ جہان دسدا

۲۔ **بینت** ا۔ یہ وہی صنف سخن ہے جس کو فارسی میں بیت کہتے ہیں ۔ سی حرفی کے ہر دو مصرعوں کو جب علحدہ علحدہ پڑھا جائے تو بینت کہلاتا ہے۔ وارث شاہ صاحب نے ہیر کا قصہ بینتوں ہی میں لکھا ہے۔ مثلاً ؎

جیٹھ مینہ تے سیال نوں دامندی کنگھاں وِچ منج ہنیریاں نی
رونا ویاہ وِچ، گاونا وِچ سیاپے، ستریں مجلساں کرن مندیریاں نی

۳۔ **چو مصرعہ** :۔ چار مصرعوں کے بند کو کہتے ہیں۔ یہ پنجابی زبان میں رباعی کے قائم مقام ہے۔ عموماً سی حرفی میں ہر ایک علحدہ حرف سے متعلق بند چو مصرعہ کہلاتا ہے۔ مثلاً ؎

آ رہے یار تے بیٹھ کے گل کریے ایسے وِچ خیال دے پٹیاں ہیں
پہلاں حسن لٹی، فیر عشق کٹھی، لاہ سٹیاں زمیں تے سٹیاں ہیں
ڈلھ ڈلھ پہین نمانی دے زخم سیتو! نہ ٹلکیاں کھٹاں تے پٹیاں ہیں
کدھرے بیٹھ نویکلے نذر گرا وسے: تیریاں یاد کریندیاں سٹیاں ہیں

۴۔ فرد: ۔ غزل کا مطلع چھوڑ کر باقی اس کا ہر شعر اپنی اپنی جگہ پر فرد کہلاتا ہے۔ مثلاً ؎

کم ظرفیوں رندتے شیخ دوہوں اک دوجے تے چکڑ اچھالدے نیں
گلمے وچ جپکہ پا کے مُنہ ویکھن، دونویں ننگے نے ایس حلم دے وچ

۵۔ کامن: ۔ پنجابی اصنافِ سخن کی ایک خاص قسم ہے جو عورتیں اکثر بیاہ شادیوں میں برات کے مقابل پر گاتی ہیں۔ ہر تین مصرعوں کے بعد ایک مصرع خاص طرز کا ہوتا ہے اور ہر بند کا آخری چوتھا مصرعہ دوسرے تمام بندوں کے ہر چوتھے مصرعے کا ہم قافیہ ہوتا ہے۔ اس چوتھے مصرعہ میں سارے بند کا نتیجہ ہے اور اس کا انداز خاص ہوتا ہے۔ مثلاً ؎

چڑھ چڑھ دے چناں! توں مُن کرو شنایاں — کالیاں راتاں ساڈیاں رب مکا نیاں
پرتے نیں دن رُتاں سوہنیاں آیاں — چلیاں نیک ہوائیں
چلیاں نیک ہوائیں دے ہادیا تیریاں دُور بلائیں

۶۔ ڈیوڑھ: ۔ فارسی میں اسے مستزاد کہتے ہیں۔ اس کے چار مصرعے ہوتے ہیں جن کو ایک بند کہتے ہیں۔ پھر ہر ایک مصرعے کے عروضی ارکان ڈیوڑھے ہوتے ہیں، یعنی اگر مصرع کے پہلے حصہ میں چار ارکان ہیں تو ساتھ کے مصرع میں دو ارکان اور علیٰ ہذا القیاس پنجابی کی ڈیوڑھ میں عشقیہ قصص بھی لکھے ہوئے ملتے ہیں مثلاً فضل شاہ صاحب نواں کوٹی کی ڈیوڑھیں نہایت اعلیٰ پایہ کی ہیں۔ نمونہ

جیہڑا چین نہیں دل میرے باجھوں دلبر جانی — ہوئی دلیانی
رو رو یاد کریندی سیو! سینے لگدی کانی — وچ جدائی

برہوں پھوک جلایا تن من بھلّی ہوش جہانی   کول نہ جانی
میلے یار بنیا نہ جے مولا سوہنا یوسف ثانی   ہوواں قربانی

۷۔ دوہڑا ،۔ حقیقت میں ایک چو مصرعہ ہوتا ہے جس میں غیر فانی خیالات پائے جاتے ہیں۔ نمونہ

تن دی چخہ بناوے دیپک تاں آجلن پروانے
بھانبڑ ہو ہزاراں وسدے پر اوس تینگ دیوانے
اپنا آپ بنا شے کولے سو کرے کباب بیگانے
ہاشم رہ ولاں دی دل وچ ہور جادو سحر بہانے

۸۔ کافی ،۔ کافی بھی دوہڑے کی طرح ایک غیر فانی نظم ہے۔ ایک مصرع بار بار آتا ہے جسے پڑھنے والی ٹولی بار بار پڑھتی ہے۔ شاہ حسین اور بلھے شاہ کی کافیاں مشہور رہیں۔ نمونہ

درد وچھوڑے دا حال نی میں کنہوں آکھاں
برہوں پیا خیال نی میں کنہوں آکھاں
جنگل جنگل پھراں ڈھونڈیندی، اجے آیا نہیں مہینوال
نی میں کنہوں آکھاں

دھکھن دھوئیں شاہاں والے جاں پھولوں تاں لال
کہے حسین فقیر ربانا دیکھ نمانیاں دا حال۔ نی میں کنہوں آکھاں

۹۔ باراں ماہ ،۔ عاشق کی زبان سے معشوق کے ہجر میں سال کے بارہ مہینوں میں ہر مہینے کا نام لے کر جدائی کی کیفیت بیان کی جاتی ہے کہ فلاں مہینہ یوں گذرا

اور فلاں مہینہ یوں :- مثلاً

پوہ - پوہ پالے پڑے قہر والے ربہوں بہر یاں کس نے کٹیاں نی
لے کے لیف نہالیاں سون سیاں اساں لاہ رضائیاں سٹیاں نی
کرہاں والیاں رانگلی سیج اُتے، سینے لا کے سجناں گھٹیاں نی
گھر آ مسافرا تدھ باجھوں اکھیں روندیاں نیر نکھٹیاں نی

۱۰۔ اٹھوارا ست وارا } بارہ ماہ کی طرح عاشق معشوق کی جدائی میں آٹھ دن کی کیفیت بیان کرتا ہے۔ مثلاً

سوموار پیراں دا وار	میں چرخہ ڈاہنا نہیں
منگلوار منگو چرخہ داناں	میں چرخہ ڈاہنا نہیں
بدھ وار نہیں سدھ کوئی	میں چرخہ ڈاہنا نہیں
جمعرات ہے ٹھنڈا وار	میں چرخہ ڈاہنا نہیں
جمعہ تے مینوں چھٹی ہوئی	میں چرخہ ڈاہنا نہیں
ہفتہ، سنیچر وار نکمّا	میں چرخہ ڈاہنا نہیں
اتوار مینوں لوک اتیوا کھن	میں چرخہ ڈاہنا نہیں

۱۱۔ مثنوی :- فارسی کی طرز میں جس کتاب میں کوئی مسلسل قصہ بیان کیا جائے اور اس کتاب کا ہر ایک شعر ہو مثنوی کہلاتی ہے جس طرح مولوی غلام رسول عالم پوری اور مولوی عبدالستار صاحب کی یوسف زلیخا، اور میاں محمد جہلمی کا سیف الملوک وغیرہ لکھے گئے ہیں۔

۱۲۔ غزل :- سخن کی وہ صنف ہے جس کا پہلا شعر بیت ہو اور باقی اشعار فرد۔

اس میں عموماً عشقیہ یا تصوف کے مضامین ہوتے ہیں۔ اشعار کی تعداد بھی طاق ہوتی ہے اور تعداد بھی محدود۔ تیرہ اشعار سے زیادہ غزل نہیں لکھی جاتی۔ وہ قصیدہ بن جاتا ہے۔ مثلاً ؎

جیکر میری قسمت اندر نہیں سی میل صنم دا — اڈی بھیڑی قسمت والا کی سی جے ناں جمدا

غلطی کرنا، پچھوتانا، رو رو کے بخشانا — ایسے فعلوں سب توں ڈاہڈا رتبہ ہے آدم دا

بندے دا اصلی کم ایہو ہوراں شے کم آوناں — جیہڑا کم کسے نہ آوے اوہ بندہ کس کم دا

توں ہیں نور جمال الٰہی ہیں موسیٰ کوہ طوری — تُرں سورج دیاں پہلیاں رشماں ہیں قطرہ شبنم دا

دو نہہ ہتھاں نے ٹھوٹھے دے وچ دونیں جگ لوا ماں

دو نہہ ہتھاں نے ٹھوٹھے اگے کی شے ساغر جم دا

۱۳۔ بانی۔ بانی ہندوؤں کے نزدیک وہی عرفانی نظم ہے جس کو مسلمان کافی کہتے ہیں۔ اس کے مضامین صوفیانہ اور راہبانہ ہوتے ہیں۔ اشعار کی تعداد کم از کم دو ہوتی ہے۔ نمونہ

ایک نے کہی دوجے نے مانی
نانک کہے دونو گیانی

۱۴۔ شلوک :- بھگتوں اور صوفیوں کی شاعری کی خاص صنف ہے جس میں درویشانہ خیال بیان کئے جاتے ہیں۔ ان کی صورت بینت کی سی ہوتی ہے شلوک بابا فریدؒ، شلوک بابا نانک مشہور ہیں ؎

فریدا خاک نہ نندیئے خاک جیڈ نہ کو
جیوندیاں پیراں تھلے مویاں سر تے ہو

اُٹھ فریدا ستیا داڑھی آیا پُور
اگا نیڑے آگیا، پچھا رہ گیا دُور

۱۵۔ بشن پدے :۔ ہندو لوگ اپنے دیوی دیوتاؤں کی تعریف میں حمد و نعت جو بیان کرتے ہیں اُنہیں بشن پدے کہتے ہیں۔ جیسے مسلمان شعراء، خدا اور رسولؐ کی شان میں حمد و نعت لکھتے ہیں۔ مثلاً ؎

پریم نگر یا دھوم پڑی من مرہن روپ دکھایو رے
سنکل اندھیرا مٹ گیا، ساوھو کرشن مرادی آیو رے
وہم دُوئی کا مٹ گیا، من سے اولکار کے سودھن سے
جپ اور جاپ سگے مٹ دونوں جب گور گیان بتایو رے

۱۶۔ شبد :۔ ہندی زبان میں اُن شعروں یا مصرعوں کو جنہیں بطور وظیفہ پڑھا جائے سبد کہتے ہیں۔

۱۷۔ تھال :۔ چھتی چھاں جیہے ماں

نمونہ :۔

کھکھڑیاں خربوزے کھاں ــــ کھاندی کھاندی کابل جاں
کابلوں آندی گوری گاں ــــ گوری گاں، گلابی وچھّا
مارے سنگ تڑاوے رسہ ــــ مُنڈے کھیڈن گلی ڈنڈا
کڑیاں چڑیاں نہاوندیاں ــــ مرد کرن لیکھا پتّا
رناں گھروساوندیاں ــــ آلی مالی ہریا تھال

۱۸۔ سرکھنڈی :۔ انگریزی میں بلینک ورس کی طرز کی جو نظم پنجابی میں لکھی جائے اُس کو سرکھلی یا سرکھنڈی یا نظم آزاد کہتے ہیں۔ اِس میں ردیف اور قافیہ

کی پابندی نہیں ہوتی۔

۱۹۔ کورڑا:۔ اِس میں چار یا چھ مصرعے ہوتے ہیں اور ہر مصرعہ میں چھ، سات یا تیرہ تک حروف ہوتے ہیں۔ مثلاً ؎

بھَلّ نہ کڈھے کدے مونہوں گال جی ۔ کرے نہ لڑائی کدے کسے نال جی
کرکے کُپت وھن نہ گوادناں ۔ جھگڑے لڑائی ڈِیے نہ نیڑے جاوناں

۲۰۔ کُنڈلی:۔ نظم کی وہ قسم ہے جس کے چھ مصرعے ہوتے ہیں، جس کے الفاظ کی آپس میں ملاوٹ اِس طرح کی ہوتی ہے کہ ہر ایک لفظ دوسرے کے ساتھ پرویا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً

ماری کرماں ماریاں تھاں تھاں تھکی لوڑ ۔ ڈِیے بچا کہ دہرتوں واگاں گھرلوں موڑ
واگاں گھرلوں موڑ، ساداں میں بدبیتی ۔ ایساگیوں وچھوڑ پرت کے سار نہ لیتی
دُکھڑے سینے وچہ بھرے درداں دی آری ۔ تڑپ تڑپ کیراں نیر کرماں دی ماری

۲۱۔ کبت:۔ یہ سخن کی وہ صنف ہے، جس میں متعدد مصرعے ایک ہی وزن اور ردیف قافیہ کے ساتھ مسلسل آتے ہیں۔ اور آخری مصرعہ اُن سے علیحدہ ہوتا ہے۔ اِس صنعت میں نیاز دے کبت مشہور رہیں۔ مثلاً

پوہ ماہ دا جاڑا بُرا ۔ روٹی اتوں جھاڑا بُرا ۔ بھادروں دا کاہڑا بُرا
ہک تائیں ساڑدے ۔ دانے ایہہ وچار ڈیے

۲۲۔ مثلث:۔ وہ نظم ہے جس کے ہر بند کے تین مصرعے ہوں۔ بیر شہاب دین نے مسدس حالی کا پنجابی مثلث میں ترجمہ کیا ہے ؎

کیتی شرت نہ وڈیری قوم نے، گئی مُلک پر حقّہ نہ ہار دی اے

چھٹی پوہ، نہ اُگھڑی نیند بھچّی، ہوئی حبس پرست ہنکار دی اے
گئی پیت پریت پر شرم ناہیں، ناہیں رلیس گواہنڈاں دی ماڑی اے

۲۳۔ **مخمس**:۔ جس نظم کے ہر بند کے پانچ مصرعے ہوں، وہ مخمس کہلاتی ہے۔
مثلاً ؎

جھوٹھ آکھاں تے کجھ بچدا اے
سچ آکھاں بھانبڑ مچدا اے
جی دوہناں گلاں توں جچدا اے
جچ جچ کے جیبھا کہندی اے
منہ آئی بات نہ رہندی اے

۲۴۔ **مسدس**:۔ جس مسلسل نظم کے ہر بند کے چھ مصرعے ہوں۔ حکیم عبداللطیف عارف گجراتی نے مسدس حالی کا ترجمہ پنجابی مسدس میں ہی کیا ہے۔ مثلاً ؎

پتہ نہیں ایہہ لمحے حیاتڑی دے کیہڑے رنگ اندر ساتوں تنگ جاسن
ناگ حادثے ہور مصیبتاں دے کیہڑی کیہڑی نشاط نوں ڈنگ جاسن
تورے ہور کی کی ایتھے دیکھنا ایں کیہڑے رنگ اندر یا کے ڈھنگ جاسن
بھلا وقت مصیبتاں والیاں دے ایویں لنگھدے لنگھدے لنگ جاسن
تیری قبر تے رحمتاں لاں جھڑیاں خوشبو روح تیری وچ جنان ڈیسے
ایدھر باغ پروار جو چھڈ گئی ایں خوشیاں نال ایہہ وچ جہان ڈیسے

ان کے علاوہ ساخت کے لحاظ سے پنجابی نظم کے اور بھی اصناف سخن ہیں۔ جو فی زمانہ مروج نہیں رہے۔ لہٰذا یہاں صرف ان کے نام درج کیے جاتے ہیں۔
سوہیا۔ کلیا۔ کافی۔ چوبولا۔ اشٹ پدے۔ سورٹھ

معنوی لحاظ سے اصنافِ سخن

۱۔ حمد:۔ وہ نظم ہے جس میں خداوند تعالیٰ کی تعریف بیان کی جائے۔ یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی تعریف کے لئے مخصوص ہے۔

۲۔ نعت:۔ وہ نظم ہے جس میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف بیان کی جائے۔ یہ لفظ بھی حضور صلعم کی تعریف کے لئے خاص ہے۔

۳۔ منقبت:۔ جس نظم میں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یا اولیائے عظام رحمہم اللہ علیہم اجمعین کی تعریف ہو۔

۴۔ معراج نامہ:۔ جس نظم میں حضورِ پاک کے واقعہ معراج کا ذکر ہو۔

۵۔ نور نامہ:۔ جس نظم میں حضورِ پاکؐ کی ولادت یا اسلامی مسائل (جن کو نور سے تعبیر کیا جائے) کا ذکر ہو۔

۶۔ اشتر نامہ:۔ اُس تصوّف بھری نظم کا نام ہے جس میں مصنف اپنے آپ کو اونٹ کی طرح بردبار سمجھ کر عشق کی تکالیف برداشت کرنے کا ذکر کرتا ہے۔

۷۔ چوہریڑی نامہ:۔ وہ نظم ہے جس میں شاعر اپنے آپ کو بھنگن تصوّر کرکے عجز و انکسار کا اظہار کرکے محبوبِ حقیقی سے وصال کی درخواست کرتا ہے۔

۸۔ جوگی نامہ:۔ یہ بھی چوہڑی نامہ کی طرح کی نظم ہوتی ہے، جس میں شاعر اپنے آپ کو جوگی یا جوگن تصوّر کرتا ہے اور اظہار انکسار کرتا ہے۔

۹۔ جنگ نامہ:۔ وہ نظم ہے جس میں لڑائی کے واقعات درج ہوں۔ خاص طور پر یزید اور امام حسینؑ کی لڑائی کا واقعہ بیان کرنے والی نظم جنگنامہ کہلاتی ہے۔

۱۰۔ فقرنامہ:۔ وہ نظم جس میں سلوک و معرفت کی باتیں ہوں۔

۱۱۔ حلیہ شریف:۔ وہ نظم جس میں جناب نبی پاکؐ کا سراپا درج ہو۔

۱۲۔ سلام:۔ وہ خاص طرز کی نظم جس میں حضور نبیؐ اکرم پر سلام بھیجا جائے۔

۱۳۔ ہجو:۔ وہ نظم جس میں کسی کی برائی بیان کی جائے۔ پنجابی میں اسے پھکڑ یا بند کہتے ہیں۔

۱۴۔ چوٹاں:۔ وہ صنفِ سخن جس میں کسی شعر یا مصرعے میں کسی دوسرے پر چوٹ کی جائے۔ یا چھیڑا جائے۔

۱۵۔ وار یا پوڑی:۔ وہ رزمیہ نظم جس میں کسی لڑائی کے مسلسل واقعات ہوں۔ یہ ایک مخصوص انداز میں لکھی اور پڑھی جاتی ہے کہ سننے والے خواہ مخواہ جوش میں آجاتے ہیں۔ "نادر شاہ دی وار"، "چھٹیاں دی وار" مشہور واریں ہیں۔

۱۶۔ چرخہ نامہ:۔ وہ نظم ہے جس میں تصوّف کے رنگ میں شاعر اپنی مثال چرخے سے دیتا ہے اور چرخے سے کاتے ہوئے سوت کو اعمالِ حسنہ سے تشبیہ دیتا ہے۔ پنجابی میں "چرخے ناموں" کی تعداد کافی پائی جاتی ہے۔

۱۷۔ جندڑی:۔ جس میں شاعر اپنی جان کو مخاطب کرکے اعمالِ حسنہ کی ترغیب دیتا ہے اور جان کو ایک اجنبی مسافر سمجھتا ہے۔

ابتدائی عہد

سنہ ۸۸۰ھ تا سنہ ۱۰۶۸ھ

(لودھیوں کا زمانہ تا اورنگزیب)

گذشتہ اوراق میں اقسامِ اصنافِ سخن کے مفصّل بیان کے بعد ضروری ہے کہ اُس لٹریچر کا بھی ذکر کیا جائے یا اُن شعرا کا نام لیا جائے جنہوں نے اِن اقسامِ اصناف کو اپنایا۔

پنجابی زبان کی تحریری صورت کی ابتدا، گورو نانک جی مہاراج سے ہوئی۔ اور وہ یہ زمانہ ہے جس میں مختلف زبانوں کی کھچڑی ابھی پختہ نہیں ہوئی تھی اور الفاظ مختلف زبانوں میں اپنی اصلی صورت میں نمایاں نظر آتے تھے۔ اِس لحاظ سے اس دَور کی زبان کو خالص پنجابی نہیں کہا جا سکتا۔ گرنتھ میں پنجابی کے علاوہ دوسرے علاقوں کی زبانیں بھی پائی جاتی ہیں۔ سکھ گورو بھگتی کے پیرو تھے۔ اس پر ان کے تصوف کی عمارت کھڑی ہے۔ اِس سکھی مذہبی ادب کے مجموعے ادی گرنتھ اور دسم گرنتھ کی صورت میں مِلتے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی گوروؤں کی دیگر بانیاں اور اسی

نوعیت کا کافی لٹریچر اس دور کی یادگار ہے۔ جن میں گورو تیغ بہادر، سنت رین جی مہاراج، کاہنا بھگت اور چھجو بھگت ہو گزرے ہیں۔

تصوف کے ساتھ ساتھ سکھ قوم اپنی بہادری اور جوانمردی پر بھی فخر کرتی ہے اس جذبے کا اظہار انہوں نے اپنی واروں میں بڑے بڑے جوش و خروش سے کیا ہے۔ جن میں بھائی گورداس کی چالیس واریں، گورو گوبند سنگھ کا کلام اور عبدل ٹنڈل کا کلام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

جیسا کہ اس بات کا اوپر بھی ذکر کیا گیا ہے کہ پنجابی زبان کی گاڑی مسلمانوں اور ہندوؤں دو برابر پہیوں سے چلی۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اسلامی تصوف کا بھی ذکر کیا جائے۔ ہندوؤں کے تصوف کے ساتھ ساتھ اسلامی تصوف کا بھی کافی ذخیرہ اس دور میں ملتا ہے جن میں سے بابا فریدؒ ثانی، مادھو لال حسینؒ اور شاہ شرفؒ خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔ ان لوگوں کو قلبی صفائی اور راہ راست کی طرف راہنمائی باری تعالیٰ کے ساتھ عشق و محبت آج تک لوگوں کے لئے مشعلِ راہ ہے۔

تصوف کے ماسوی شرعیات یعنی اسلامی اصولوں کی تعلیم کے لئے بھی اپنی زبان میں اس دور میں کچھ کتابیں لکھی گئیں جن میں عبدی، عبداللہ لاہوری اور حافظ معزالدین کے نام آتے ہیں عشق و محبت کے قصص بھی اس دور میں لکھے گئے۔ اگرچہ ان کا ماحصل بھی عشق مجازی سے عشق حقیقی کی طرف تصوف کے مضمون کی ایک کڑی ہے۔ پھر بھی ان سے ایک نئے موضوع یعنی رومانی شاعری کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔ اس باب میں دمودر اور پیلو کے نام آتے ہیں۔

رزمیہ شاعری میں مزاح کی پیدائش بھی اسی دور میں ہو چکی تھی، جس میں ستھرا شاہ اور حلقین کا کلام آتا ہے۔ نیز فنی شاعری میں حکیم درویش کی منظومات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ بعض دیگر فنون بھی پنجابی نظم میں ڈھل چکے تھے۔ غرض اس تھوڑے سے عرصہ میں ہی پنجابی زبان میں ہمہ گیری کی صورت پیدا ہو چکی تھی۔

گورو صاحبان کا عہد اور گورو گرنتھ صاحب

گورو نانک صاحب

اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ پنجابی نظم کی ابتدا اصلی معنوں میں سکھ مذہب کے بانی گورو نانک صاحب سے ہوتی ہے۔ گورو نانک ۱۴۶۹ء میں بمقام ننکانہ ضلع شیخوپورہ مہتہ کالو رائے کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ ایک اچھے بزرگ تھے۔ جنہوں نے درویشی چولا پہنا۔ اور لوگوں کو ہدایت اور نیکی کی باتیں بتائیں۔ انہوں نے ان ہدایت کی باتوں کو پنجابی نظم کی صورت میں ڈھالا۔ اور آپ کے پیروکاروں نے بھی اسی طرز عمل کو اپنایا جن کو بعد میں جمع کر کے گرنتھ کا نام دیا گیا۔ اس لحاظ سے گرنتھ سکھوں کی مذہبی کتاب ہے۔ گرنتھ دو ہیں۔ ایک کا نام ادھ گرنتھ اور دوسرے کا نام دسم گرنتھ۔ ادی گرنتھ میں گورو نانک کی بانی درج ہے۔ اور یہ سب سے پہلے معرض وجود میں آیا۔ دسم گرنتھ میں سکھوں کے دسویں گورو گوبند سنگھ کا کلام درج ہے۔

گورو گرنتھ میں صرف گورو نانک کا کلام ہی درج نہیں بلکہ اس میں دیگر گورو صاحبان، بھگتوں اور پیروں فقیروں کا کلام بھی ہے۔ اسی مجموعے میں ۳۳۸۴ شبد

ہیں۔ جن کو ۱۶۰۳ء میں سکھوں کے پانچویں گورو گورو ارجن دیو نے امرت سر میں جمع کر کے بھائی گورو داس سے لکھوایا۔ پھر اس میں اپنا کلام اور دیگر ہم عصر بھگتوں کا کلام شامل کر کے ۱۶۰۴ء میں ختم کیا۔ گورو گرنتھ صاحب میں گوروؤں، بھگتوں، پیروں اور فقیروں کے درج شدہ کلام کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

پہلے گورو کے ۲۹۴۹ مصرعے۔ دوسرے گورو کے ۱۵۰ مصرعے۔ تیسرے گورو کے ۲۵۲۲ مصرعے۔ چوتھے گورو کے ۱۷۳۰ مصرعے، پانچویں گورو کے ۶۲۰۴ مصرعے۔ ناویں گورو کے ۱۹۶، دسویں گورو کا ایک۔ بھگت کبیر کے ۱۱۴۶، نام دیو کے ۲۳۹، شیخ فرید کے ۱۴۹، رویداس کے ۱۳۴، مردانے کے ۳، رائے بلونڈے کے ۸ اور میراں بائی کے ۳، اور باقی بھگتوں کے ۱۲۸ مصرعے درج ہیں۔

دسم گرنتھ :۔ ادھ گرنتھ سے علیحدہ ہے۔ یہ سکھوں کے دسویں گورو گوبند سنگھ کا کلام ہے۔ گورو گوبند سنگھ جی ہندی کے بہت بڑے شاعر ہیں۔ ادھ گرنتھ کی طرح یہ گرنتھ بھی بہت ضخیم ہے۔ لیکن زبان ہندی ہے۔ جس میں "چنڈی یا بھگوتی" کی وار پنجابی نظم میں ہے۔ گورو گوبند سنگھ جی کی پنجابی زبان کافی واضح ہے۔ مثلاً ؎

متر پیارے نوں حال مریداں دا کہنا

تدھ بن روگ رضائیاں دا اوڈھن، ناگ نواساں دے رہنا

سُول، صُراحی، خنجر، پیالہ، بنگ قصائیاں دا سہنا

یار ڑے دا سانوں سَتھر چنگا، بھٹھ کھیڑیاں دا رہنا

ان گرنتھوں کی زبان خالص پنجابی نہیں۔ کہیں کہیں ہندی، مرہٹی اور سنسکرت کے شلوک بھی ہیں۔ ان پر سنسکرت کا گہرا اثر ہے۔ نیز ان ہر دو گرنتھوں میں یہ بنیادی موضوع

بار بار آیا ہے کہ روح اپنے خالق یعنی خدا کے ساتھ مل جائے اور یہ میل سچّے گورو کی راہنمائی کے بغیر نہیں ہو سکتا۔

گرنتھ میں درج شدہ کلام کے علاوہ گورو نانک صاحب کے کلام کی تفصیل یوں بیان کی جاتی ہے:

(۱) نصیحت نامہ۔ (۲) ریختے۔ (۳) مناجات۔ (۴) پران سنگلی یا ستی محل کی کتھا۔ (۵) گیان سرود ہے۔ (۶) کافیاں۔ (۷) کتھا کرشن چندر۔ (۸) بانی سنگھم وغیرہ۔ کچھ فارسی میں شبد اور نثر میں حاضر نامہ بتائے جاتے ہیں۔ گورو نانک صاحب کی وفات ۱۵۳۹ء میں ہوئی۔

گرنتھ میں جن گوروؤں کا کلام درج ہے اُن کے اسمائی حسب ذیل ہیں:-

۱۔ گورو نانک ۱۴۶۹ء سے ۱۵۳۹ء تک
۲۔ گورو انگد دیو جی ۱۵۰۴ء سے ۱۵۵۲ء تک
۳۔ گورو امر داس جی ۱۴۷۹ء سے ۱۵۷۴ء تک
۴۔ گورو رام داس جی ۱۵۳۴ء سے ۱۵۸۱ء تک
۵۔ گورو ارجن دیو جی ۱۵۶۳ء سے ۱۶۰۶ء تک

بھائی گورو داس بھلّہ

بھائی گورو داس گورو امر داس جی کے بھتیجے تھے۔ ہندی اور پنجابی کے اچھے شاعر تھے سکھ گوروؤں کی بانیوں میں آپ کا کلام عمدہ درجے کا مانا جاتا ہے۔ آپ کی چالیس واریں مشہور ہیں۔ آپ کا جنم ۱۵۵۹ء میں ہوا اور آپ نے ۱۶۳۷ء کو وفات پائی۔ آپ کے اشعار سے آپ کا علمی تفوق ظاہر ہوتا ہے۔ آپ کی ایک

وار سے چند اشعار بطور نمونہ درج کئے جاتے ہیں:۔

سوئی تانیا رنگ سنگ جیوں کیہاں ہوئی
سوئی تانیا جیت مل پیتل اوہ لوئی
سوئی شیشے سنگتی جھنکار جھلوئی
تانیا پارس پرسیا، ہو کنچن سوئی
سوئی تانیا بھسم ہوئے او کھت کرکھوئی
آپے آپ ورت واسنگت گن ہوئی

بھائی بیر سنگھ:۔

ان کے کلام میں آج سے ڈیڑھ سو سال پہلے سری گورو گوبند سنگھ جی کے درشن کی خواہش نمایاں نظر آتی ہے:۔

چڑھیا چگن ناگ پوتر — موڑے پرچھ ڈال چل پتر
کس تیں تایا کھنڈا اُتر — کہے کو لیشر بُدھ چلیتر
دھن گورو ارجن گورو مہر — سنگھاسن ست گورو بیٹھے راج
سوسا جے انگ جات سکھ سماج — گوبند سنگھ تین لوک سرتاج
چند چھپ کلغی کر پر باج — سو درسے سبھ سکھاں تے کاج
بخشی آوندے ست گورو راج — مہروی نظر کر

گورو تیغ بہادر:۔

آپ سکھوں کے چھٹے گورو ہرگوبند جی کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ یہ اورنگ زیب کے زمانے میں امرتسر میں ۱۶۲۱ء میں پیدا ہوئے۔ آپ

۱۶۶۴ء میں گدی نشین ہوئے۔ لیکن اپنے بھائی سوڈھی سورج مل کی شرارتوں سے تنگ آکر آنند پور ضلع ہوشیار پور میں چلے گئے۔ آخر آپ ۱۶۷۵ء میں دہلی میں قتل ہوئے۔ گورو گوبند سنگھ جی آپ کے اکلوتے بیٹے تھے۔

نمونۂ کلام

سادھو رچنا رام رچائی

اِک بنسے اِک استر ما نے چرج لکھیو نہ جائی

کام کرودھ موہ بس پرانی ہر مورت بسرائی

جھوٹا تن ساچا کر مانیو جیوں سپنا رینائی

جو دِیسے سو سگل بناسے جیوں بادر کی چھائی

جی نانک جگ جانیو ہتھیار ہیو رام سرنائی

شیخ فرید الدین ابراہیم۔ فرید ثانی :-

عام مورخوں کا خیال ہے کہ گورو گرنتھ صاحب میں بابا فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہے۔ لیکن اُن کی تحقیق غلط ہے۔ گورو گرنتھ صاحب میں جس صاحب الاحترام ہستی کا کلام درج ہے، وہ یہ شیخ فرید الدین ابراہیم المعروف فرید ثانی ہیں۔ آپ گورو نانک صاحب کے ہم عصر تھے۔ گورو نانک صاحب اور آپ کی ملاقاتوں کا ذکر ہر جنم ساکھی اور گلزار فرید میں ملتا ہے۔ گورو نانک صاحب کے ساتھ ساتھ آپ بھی پنجابی کے پہلے شاعر ہیں۔ اور صوفی شاعر ہیں۔ آپ کا نام شیخ بہرام بھی اکثر جگہ لکھا ہوا ملتا ہے۔ آپ کا زمانہ ۱۴۵۰ء مطابق ۸۵۴ھ اور ۱۵۷۵ء مطابق ۹۸۳ھ بتایا جاتا ہے۔

آپ کی تصنیفات:۔ کچھ کافیاں اور ایک سو تیس اشلوک ہیں۔ ان کے علاوہ ایک نصیحت نامہ ہے جس کا قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں بتایا جاتا ہے۔

مکالمہ گورو نانک و شاہ بہرام:۔

سوال گورو نانک:۔

پڑھتے پڑھتے دند گھسے کہے نہ کیتی ہو

جواب شاہ بہرام:۔

دیکھو حرف پریم کا پڑھے سو پنڈت ہو

سوال بابا نانک:۔

صاحب دیاں دو حداں　　کسنوں پکڑاں کسنوں چھڈاں

جواب شاہ بہرام:۔

صاحب کی دو حد　　سچ نوں پکڑ، کوڑ نوں چھڈ

سوال بابا نانک:۔

کلمہ کہاں تاں گل پوے بن کلمیوں بھی ناں
ہندو کہاں تاں ماریاں مسلمان بھی ناں

جواب شاہ بہرام:۔

نہ وہاں تے پانی وار پی جے پانا لگوان
ایکو برہم پچھان کے دنیا نا سی جان

دیگر نمونہ کلام

بڈھا ہویا شیخ فرید کنبن لگی دیہہ　　جے سو ورہیاں جیونا بھی تن ہونا کھیہہ

شیخ حیاتی جگ نہ کوئی تھر رہیا   جس آسن ہم بیٹھے کیتے بیس گیا

بولے سچ ، دھرم جھوٹ نہ بولئے   جو گرو دسے اٹ فریدا جو لئے

آپ نے پورے ۴۲ سال سجادہ نشینی کی اور ۹۵۹ھ میں وفات پائی۔

سنت رین جی مہاراج :-

ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ ، آپ کو گورو نانک صاحب کا ہم عصر بتاتے ہیں۔ قریشی عبدالغفور صاحب آپ کو بلیسوا (پوربی پنجاب) کے مشہور اداسی مہاتما بتاتے ہیں۔ پنجابی میں آپ کی ماجھاں ، دوہڑے اور چارسی حرفیاں ملتی ہیں۔ آپ پنڈ ڈھیلی ریاست مالیر کوٹلہ کے رہنے والے تھے۔ ماجھاں کا قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔

نمونہ کلام

دیہہ دیدار سک لاہ اساڈی ۔ اسیں در تیرے دے پیاسے

ایہہ منگاں کجھ ہور نہ منگاں اک خیر پوے وچ کاسے

ڈھونڈاں تینوں تو ملیوں میں نوں اسیں عجب حیران ہراسے

سنت رین اوہ پیارا ملیا ، جیہڑا اگے ہی ملیا سے

تدھ سائیں وچ فرق نہ کوئی جے ٹک ود فی گوائیں

اتے باہر ڈھونڈن تھیں تو چھٹیں دل وچ دلبر پائیں

چھڈ شک تے حق پچھاتے ہر دم ہر دل لائیں

سنت رین سکھ ہتھ نہ آوے جے نہ دکھیں دائیں بائیں

مادھو لال حسین:-

پیدائش ۹۴۵ھ مطابق ۱۵۳۹ء وفات ۱۰۰۸ھ بعمر ۶۳ سال

آپ لاہور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباؤ اجداد ہندو تھے۔ جنہوں نے فیروز شاہ کے عہد میں اسلام قبول کیا تھا۔ آپ کے والد صاحب کو لوگ شیخ عثمان کے نام سے پکارتے تھے۔ شاہ حسین نے ۱۲ سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کر لیا۔ ایک خدا رسیدہ بزرگ ابوبکر نامی آپ کے اُستاد اور شیخ بہلول آپ کے پیرِ طریقت تھے۔ ریاضت اور مجاہدہ میں آپ نے یہاں تک کمال کیا، کہ آپ سے کرامات کا ظہور ہونے لگا۔ اور آپ مست الست شہر میں پھر کر قرآن حکیم کی تبلیغ کرتے۔ لیکن داڑھی وغیرہ منڈوا رکھی تھی۔ اور طریقۂ ملامتیہ اختیار کر رکھا تھا۔ اکبر مغل بادشاہ آپ کے تقدس کا بہت قائل تھا۔ آپ کے مجمعوں میں ایک خوبصورت لڑکا مادھو لال بھی شریک ہوا کرتا تھا۔ وہ آپ کا مقبولِ نظر ہو گیا۔ ماں باپ نے اُسے ہزار روکا لیکن وہ نہ رکا۔ وہ شاہ حسین کی کرامات کا حد درجہ تک قائل ہو چکا ہے۔ پیر و مرید کی محبت یہاں تک پہنچی کہ حسین، مادھو لال حسین کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کا مزار باغبانپورہ میں ہے۔ ہر سال مارچ کے آخری اتوار کو شالا مار باغ میں میلہ چراغاں ہوتا ہے حالانکہ یہ میلہ ایک موسمی تقریب ہے۔ لیکن لوگوں نے اس تہوار کو سولھویں صدی کے نامور پنجابی صوفی بزرگ اور شاعر مادھو لال حسین کے نام سے منسوب کر رکھا ہے۔ یہ میلہ ایک عرس کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ قوالی ہوتی ہے۔ چڑھاوے چڑھتے ہیں۔ قوال آپ ہی کی کافیاں گاتے ہیں۔

بحیثیت شاعر مادھو لال حسین پنجابی شعراء میں ایک بہت بلند مرتبے کے

حامل ہیں۔ آپ کے کلام میں سوز کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ زبان سادہ، میٹھی، عام فہم اور رسیلی ہے۔ آپ کی کافیاں ایک دفعہ تو ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ نے اور دوسری دفعہ مع شرح محمد افضل نے شائع کیں۔ محترم دوست غلام یعقوب انور صاحب نے ان کا انگریزی نظم میں ترجمہ کیا ہے۔ نمونہ کلام

آپ کمینہ تیری عقل کمینی کون کہے توں دانا ں — ایہیں اہیں جاندے ڈھٹھے میر ملک سلطاناں

آپ مارے تے آپ جواڑے عزرائیل بہاناں — کہے حسین فقیر سائیں دا ایہہ مصلحت اٹھ جانا

تانے پیٹے اکو سوتر دو تیا بھاؤ نہ جانا — چوسی پیٹی چھڈ کراہی حضوری وچ وچھانا

تانا آندا، بانا آندا، آندا جھ خر پڑانا — اکھن دی کجھ حاجت ناہیں جو جانے سجانا

چارے پلے چوڑی نیں ونڈی دے بھنے — کت نہ جانا پونیاں دینی آں سمنے

اودن اودن کہہ گئے، بارہ ماہ پتے — اک انھیری کوٹھڑی اک ہتڑ وچھنے

کالے ہرناں چر گیوں شاہ حسین دے بنے

میندا دل رانجھن رادل منگے جنگل بیلے پھراں ڈھونڈیندی انجھن میر سنگے

مہیں آیاں میرا چاک نہ آیا ہیر کو کے وچ جھنگے

راتیں وہیں پھراں وچ جھل دے — پیراں بنبولاں دے کنڈھے

کہے حسین فقیر نماناں، رانجھن ملے کت ڈھنگے

دمودر :-

دمودر گلہانی ذات کا ہندو تھا۔ جھنگ میں اس نے اپنی دکان کھول رکھی تھی۔ سر رچرڈ ٹمپل لکھتے ہیں کہ دمودر نے ہیر رانجھا کا معاشقہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ہیر کے والد چوچک سے اس کے گہرے مراسم تھے۔ دمودر کہتا ہے کہ ہیر رانجھے کا واقعہ شہنشاہ اکبر کے عہد میں ہوا۔ سب سے پہلے ہیر رانجھا کا قصہ دمودر نے ہی لکھا ہے۔ لکھتے ہیں ؎

پندرہ سے اُنہتر سخت بکرم والے ہیر تے رانجھا ہوئے اکٹھے جھگڑے رب مکائے

بادشاہی جو اکبر سن دی وی دن تیج سوائے

لیکن دمودر کے بیانات کو نقاد تسلیم نہیں کرتے۔ کیونکہ سمت ۱۵۶۹ بکرمی اکبر کا زمانہ نہیں۔ اکبر نے سمت ۱۶۱۳ بکرمی سے سمت ۱۶۶۲ تک حکومت کی ہے۔ لہٰذا یہ واقعہ اور دمودر کا یہ شعر تاریخی لحاظ سے درست نہیں لیکن راجندر سنگھ بیدی ہیر کے دیباچہ میں لکھتے ہیں :-

"ایہہ یقین اے کہ کوی دمودر نے ایہہ قصہ اکھیں ڈٹھا لکھیا اے۔ تے سب توں پہلاں تے پُرانا تے واقعات نوں اصلی رنگ وچ دسن والا اے۔ ایس کر کے چھپ چلیاں سب قصیاں نالوں قدر لوگ نے سچا اے۔ ایہہ قصہ جھنگ دے علاقے وچ پڑھیا تے گانویاں جاندا رہیا اے۔ اصل وجہ ایہہ پہلا قصہ اے جہدا آسرا لیکے پاسن لسا کے مقبل تے وارث شاہ وغیرہ کویاں نے کئی تبدیلیاں نال قصے رچے۔"

رانجھا جب قاضی کی عدالت سے ہیر کو ساتھ لے کر نکلتا ہے تو دمودر لکھتا

ہے ؎

بادشاہی جو اکبر سندی دن دن چڑھے سوائے
آکھ دمودر ویندے سیساں شہروں باہر آئے

بہر حال سب سے پہلے ہیر کا قصہ لکھنے والا دمودر ہی ہے۔ اور راج سمت کا بھی اسی نے ہی پتہ دیا ہے۔ ممکن ہے کاتبوں کی غلطی سے یہ سمت تبدیل ہو گیا ہو۔

دمودر کی اصلی ہیر کا نسخہ فارسی رسم الخط میں تھا۔ لیکن جب یہ گورمکھی رسم الخط میں لکھا گیا تو اس میں بہت سے الفاظ بدل گئے۔

نمونہ کلام

مائے نی! میں چاک لدھوئی نت اُٹھ مجھیں چارے
برکت تیندی گھاہ نہ سُکّے، مجھیں نہ کٹی ہارے
جتی بھورا مُول نہ منگے، لتّے پورے چارے
اوڑا مُول نہ لگے کدا ہیں ساون وسّے بھوہارے

محبّت اور پیار کا منظر:۔

ہیر — وچ رانجھا حال نہ جانے کوئی ۔ رانجھا رانجھا میں کہنوں آکھاں آپے رانجھا ہوئی
رانجھا ہیر تے ہیر رانجھیٹی رتی فرق نہ ہوئی ۔ آکھ دمودر بھار عشق دی ڈُنگی جان مکائی

کاہنا بھگت :۔

جہانگیر کے زمانہ میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ ہندوؤں میں ان کی بڑی قدر و منزلت

تھی جب گورو ارجن دیو جی گرنتھ جمع کر رہے تھے کاہنا بھگت ان کے پاس پہنچے۔ اور اپنے کلام کو گرنتھ میں شامل کرنے کے لئے کہا۔ گورو جی نے کہا "ذرا اپنی بانی تو سناؤ۔" آپ نے یہ شعر پڑھا ؎

ایں اوہ ہی رسے، میں اوہ ہی رسے جاں کو سر ڈھونڈن کھوجت نہ پاوت کوئی سے

گورو جی نے ویدانتی خیال سن کر شامل کرنے سے انکار کر دیا۔

نمونہ کلام

ادھبڑ بینتھ پریم دے پینڈے، میں اِک اکلڑی مُٹھی
گھی ساتگ لگی تن میرے کرک کلیجے نوں اُٹھی!
بے سو آکھے مڑساں ناہیں جے کر لاہو کھل اپٹھی
کاہنا کہے میں تھل چڑھ کوکاں ہیں عشق پیوں دے مٹھی

آپ نے ۱۶۰۶ء میں وفات پائی۔

بھجو بھگت :-

لاہور میں صرافی کی دکان کرتے تھے۔ وہاں آپ کا چرچا مشہور تھا۔ بھگوت گیتا کا ترجمہ نظم میں کیا اور شبد لکھے ہیں۔ قلمی نسخے پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہیں۔

آپ نے ۱۰۵۲ء میں وفات پائی

نمونہ کلام

گالی وات نہ جوڑیا، بیری رگ نہ پندھ
بھجو جتھے عقل نہ اپڑے تتھے مریاں دی سندھ

حکیم درویش :-

یہ حکیم درویش ہی تھے، جنہوں نے ویدک طریقۂ علاج اور یونانی طب کو پنجابی نظم کے قالب میں ڈھالا۔ اور اس علم کو قارئین کے لیئے دلچسپ بنا دیا آپ گڑھ کلاس (کلاس کے) ضلع گوجرانوالہ کے باشندے تھے۔ آپ شاہجہان کے عہد میں ہوئے۔ آپ کے فن کا شہرہ سارے ملک میں پھیل چکا تھا۔ کہتے ہیں کہ شاہی حرم میں کسی بیگم کو ورم پستان کا مرض لاحق ہو گیا۔ شاہی طبیبوں نے بہتیرا زور مارا۔ لیکن شفا کہاں؟ آخر کسی نے حکیم درویش کا نام لیا۔

حکیم درویش کی دربار شاہی میں طلبی ہوئی۔ مریضہ کو دیکھنے کی اجازت بھی نہیں تھی۔ حکیم صاحب نے پردے کے باہر بیٹھ کر ہی ایک کلائی کے ساتھ بندھے ہوئے ریشمی دھاگے کے ذریعہ نبض کی حرکات کا جائزہ لیا اور تشخیص مکمل کی فصد کے بغیر مریضہ تندرست نہیں ہو سکتی تھی۔ آپ نے ایک مکان میں راکھ بچھوائی۔ مریضہ کو ننگے پاؤں اوپر سے گذرنے کو کہا۔ آپ نے ایک پاؤں کے نشان میں ایک مخصوص جگہ نشتر کھبو دی۔ اور مریضہ کو پھر انہی نشانوں پر پاؤں رکھ کر گذرنے کو کہا۔ مریضہ گذری۔ جب مریضہ کا پاؤں اس نقش پر بیٹھا جہاں نشتر گڑا ہی تھی۔ نشتر چبھ گئی۔ فصد ہو گیا۔ ادھر پاؤں سے خون بہہ رہا تھا۔ ادھر پستان کی ورم کم ہو رہی تھی۔ جب پستان ٹھیک حالت پر آ گیا تو خون بند کر دیا گیا۔ بادشاہ نے اس مسیحائی پر خوش ہو کر ایک گاؤں جاگیر میں دیا جو آج کل بھی "درویش" کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کی قبر بھی وہیں ہے۔

حکیم صاحب کی فنی اور ادبی یادگار "پران سکھ" نام ایک چھوٹا سا منظوم ہندی

رسالہ ہے جس میں طب ہندی کی رُو سے چیدہ چیدہ امراض کا علاج درج ہے۔ یہ رسالہ مطبع عام لاہور میں چھپ چکا ہے۔ ہمارے ملک کے وید اور طبیب آج تک اِس سے مستفید ہو رہے ہیں۔ حکیم صاحب نے اِس رسالہ میں اپنے وطن کے متعلق اِن اشعار میں ذکر کیا ہے ؎

جب درویش حکیم بجھائے راز — تب گڑھ کیلاس بسے شیراز
گڑھ کیلاس کی ایسی گیتا — بولن سانچ جھوٹ نہیں ریتا

اور تاریخ تصنیف رسالہ "پران سنگھ" حسب ذیل ہے ؎

سمت پوتھی دیکھ کر لکھیا گنے گمبھیر — واٹے شاہ جہان دے واٹے دست میر
ایک ہزار چھپیا سٹھ سن نبیؐ کا جا — سولاں سے ستارھواں سمت بکرم رائے

علاوہ ازیں مفتاح الحکمت۔ دافع المرض، حکیم درویش کی علم طب میں مشہور کتابیں ہیں۔ مفتاح الحکمت فارسی میں منظوم رسالہ ہے۔ اِس کا دیباچہ فارسی نثر میں ہے جس میں حکیم درویش اپنے آپ کو بابا فرید شکر گنج کا مرید ظاہر کرتے ہیں۔

نمونہ کلام

دافع المرض میں سے

علاماتِ سوزاک

ایہہ نشان رکھو ترے آکھ سناداں قول — گرمی سردی دیکھ کر علاج سوزاکی بول
ہے گرمی بولی کریندیا آلت بہت سڑے — پیلا قولی اِس گرم تِرہ تا گو خشک رہے

نامردی کا دور کرنا

سوکھا، منجل، کنتھ، سے ترے اِک اِک دام
رس برگ چنبیلی کڈھ بھی تیل تلاں دا خام

ایہہ دونویں پکا پاؤ پاؤ وچ کڑاہی پا
اگ جلائیں نرم نرم پانی سب کھپا

ٹھنڈا کر کے ———
راتیں مل کے برگ دھتورہ اپر بنھ سلئے

سرد پانی تھیں پرہیز ہو، بادی تُرش نہ کھا
نامردی نوں رد کرے منگے فضل خدا

پیلو

پیلو گوروارجن دیو جی جن کا زمانہ ۱۵۶۳ء سے ۱۶۰۶ء تک بتایا جاتا ہے، کے ہم عصر تھے۔ قصہ مرزا صاحباں سب سے پہلے آپ ہی نے پنجابی میں نظم کیا۔ اور اسی قصّہ کے سبب آپ کی شہرت ہوئی۔ حتیٰ کہ آنے والے شاعروں نے بھی بڑے اہتمام سے آپ کا ذکر کیا ہے۔ خاص کر حافظ برخوردار نے تو آپ کی بہت تعریف کی ہے ؎

یارو پیلو نال برابری شاعر مول نہ کریں
جنہوں پنجاں پیراں دا تھاپنا کنڈیں دست دھریں

(حافظ برخوردار)

پیلو کون تھا، ہندو یا مسلمان، اس کے متعلق اختلاف ہے بعض تو پیلو کو ماجھے کا مسلمان زمیندار بتاتے ہیں۔ باوا بدھ سنگھ صاحب اسے ہندو لکھتے ہیں۔ ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ دو پیلو بتاتے ہیں۔ ایک گوروارجن دیو کا معاصر اور دوسرا پیلو ستارھویں صدی عیسوی کا۔ عبدالغفور قریشی ایک ہی پیلو کے قائل ہیں اور اسے مسلمان ثابت کرتے ہیں۔

نمونہ کلام

پیلو آکھے شاعرا کت دل گیا دھیان
بہہ بہہ گئیاں مجلساں لگ لگ گئے دیوان

پیلوؔ اساں ناں نے بھلے جمّبے ای ہوئے اوہناں جگر پاویں نہ بوڑیا نہ اَگّو دِ چھیے

عورت کی محبت کے متعلق پیلو کا یہ بند خاص طور پر مشہور ہے ؎

چڑھدے مرزے خان نوں جٹ دنگیل ویندا مت

بھٹ رناں دی دوستی کھُری جنہاں دی مت

ہس کے لاندیاں یاریاں روکے دیندیاں دس

بنتجیں یار کوہاندیاں دھر چھاتی تے لت

عبدالغفور قریشی نے یہ شعر یوں لکھا ہے۔

ہیلوں ہس ہس لاندیاں یاریاں پچھوں دیندیاں دس

عبدل :۔

آپ گرو گوبند کے ہم عصر تھے۔ وار خوب لکھتے تھے۔ مشہور وار ہے، لیکن نایاب ہے۔

نمونہ کلام

تیر کمان کی تعریف

ٹھٹے تے ملتان وچ نوچیز بنایاں — روغن رنگ ولایتی سونے چمکائیاں

مارن مرداں گھوڑیاں تیر بہتہ سجائیاں — جن کرسراں جال وچ نوکاں ابھرائیاں

ستھرا شاہ :۔

ستھرا شاہ ۱۶۱۵ء میں پیدا ہوئے۔ گورو ہرگوبند صاحب متوفی ۱۶۴۴ء کے ہم عصر تھے۔ اٹھارہ شلوک آپ کی یادگار ہیں۔ قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔

نمونہ کلام

جے مترکم نہ آوے ویلے بھیڑ دے ۔ جے دولت ہتھ نہ آوے ویلے امیر دے

جے دارو نفع نہ دیوے وچ سریر دے ۔ جے سینہ صاف نہ ہوئے ویلے فقیر دے

جے تُرت مراد نہ پاویں سوریاں پیر دے ۔ تاں ٹھُڈ پئے پنجے گھتّ دگا وچ وہندے نیر دے

جلّھن[1]:۔

پنڈ ڈھڈاتا ضلع امرت سر کے رہنے والے تھے۔ سندھو ذات کے زمیندار تھے۔ فرماتے تھے اگر محبت نہیں تو عبادت فضول اور بے معنی ہے۔ گورو ہرگوبند صاحب متوفی ۱۶۴۴ء کے ہم عصر تھے۔ ان کے شبد ۱۹۱۴ء میں چھپ چکے ہیں لیکن آج کل نایاب ہیں۔

نمونہ کلام

(۱) نکے ہندے ڈھگے چارے، وڈے ہوئے ہل واہیا

بڈھے ہوئے مالا پھیری رب دا لاہنبا لاہیا

(۲) جے پڑھ گڑھ کے رکھیں ہونہہ ۔ جلّھن اُٹھے تیرا فٹے مونہہ

(۳) جاگے چورنے بھونکے کتّا ۔ جلّھن لے سوروپن شتّا

ولی رام:۔

یہ شاہجہان کے زمانہ میں ہوئے۔ ان کی وفات ۱۶۵۸ء میں ہوئی عشقِ حقیقی کی لگن والے بزرگ تھے۔ عربی اور فارسی میں بھی شعر کہتے تھے۔ ان کی مثنوی ملقب بہ "شش وزن" نادر العلوم میں چھپ چکی ہے۔

---

[1] ایک روایت سے موضع جلّھن تحصیل و ضلع گوجرانوالہ کے باشندے بتائے جاتے ہیں اور جلّھن آپ کے ہی نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔

نمونہ کلام

سجن تیرے دوارتے جائیں سجن تینوں کیہ صلاحیں

میں تے سجن ایکو فی گلاں دل دے ہتھ سینے کھلاں

تیتھوں گھول گھمائیں

شیرانی صاحب نے آپ کی اردو کی ایک نظم بھی "پنجاب میں اردو" میں درج کی ہے۔

شاہ شرف :-

بٹالہ ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے۔ یہاں آپ کے والد قانونگو تھے۔ خاندانی اعتبار سے تِوری ذات کے کھتری تھے۔ دادا مسلمان ہوئے۔ آپ ۱۶۵۹ء میں پیدا ہوئے۔ شادی ہوئی۔ پھر بیوی سے ناراض ہو کر ترکِ دنیا کے خیال سے لاہور آگئے۔ یہاں شیخ محمد فاضل قادری کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ نے ۱۷۲۵ء میں مطابق ۱۱۳۷ھ وفات پائی۔ آپ کی تصانیف کافیاں ہیں۔ کافیوں کا قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔

نمونہ کلام

اکھیاں دُکھ بھری میری دیکھن یار تساں نوں

ڈِٹھے با ہجوں رہن نہ موسے لگی چوٹ نیناں نوں

جے تن لگے، سو تن جانے کُجھی دیدن اساں نوں

شاہ شرف دل درد گھنیرے معلم حال متراں نوں

عبدی :-

کوحِن ذات کے تھے۔ والد صاحب کا نام محمد تھا اور موضع باتو کے رہنے والے تھے۔ رسالہ مُہتدی آپ کی مشہور تصنیف ہے۔ یہ رسالہ ۹۹۹ھ میں لکھا گیا۔ یہ اورنگ زیب کے معاصر تھے۔ رسالہ مُہتدی کے علاوہ ایک اور تصنیف معنی نماز بھی ہے جو اتنی مشہور نہیں۔ رسالہ مُہتدی میں فقہی مسائل درج ہیں۔ فرائض باربھی اسی رسالہ کا دوسرا نام ہے۔

نمونہ کلام رسالہ مُہتدی

روزے ماہ رمضان دے سب ہی فرض پچھان | سمجھاں کاران نیتاں فرض کیتا رحمان
چھوڑن کھانا پیونا، کرن ترک جماع | ایہہ روزہ بُجھ توں نال قیاس سماع

معنی نماز سے

معنی دُعا قنوت دے کریں بیان متین | ہیتے سُنئے یاد کر نعد سفے نال یقین
اسیں یاری تدھ تھیں رتا بخشن ہار | توں خدا کریم ہیں توں غفّار ستّار

عبداللہ لاہوری :-

عبداللہ لاہوری پہلے مسلمان شاعر ہیں جن کا کلام کافی تعداد میں ملتا ہے۔ ان کی مشہور کتاب بارہ انواع ہے جس میں فقہ کے بارہ رسالے شامل ہیں جو مختلف سنین میں تصنیف ہوئے۔ اُن رسائل کے اسما حسب ذیل ہیں۔

۱۔ تحفہ ۱۰۲۵ھ	۲۔ خلاصہ ۱۰۳۴ھ	۳۔ انواع العلوم ۱۰۴۲ھ
۴۔ خیر العاشقین کلاں ۱۰۵۲ھ	۵۔ سراجی ۱۰۵۵ھ	۶۔ نص فرائض ۱۰۳۰ھ
۵۔ خلاصہ معلومات ۱۰۴۳ھ	■ ۔ حصار الایمان۔	۹۔ خیر العاشقین خورد ۱۰۶۵ھ

۱۰۔ معرفت الٰہی ۱۰۷۵ھ ۱۱۔ صیقل اوّل ۱۲۔ صیقل دوم

بعض مؤرخین عبدی مصنف رسالہ مُہتدی اور عبداللہ کو ایک ہی آدمی تصوّر کرتے ہیں جو صحیح نہیں۔ عبدی کے متعلق باوا بدھ سنگھ صاحب مصنف پریم کہانی لکھتے ہیں کہ آپ ہانس علاقہ منٹگمری کے رہنے والے تھے۔ ابتدا میں بکریاں چرایا کرتے تھے۔ بعد میں علم حاصل کیا۔ اور اپنی زندگی اسلامی تبلیغ کے لئے وقف کر دی۔ پھر آپ منٹگمری سے لاہور چوک جھنڈا میں آ کر رہنے لگے اور چکی پیس کر گذارہ کرتے تھے۔ عبداللہ کا تمام کلام شرعیات پر مبنی ہے۔

نمونہ کلام

ارکانِ ایمان:۔

اللہ رب آسمان کرایانے واحد نور | رُکن ایمان تصدیق قرارا یہہ مخلوق ظہور
توفیق ایمان تاثیر بخشیں رب عطا | ہا یہہ غیر ہین مخلوق دو مسعودی نسہ ما

حافظ معز الدین:۔

آپ لاہور کے رہنے والے تھے۔ آنکھوں سے نابینا تھے۔ خان سعد اللہ خاں وزیر شاہجہان کے کہنے پر آپ نے ۱۰۹۲ھ میں قصیدہ امالی کا ترجمہ پنجابی میں مسجد سپراواں لاہور میں بیٹھ کر لکھا۔ آپ کی دوسری تصنیف توبہ نامہ ہے جس کا ایک قلمی نسخہ ہمارے پاس ہے۔ نمونہ کلام

یا رب تینوں واحد جاناں | اسماں صفتاں نال پچھاناں
پاک محمد حق پچھاتا | غیا حکم نہ کراں عدول
یا رب توبہ کریں قبول

ان کے علاوہ اِس دور کے مذہبی رسائل لکھنے والوں میں سے مندرجہ ذیل اصحاب کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

دولت علی نے ۱۰۵۴ھ میں نور نامہ تصنیف کیا جس میں فقہ کی مشہور کتابوں کے افادہ سے بعض عقائد کے مسائل درج ہیں۔

درویش محمد:۔ مولوی عبداللہ لاہوری کے اہم مقلدوں میں سے ہیں۔ فرائض درویش محمد آپ کی مشہور کتاب ہے جس کے قلمی نسخے اکثر ملتے ہیں اور یہ کتاب الزاع مولوی عبداللہ کے ساتھ مدارس اسلامیہ میں متداول رہی ۔

اورنگ زیب کا زمانہ

سنہ ۱۰۶۸ھ سے سنہ ۱۱۱۸ھ تک

اورنگ زیب کا زمانہ ہندوپاکستان کی تاریخ میں ایک سنہری زمانہ ماناگیاہے۔ لودھیوں سے لیکر اورنگ زیب کے زمانہ تک بلکہ اورنگ زیب کی وفات تک پنجابی زبان کی کھچڑی پختہ اور لذیذ ہو چکی تھی۔ حتیٰ کہ بذات خود پنجابی زبان کی صورت میں نمایاں حیثیت اختیار کرچکی تھی۔ پرانی زبانوں کے الفاظ اس کے ذاتی الفاظ معلوم ہونے لگے۔ حتیٰ کہ اس وقت تک یہ ایک مکمل زبان کی صورت میں معرض وجود میں آچکی تھی جس کی تعریف آج کی زبان سے بھی نہیں کی جا سکتی۔

پروفیسر محمود شیرانی اپنی کتاب "پنجاب میں اُردو" میں لکھتے ہیں کہ اورنگزیب کے زمانے سے ہی پنجابی زبان میں بچوں کے لئے نصابی کتابوں کے لکھنے کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ کرپال رائے سنامی نے سنہ ۱۱۰۰ھ میں ایزد باری اور امید نے سنہ ۱۱۱۰ھ میں اللہ باری تالیف کی۔ عبدالرحمٰن بن قاسم قصوری نے فارسی نامہ لکھا اور شاہ

نے اپنی کتاب ہیر رانجھا میں۔ رازق باری اور واجد باری کا ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ اس زمانہ میں کئی اور مصنفین نے اس موضوع پر کتابیں لکھیں، خدا بخش نے نصاب ضروری مرتب کیا اور گنیش داس نے صفت باری لکھی۔ اس ذریعہٴ تعلیم سے پنجاب میں دیگر علاقوں کی نسبت نصاب تعلیم بہتر تھا اور ذریعہٴ تعلیم خالص پنجابی تھی۔

شعر و سخن کے باب میں شرعیات کی تعلیم، تصوف کے حقائق و معارف کے علاوہ عشقیہ قصص اور اشعار، رزمیہ شاعری میں جنگ نامے معرض وجود میں آئے۔

تصوف کے باب میں پنجاب کا جلیل القدر صوفی سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ اسی زمانے کی قابل قدر یادگار ہیں۔ شاہ شریف کے عشقیہ بیت بھی اسی موضوع کی یاد دلاتے ہیں۔

شرعیات کے باب میں حافظ برخوردار کی انواع، عبدالکریم کی نجات المومنین، فقیر وزی کا اخبار الآخرت اور فقہ اصغر، عبدالرحمٰن مہاس کا بحر المسائل اور سعید کا رسالہٴ قرأت مدتوں تک اسلامی مدارس میں متداول رہے۔ بلکہ تقسیم ہند و پاک تک بھی نجات المومنین اور اخبار الآخرت بچیوں کو گھروں میں زبانی یاد کرائی جاتی تھیں۔

عشقیہ شاعری کے باب میں اس موضوع کی ابتدا حافظ برخوردار کے قصہ یوسف زلیخا، تصنیف ۱۰۹۰ھ مرزا صاحباں اور سسی پنوں سے ہوئی۔ بعد میں احمد کا قصہ ہیر رانجھا اور میراں کی ہیر بھی اسی زمانہ کی پیداوار ہیں جو کہ آنے والے شعراء کے لئے سنگ بنیاد کا کام دیتی رہیں۔

رزمیہ شاعری کی ابتدا پیر محمد کابلی نے ۱۰۹۲ھ میں کی اور یہ سلسلہ سخن

بھی اسی عہد سے شروع ہوا۔ اسی دور میں حافظ برخوردار نے بھی ایک جنگ نامہ تصنیف کیا، جو مشہور نہ ہو سکا۔ اس کا قلمی نسخہ ہمارے کتاب خانے میں موجود ہے۔

اب یہاں ہم اُن ہستیوں کا ذکر ذرا تفصیل سے کرتے ہیں جو اِس دور کی نمایاں اور درخشاں یادگاریں ہیں۔

سُلطان باہوؒ۔

سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ کا شمار متفقہ طور پر پاک و ہند کے سب سے بڑے صوفیائے کرام میں شمار ہوتا ہے۔ آپ رمضان ۱۰۳۹ھ کو مقام اعوان کا علاقہ شورکوٹ ضلع جھنگ میں پیدا ہوئے۔ باپ کا نام حضرت سلطان بایزید تھا جو کہ خراسان سے ہندوستان میں آئے اور شاہجہان بادشاہ کی طرف سے جاگیردار تھے۔ حضرت سُلطان باہوؒ مادرزاد ولی تھے اور صاحب تصانیف کثیرہ ہیں۔ آپ کی تصانیف کی تعداد چالیس سے زیادہ بتائی جاتی ہے۔ آپ کے متفرق پنجابی اشعار کو جمع کرکے ملک محمد فضل دین ککے زئی نے بنام "مجموعہ ابیات سلطان باہو" لاہور سے شائع کیا جس میں آپ کی پانچ سی حرفیاں پائی جاتی ہیں۔ آپ کے کلام سے عشق حقیقی، حق گوئی اور راست کرداری کے جذبات ظاہر ہوتے ہیں۔ کلام نہایت عمدہ اور شستہ ہے۔

نمونہ کلام

الف اللہ چنبے دی بوٹی میرے من وچ مرشد لائی ہُو

نفی اثبات دا پانی دتا ہر رگ وچ ہر جائی ہو

اندر بُوٹی مشک مچایا، جاں پھلّن تے آئی ہو

جیوے مُرشد کامل باہُو جیں ایہہ بوٹی لائی ہو

مذہباں دے دروازے اُچے راہ حقانی موری ہو
پنڈتاں تے ملوانیاں کولوں چھُپ چھُپ لنگھے چوری ہو
اڈیاں مارن کرن بکھیڑے دردمنداں دیاں گھوری ہو
باہُو چل اُتھائیں وسیے جتھے دعویٰ کسے نہ ہوری ہو

نہ میں عالم نہ میں فاضل نہ مفتی نہ قاضی ہو
نہ دل میرا دوزخ منگے نہ بہشتیں راضی ہو
نہ میں ترییہے روزے رکھے نہ میں پاک نمازی ہو
باجھ وصال اللہ دے باہُو دُنیا کوڑی بازی ہو

آپ کی وفات جمعہ کے دن ماہ جمادی الثانی سنہ ۱۱۰۲ھ بمطابق سنہ ۱۶۹۱ء ہوئی۔ آپ کا مزار مرجع خاص وعام ہے۔

حافظ برخوردار :۔

حافظ برخوردار اِس دَور کی ایک اہم شخصیت ہیں۔ ان کے نام سے پنجابی ادب میں بہت سا ذخیرہ کُتب ملتا ہے جن میں سے حسب ذیل ہمارے پاس بھی موجود ہیں۔

(۱) فرائض درسنہ ۱۰۸۱ھ۔ (۲) یوسف زلیخا سنہ ۱۰۹۰ھ (۳) سسّی پنوں۔ (۴) مرزا صاحباں۔ (۵) حکایت پاک رسول دی۔ (۶) جنگ نامہ امام حسینؑ۔

(۷) ترجمہ قصیدہ غوثیہ۔ (۸) ترجمہ قصیدہ بانت سُعاد۔ (۹) رسالہ نادریہ (۱۰) قصۂ کھنبری (۱۱) ہیر رانجھا۔ (۱۲) متفرق نظمیں۔ (۱۳) چرخ نامہ۔ (۱۴) انزاع برخوردار، جس میں اُنیس ۱۹ رسائل ہیں۔ سن تصنیف ۱۱۷۶ھ۔

اِن تصانیف کے سنین تصنیف میں فرق کچھ اس نوعیت کا ہے کہ یہ ایک آدمی کی تصانیف معلوم نہیں ہوتیں۔ دوسرے مختلف التوّع مذاق اِس کی تائید کرتا ہے۔ سب سے بڑی اُلجھن یہ ہے کہ اِن کتابوں میں حافظ کے حالات، خاص طور پر جائے رہائش مختلف مقامات ہیں جس سے حافظ کے حالاتِ زندگی مرتّب کرنے میں بڑی مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً فرائض در شرح میں مسلمانی چیمہ چھٹّہ پرگنہ صوبہ لاہور کا ذکر ہے اور علم پڑھنے کا ذکر جہان آباد میں کیا ہے۔ انزاع اور ترجمہ قصیدہ غوثیہ میں اپنا وطن تخت ہزارہ ظاہر کیا ہے اور سیالکوٹ سے علم حاصل کرنے کا ذکر کیا ہے۔ ترجمہ قصیدہ "بانت سعاد" میں رسول نگر رہائش بتاتے ہیں۔ نیز اُن کی پہلی تصنیف ۱۰۸۱ھ اور آخری تصنیف انزاع ۱۱۷۶ھ کی ہے۔ اِن دونوں سنین میں فرق اتنا ہے کہ ہمیں اتنی لمبی عمر کا آدمی کہیں سے معلوم نہیں ہو سکا جو اتنا عرصہ تصنیف و تالیف میں مشغول رہا ہو۔

علاوہ ازیں بعض دیگر پنجابی شاعروں، مثلاً احمد یار، میاں محمد اور مولوی دلپذیر نے اپنی کتابوں میں اِس بات کا ذکر کیا ہے کہ حافظ برخوردار دو ہوئے ہیں۔ ایک حافظ برخوردار مسلمانی پنڈ والا، اور دوسرا تخت ہزارہ والا۔ لیکن سنین کے اتنے فاصلہ میں قرابت کے لحاظ سے ان دو کو جُدا کرنا بھی مشکل ہے۔ بعض احباب کا خیال ہے کہ حافظ برخوردار ایک ہی تھا جس کا اصلی وطن تخت ہزارہ تھا۔

تحصیل علوم کی خاطر جگہ بہ جگہ پھرتا رہا اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی ساتھ ساتھ رکھا جس جگہ کوئی کتاب لکھی اُس جگہ کا نام لکھ دیا۔ مسلمانی، جہان آباد، رسول نگر سے ہوتا ہوا آخر سیالکوٹ پہنچا۔ اسی جگہ سے تحصیل علوم کی اور آخر یہیں کا ہو رہا۔ اس کی قبر چھپی ڈسٹیجاں متصل سیالکوٹ تا حال موجود ہے۔

بہرحال اِن پر دو بیانات کی ترتیب مشکل ہے۔ اگر حافظ برخوردار دو سمجھے جائیں تو تصانیف کے سلسلہ کی یوں تقسیم ہوگی۔ حافظ برخوردار مسلمانی والا کی تصنیف فرائض ورثہ، یوسف زلیخا، سسی پنوں اور مرزا صاحباں ہونگی۔ دوسرے حافظ برخوردار کی تصانیف حکایت پاک رسول دی۔ جنگنامہ امام حسینؓ۔ ترجمہ قصیدہ غوثیہ۔ ترجمہ قصیدہ بانت سعاد۔ رسالہ نادریہ۔ قصہ کھیتری۔ ہیر رانجھا۔ متفرق نظمیں۔ چرخہ نامہ اور انواع حافظ برخوردار ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ اِن ہر دو قصص میں فنِ شعر کا بھی فرق نمایاں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب :۔

انواع کے رسالے حسب ذیل ہیں :۔

(۱) شمس العلوم۔ (۲) بحر العلوم (۳) فقہ اجمال۔ (۴) مفتاح المعنی۔ (۵) نجات المسلمین۔ (۶) شرف النکاح۔ (۷) تنبیہہ المستدین۔ (۸) رسالہ نماز۔ (۹) نہر العلوم۔ (۱۰) سایہ اصلی۔ (۱۱) میزان شریعت۔ (۱۲) مفتاح الفقہ۔

علاوہ ازیں ذیل کے رسائل بھی انہیں میں شامل ہیں۔

۱۔ مسئلہ بانگ و نکاح۔ (۲) شرح الحمد شریف۔ (۳) رسالہ مجمل نماز۔ (۴) شرح خلاصہ کیدانی۔ (۵) مفتاح السعادت۔ (۶) سراج المعاملات۔

نمونۂ کلام

سیالکوٹ کی تعریف

اللہ شہر سیالکوٹ نوں رکھے نادوں آباد
ہر خانہ دارالفضل ہے علموں فضل آباد

کعبے وانگوں قافلے طالب علموں آ
ہک فاضل ہک شغل فضیلت علم دے علم الا

ہر جا درس کتاب فضیلت ہر جائے تکرار
ہر جا سیر مسائل کتب ہر جائے گلزار

ہر مسجد وچ ذکر شغل تلاوت درس قرآن اوراد
ہر گھر صورت خضر ہے زیارت کر نوں شاد

ایہہ دوم بخارا فضل وچ ظاہر باطن آ
ایہہ معنی عالم جاندے، عامی کیہہ دل لا

وچ ولایت اوہ بخارا، وچ پنجابے ایہہ
جو منکر اس فضل تھیں اس دے سر پہ کھیہ

ایہہ چشمہ شیریں علم دا، جو آوے پی جا
کھناں یاراں نہ ہووے بھر بھر بھانڈے جا

جے اس کافر کرن خراب شرف نہ موڑے جا
کھیہ بھیتی دار خراب، عزت اوس نہ جا

بد فضیلت اغتصاب فاضل کراں ادا
ایہہ فرض کفایہ ادا کر نہیں لوکاں راہ وکھا

اس عاصی جس استاد پڑھیا ہے کجھ آ
رب دیویں ایمان سلامت بہشت نصیب کرا

حضرت کرے شفاعت اس دی حشر وہاڑے جا
حور قصور بہشتی میوے دیوے رب لقا

ربا اس بہت گلزار نوں دا نہ لا
بدل امن وسا اس اتے نہ ایہہ گل گرما

یوسفؑ زلیخا سے

نین یوسفؑ دے بلن مشالاں جھات زلیخا پائی
جل بل خاک ہویاں سب رناں تابش رہی نہ کائی
اکناں چیرے کپڑے پاڑے اکناں ململ خاصے
اک گیاں در تک مجذوبہ اک کرن بیاں ہاسے

پلکاں تیر جگر وچ مارے، ابرو وکھ کماناں
لگی قچی زلف یوسفؑ دی، بھلا ہوش زماناں
بھل گئے اوہ فخر نال سے، لافاں وسر گیاں
یوسفؑ دے ول تاریاں وانگوں نرزر وکھن پیاں
چھریاں نال ترنج کٹ ویاں پر نے ہتھ کیتو نے
قلم انگشت شنگرف ہویاں سرخط لکھ دتو نے

عبدالکریم :-

مولوی عبدالکریم ضلع جھنگ مگھیانہ کے ایک گاؤں کے رہنے والے تھے۔ ۱۳۰۶ھ میں آپ نے ایک فقہی رسالہ لکھا جس کا نام نجات المومنین رکھا۔ اس رسالہ کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اُس زمانہ سے لے کر آج تک ہمارے اسلامیہ مدارس میں متداول ہے۔ آپ کی ایک کتاب "نجات الایمان" بھی بتائی جاتی ہے۔

نمونہ کلام :- ایمان لانے کے بیان میں

پچھے عقل بلوغ دے ایمان فرض پچھان | واجب ہون اطاعتاں سبھے بعد ایمان
منوں جائے یار بھی دل سچے تصدیق | اونہاں وچ بہشت دے کل جو ہوون اونہاں رفیق
ایمان اندر فرض ترے اول منن ذات | دوجا وحدت رب دی تریجا من صفات

ایمان آکھن ہکواری ایہا فرض پچھان
سنت ایہہ ہی وت بھی جان بہادی تان

فقیر درزی :-

مولوی حبیب اللہ الملقب فقیر درزی موضع چودھوانی ضلع گجرات کے باشندے

تھے۔ آپ کے والد کا نام طیّب تھا۔ فقہ اصغر اور اخبار الآخرت آپ کی تصانیف ہیں جن میں سے اخبار الآخرت زیادہ مشہور رہی ہے۔ یہ کتاب سنہ ۱۱ھ میں لکھی گئی اور اس میں پندرہ سو اشعار ہیں۔ فقہ اصغر کے اشعار تعداد میں ۹۹ ہیں۔

نمونہ کلام :۔ قیامت کی نشانیاں۔

روز قیامت حق ہے دل تھیں آن یقین
علم الیقین جو ایہا ہوسے عین الیقین

وچ ارشاد المسلمین بحر مجالس تھیں
لکھیاں ایہہ علامتاں سمجھو کراں متین

بجھیں حق نشانیاں روز قیامت کون
جاں اوہ اوّل ہوسی اٹھسے اوہ نہ دل

کرن ترک نماز تھیں ہور جماعت تھیں
اوس نوں سہل جو جانسن کافر ہون یقین

ہور علامت بجھیّ توں کرسن بہت خیانت
ناحق غبن جو بیع وچ دیسن چھوڑ دیانت

ہور علامت بجھ توں حاکم قاضی چور
کرسن ہور بدعتاں وڈھی لیسن چور

لعنت اوہناں رسول دی طعنہ دیسن ورک
ننگ نہ ہوسی جیبیاں درس ناہیں خوک

ہور علامت کرسن اُچے کوٹ منار
منزل محل چوباریاں سہنے نقش نگار

غافل ایہہ نہ جانسن تھیسن محل فنا
حساب قیامت نفس نے رہسی کُل بقا

کمال دین بھٹو :۔

اسی موضوع کے ایک اور شاعر مولوی کمال دین بھٹو ضلع ہزارہ کے باشندے تھے جن کے والد کا نام مولوی خیر الدین تھا۔ آپ نے سنہ ۱۱۲ھ میں فقہی مسائل پر مشتمل ایک کتاب لکھی :۔

نمونہ کلام

ایمان آن غیب تے پہلی شرط ایمان | خبراں غیب خدائے نوں ہور کسے نہ جان
نہ بچاوڑن خدا تھیں چڑھا کرن امید | رحمت منگ خدائے تھیں اس تھیں کر امید
ہنجواں جان حلال نوں چھیواں جان حرام | آپے آن ایمان نوں حکم کیتا نعمان

ایہہ ستے شرطاں یاد کرو وڈا اجر پا
جے کوئی ایہناں تے عمل کرسی راضی ہوسی خدا

عبدالرحمٰن منہاس:

ان کے باپ کا نام تاج دین تھا اور راج پورہ لاہور میں رہتے تھے ۱۱۱۱ھ میں جبکہ عالمگیر غازی کا سینتالیسواں جلوس تھا فقہی مسائل پر مشتمل ایک کتاب موسوم بہ "بحرالمسائل" لکھی جس میں حمد و نعت، وضو، نماز اور روزہ کے مسائل درج ہیں۔ کتاب کے کل ۱۰۳۰ اشعار ہیں۔

نمونہ کلام

من خدا رسول نوں نال اقرار زبان | دل تھیں کرکے سچ من ایہہ دو رکن ایمان
کلمہ کافر جے پڑھے ناقص حال انجان | قتل بند نہ اوس نوں، نہ کر بُرا گمان
ایہہ دنیا تے پنج دا فائدہ آخر دیہوار | ایس خلاصی دوزخوں ہوسی جنت بہار
خبراں غیب خدا نوں ایمان غیب نے آن | خیار امید بے تھیں دوناں حلال حرام پچھان
من خداوے فرشتے، کتب رسول ، روز حشر | نیکی بدی مار اٹھالن جو کچھ خلقت بشر
جنت دوزخ کرسی عرش لوح روح قلم | ایہہ ستے چیزاں نہ ہوسن فانی رہسن ایہہ مسلم

شرط بقا ترے ظلم نہ کیجے ڈرے قہر خدا
ایمان بدلے تسکر ہمیشہ مست ہوئے ایہہ فنا

محمد سعید:۔

آنکھوں سے نابینا تھے۔ چک ملوک اپنا وطن بتاتے ہیں۔ شرعیات میں علم قرأت کا رسالہ آپ کی تصنیف ہے۔

ان شعرا کے علاوہ جنہوں نے اپنا موضوع مذہبیات اور شرعیات رکھا، اس دور میں کچھ وہ شعرا بھی نظر آتے ہیں جنہوں نے رزمیہ اور بزمیہ اصناف سخن میں بھی طبع آزمائی کی۔ جن میں سب سے اول نام پیر محمد کاسبی کا آتا ہے۔

پیر محمد کاسبی:۔

آپ باشندہ قوم سے تھے۔ پیدائش موضع کوٹلی متصل پڈیانکا ضلع گوجرانوالہ میں ہوئی۔ پیر محمدؒ شیخ تاج محمد ساکن چک ۲ گو کا مرید تھا۔ اورنگ زیب کے زمانہ میں ۱۰۹۲ھ میں پیر محمدؒ نے جنگنامہ امام حسین تصنیف کیا۔

نمونہ کلام

در مقتل امام حسینؓ

عتبا، نہ یدہ بھنّ کی وڈّی مدینے بھیر
مٹھّا ہویا غلغلہ ماتم بیٹھے شبیر

عُتبا لکھ یزیدنوں گھلّے حقیقت دی
پاک محمدؐ میریاں بھرے شفاعت جی

ہیرا دتا حسینؓ نوں، کیتا دغا کما
کارن تیری بادشاہ کیتا رنج خدا

لکھیا دیکھ یزید پھیر دل وچ ہویا شاد
نوں کیوں چھڑیں عتبیا! تینوں دیساں داد

منصب ہور ودھایا گھلّ دتا سرو پا
مار امام حسینؓ نوں کرکے کوئی دا

علتبے دا دل کنبیا، لکھیا دست لیا
ویری شاہ حسینؓ دا راتیں چھپ گیا

کہے امام حسینؓ نوں تون سن میری گل
لکھیا پھیر یزید دا آیا میرے وَلّ

یتیوں بچا ہے ماریا حضرت دے فرزند ... ہیرا دنا حسنؑ نوں اوس کرائی پند
میں کی کراں عتبیا امت اساڈی دیہہ ... عتبہ کہے امام نوں کر ہے دھرتی واہہ
شہر مدینہ چھڈ نوں مکے کرنوں واس ... اوتھے فتح نہ لبسے دین کھ دکھائوں آس
مصلحت شاہ حسینؑ نوں دل وچ لگی خوب ... شہر مدینہ چھڈیا دشمن ہون مغلوب
روضے پاک رسولؐ دے دعا کرن گیا ... آکھیں ...... پھر اوہ فکراں وچ پیا
روضے کہہ کے فاتحہ ستا کر کے خواب ... ویکھے پاک رسول نوں نوکیتی مہتاب

حضرت بیٹھا چمن جیوں تارے لاٹاں یار
گردے گردی ابیتے چمن جویں پروار

احمد یار

اورنگ زیب کے زمانہ میں احمد نے ہیر رانجھا کا قصہ لکھا جو ۱۰۹۳ھ میں مکمل ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ مقبل اور وارث نے اسی کی تقلید میں قصہ ہیر رانجھا تصنیف کیا۔

نمونہ کلام

نظر باز پھر دا وچ کھیڑیاں دے جاکے اتنیں پیندا جھاتیاں جی
اک ہسدیاں کھیڈدیاں گاوندیاں نی، اک بیٹھیاں چپ چپاتیاں جی
کوئی ساولیاں کوئی گوریاں نی، کوئی لمیاں کوئی سنگھاتیاں جی
اک بنتے دن الوپ کھڑیاں، اک سوہنیاں نی الہ واتیاں جی
اک نظر چھپا کے ویکھدیاں اک ظاہرا ماردیاں کاتیاں جی
اک کڈھ گھنگھٹ شرماؤندیاں، اک کھول وکھاندیاں چھاتیاں جی

کوئی ویاہیاں کوئی کواریاں نے سبھے رنگ بھریاں رس بھنیاں جی
کدوں آئیوں وے راولا جا کہہ دے ٹل ناتھ نوں کھیڈیاں باتیاں جی

میرن :-

اسی زمانہ میں میرن نے علیش نامہ اور ایک سی حرفی ہیر تصنیف کی ۔

نمونہ کلام

ب ۔ برہاں نے مار ستایا میں میرا حال بھی بہت بے حال ہویا
مینوں کھاونا پیونا ہنس کھیل سب خواب خیال ہویا
سُتیاں چھڈ گیاں میں اکڑی نوں میرا جالناں دُکھاں دے نال ہویا
میرن سکھ نوں جگ تے بیٹھدا اے دُکھ کٹنا بہت محال ہویا

شاہ ظریف :-

آپ لاہور کے رہنے والے تھے۔ اِن کا زمانہ حیات ۱۰۳۲ھ سے ۱۱۱۱ھ تک بتایا جاتا ہے۔ آپ کی ایک سی حرفی مشہور ہے۔

نمونہ کلام

ت ۔ توڑیا کفر نوں شاہ مرداں نال کر . . . . . . چکنا چور کیتا
لے کے سبق قرآن دا نبی کولوں منسوخ توریت زبور کیتا
مسلمان کیتا علی کافراں نوں سینہ صاف دلاں اوہ پُرنور کیتا
لکھ واری علیؓ دے نام اُتوں دُکھ درد ظریف دا دُور کیتا

اِن شعراء کے علاوہ اِس دور میں کچھ فنی شعرا بھی نظر آتے ہیں جنہوں

نے مذہبی اور رومانی شاعری کے علاوہ کچھ ایسی تصانیف پنجابی میں کیں جو کہ نصابی کتب کے طور پر استعمال ہوتی رہیں۔ جن کا ذکر گذشتہ اوراق میں ہو چکا ہے۔ جن میں سے فارسی نامہ

عبدالرحمٰن قصوری کا نمونہ ملاحظہ ہو۔ ۵

قسم غلہ کے سُن توں یار تیرے اگے کراں اظہار
گندم کنک علیف ہے موٹھ شاماخ سوانک لیبہ ہے مونٹھ
ارز ہے چاول جرت جوار عدس مسور کم ہے کار
ارزاں چیناں کنک نے کال گاورس مڈھل مُشک چرال
جاورش باجرا، شعیر ہے جَو کودرم، کودرا ترس ہے جو
سرشف سرسوں خردل رائی سمسم کنجد تل ہے بھائی
کتان، السی باقلہ رواہ ریحان تُلسی دام ہے پھاہ
شملیت، میتھنی سبرت ہے سویا
حیّ زندہ مُردہ ہے مویا

اس کے علاوہ اللہ باری، واحد باری اس دور کی اس موضوع کی قابلِ ذکر کتابیں ہیں۔

نعمت خاں جانؔ

آپ کا پورا نام دیوان نعمت خاں تھا، جانؔ تخلص کرتے تھے سن پیدائش ۱٦۵۰ بکرمی اور وفات ۱۷۲۹ بکرمی۔ فتح پور آگرہ کے باشندے تھے۔ ان کی وار "دیوان الف خاں دی وار" کے نام سے مشہور ہے۔

نمونہ کلام

نام محمد لیجئے سبھناں سردار   پنتھ وکھالیا دین دا سگلے سنسار
جنہاں کلمہ آکھیا تے لگے پار   دل میں رکھیا جن دغا تے سٹی مار

بہاری لال :-

گورو گوبند سنگھ جی کے درباری شعرا میں سے تھے۔

نمونہ کلام

ہائے محبت کہی لائی میرے سینے اندر رڑکے
جیوں جیوں ویکھاں باغ ماہی دا میرے اندر آتش بھڑکے
امبڑی جھڑکے مینوں بابل مارے مینوں ریلا دن لڑکے
ایس وچھوڑے دی آتش کولوں دم نکل جاوے بہڑکے

چراغ :-

چراغ دین چراغ قوم اعوان، موضع کھیڑو، ضلع ڈیرہ غازی خاں کے رہنے والے تھے۔ ۱۰۸۱ھ کے قریب آپ پیدا ہوئے۔ انہوں نے ۱۱۲۱ھ میں ہیر رانجھا کا قصہ لکھا۔ زبان اکثر ملتانی ہے۔

نمونہ کلام

بھابی لال بلال کجاوے ستر سنگا دھر بیندے
تبت جھلے کر ہتھ مہاراں خوب سنبھال چھکیندے
بانکی چال وستی سب کھیڑے سوراں خان ڈلیندے

ڈنگی پیچ بدّھن دستاراں کمر بند چلکیندے
شملے خوب دوپٹے چیرے سہج کنوں ول دیندے
کنگن دست بھوٹے عشنو سوہن وگ چلیندے

تتمہ ا۔

ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ نے اپنی کتاب "اے ہسٹری آف پنجابی لٹریچر" میں مندرجہ ذیل شعرا کے نام درج کیے ہیں۔ افسوس ان کے حالاتِ زندگی اور نمونۂ کلام میسر نہیں ہو سکتے۔

اناتھ داس:۔ اس نے وچر مالا لکھی، جو ۱۶۹۰ء میں ختم ہوئی قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی میں موجود ہے۔

چتر داس:۔ سنت داس کے مرید تھے ۱۶۰۰ء میں بھگوت گیتا لکھی۔ قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہے۔

دیال انامی یا دیال داس:۔ گورو نانک جی کے بعد پانچویں گورو تھے۔ بھگت بلاس ۱۷۶۵ء میں لکھا جس میں ساہر دا آبدھ بھی شامل ہے۔ نیز اگیان پرمنی کا ایک نسخہ بھی پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہے۔

ہردوئے رام:۔ ۱۶۲۳ء میں ہنومان ناٹک تصنیف کیا جو کہ طبع ہو چکا ہے۔ ایک نسخہ پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہے۔

حسین بالتی بلگرامی:۔ باقر کے کہنے کے مطابق غلام نبی کے بیٹے تھے۔ ۱۱۵۶ء میں راس ہیرا بودھ لکھا۔

دیوان لکشمی رام:- بدھ پرکاش درپن ۱۶۹۸ء میں لکھا۔ قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہے۔

ہر لاہد:- دمال چپیسی لکھی قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہے۔

سین پتی:- گورو گوبند سنگھ جی کے معاصر تھے۔ انہوں نے چانکیہ نانی کا ترجمہ پنجابی ہندوی میں کیا جو کہ ۱۷۰۹ء میں ختم ہوا انگلو سنسکرت پریس لاہور میں طبع ہوا ہے۔

سیتا رام:- قومی ترنج فارسی سے پنجابی میں نظم کیا۔ یہ حکمت کی ایک کتاب ہے جو ۱۶۵۱ء میں ختم ہوئی۔ قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔

ان شعرا کے علاوہ یوسف زلیخا کا قصہ اسی دور میں ۱۵۸۰ء میں لکھا گیا جس کا مصنف معلوم نہیں ہو سکا۔ اس کا قلمی نسخہ ڈبلن لائبریری میں موجود ہے صرف یہی نہیں اس دور میں واروں کا وسیع سلسلہ ملتا ہے جن کے مصنفوں کے نام معلوم نہیں ہو سکے مثلاً سراج بکند بہرام۔ ملک مراد چندر ہارا لوہار۔ راسے عبا ماتھنا۔ کلیاس ملاذو اور موسیٰ۔ ان واروں کے حوالہ جات ادی گرنتھ میں درج ہیں۔ ان میں سے اکثر واریں نانک کے زمانہ میں لکھی گئیں اور بعض نانک سے قبل کی ہیں۔ ان ادبی کارناموں سے قطع نظر فنی ذخیروں میں بھی کوئی کمی نہیں۔ حکیم درویش نے بہران سکھ فن حکمت میں پنجابی کی کتاب تصنیف کی سیتا رام نے ۱۶۵۱ء میں فارسی سے پنجابی میں ایک حکمت کی کتاب کا ترجمہ کیا۔ محمد سعید نے علم قرأت میں ایک رسالہ لکھا جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

عہدِ مغول اواخر

۱۱۱۸ھ تا ۱۲۱۶ھ

تیسرا باب

اورنگ زیب کی وفات کے بعد مغلیہ خاندان کا وہ عروج نہ رہا اور یہ عظیم الشان سلطنت روبہ تنزّل ہونے لگی۔ طوائف الملوکی کا دور آیا۔ سکھوں اور مرہٹوں کی یورشیں، نادر شاہ اور احمد شاہ ابدالی کے حملوں نے ملک میں ابتری پھیلا دی۔ اور پنجاب کی سیاسی حالت خراب سے خراب تر ہونے لگی۔ لیکن اِس ابتری کے دور میں پنجابی شاعری نے وہ عروج حاصل کیا، جو کسی دوسرے دَور کو نصیب نہیں ہُوا۔ پنجابی زبان کا سرتاج الشعرا شاعر سیّد وارث شاہ اِسی دَور کی یادگار ہے۔ نیز بلھے شاہ، مقبل، علی حیدر، حامد شاہ عباسی، کوری نجابت اِسی زمانے کے درخشندہ ستارے ہیں۔ اِس کے علاوہ موضوع کے لحاظ سے شرعیات کا سلسلہ بھی بدستور رہا اور تصوّف کے موضوع نے فنِ شاعری کو اور بھی ترقی دی۔ قصہ گوئی (رزمیہ۔ بزمیہ) عروج

پہ پہنچی۔

شرعیات کے سلسلے میں حسب ذیل شعراء کا نام قابل ذکر ہے۔ ان کی تصانیف ان کے اسامی کے ساتھ درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ حافظ محمد اکرم:۔

گجرات سے مغرب کی جانب موضع گھنی میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام حافظ امان اللہ بن الباری بن ابوالفضل بن فتح اللہ بن مخدوم عثمان بن مخدوم نصیرالدین ہے۔ ان کا اصلی وطن ملتان تھا۔ ۱۱۲۱ھ میں سراج القاری رسالہ شیریں اور طریقۂ تلاوت وغیرہ لکھیں۔

۲۔ عبداللہ لاہوری عرف برخوردار:۔

والد کا نام میاں مرزا ہے۔ انہوں نے ۱۱۳۶ھ میں ذبح نامہ پنجابی میں تصنیف کیا جس میں ذبح کے متعلق شرعی احکام درج ہیں۔

۳۔ حاجی نور محمد صاحب ساکن شیرگڑھ سندھ نے ۱۱۴۰ھ میں رسالہ میّت نامہ لکھا۔

۴۔ علاول خاں ولد درویش محمد:۔

آپ نے مقدمۃ الانوار نام کا رسالہ فقہی مسائل میں لکھا۔ اور یہ اس زمانے کی بات ہے جبکہ لاہور میں خان بہادر صوبیدار تھا۔

۵۔ مولوی محمد عابد وزیرآبادی:۔

ان کا زمانۂ حیات ۱۱۶۵ھ بتایا جاتا ہے۔ علوم دین کے جید فاضل تھے۔ حل المشکلات (شرح قصیدہ غوثیہ) نجات المساکین۔ مرغوب القلوب ان کے

چند رسالے ان کی اہم یادگاریں ہیں۔ پنجابی نظم میں رسالہ عقیقہ لکھا جس کا سنِ تصنیف معلوم نہیں ہو سکا۔

۶۔ محمد فقیر نے ۲۰ ماہ رمضان ۱۱۰۸ھ کو رسالہ راستِ گفتار تصنیف کیا۔

۷۔ غلام نبی نے یکم شوال بروز جمعہ ۱۱۰۸ھ کو جامع الوجوہات تصنیف کی جو کہ ۱۲۴۰۔ اشعار کا مجموعہ ہے اور اس میں فقہی مسائل درج ہیں۔

۸۔ حافظ رمضان :۔

ساکن موضع چک سکندر ضلع گجرات۔ ذات کے کاسبی تھے معرفت الآخرت اور کسب نامہ بافندگان ان کی تصانیف ہیں۔ معرفت الآخرت میں قیامت کے متعلق مسائل ہیں۔ اور یہ کتاب ۱۷۳۰۔ اشعار کا مجموعہ ہے۔

۹۔ واصل گجراتی :۔

ساکن موضع خواص پور ضلع گجرات۔ انہوں نے ۱۱۹۶ھ میں معاشرت نامہ تصنیف کیا۔

۱۰۔ سید محمد مخدومانی :۔

ساکن چک بگین جالی لاداں ضلع سید پور متصل پنڈ دادنخان، ۱۰ جمادی الاول کو کسب نامہ نعلین دوزی لکھتے ہیں جو کہ ۱۲۵۔ اشعار پر مشتمل ہے۔

۱۱۔ محمد یار ولد پیر محمد :۔

ساکن کوٹ کالی، بار رانجھیاں والی متصل تخت ہزارہ نے ۱۱۹۶ھ میں آفرینش نامہ (در ذکرِ ولادت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) اور ۱۲۰۲ھ ہجری میں نافع الصلوٰۃ لکھیں۔

۱۲- مولوی نور محمد صاحب ولد چوہدری جھنڈا قوم جویا۔ ساکن رانیاں تحصیل سرسہ ضلع حصار سن ۱۸۴۲ء میں پیدا ہوئے۔ آب حیات۔ خطبات مولود شہباز شریعت۔ چراغ شریعت۔ خورشید شریعت۔ معاد شریعت آپ کی مشہور تصنیفات ہیں۔

ان مذہبی شعراء کے علاوہ صوفی شعرا کی بھی اس دور میں کمی نہیں بلکہ پنجابی کے اکابر صوفی شعرا اسی دور میں ہوئے ہیں جن میں سب سے پہلے ذکر خواجہ فرد فقیر کا آتا ہے۔ خواجہ فرد فقیر گجرات کے رہنے والے تھے۔ آپ کا زمانہ حیات سن ۱۷۲۰ء سے سن ۱۷۹۰ء تک قیاس کیا جاتا ہے۔ سن ۱۱۶۲ھ میں آپ نے کسب نامہ لکھا۔ آپ کی تصانیف میں سے بارہ ماہ۔ دوہڑہ جات۔ سی حرفی نصیحت نامہ کسب نامہ بافندگان۔ صوفی خیال کی پنجابی نظم میں مشہور کتابیں ہیں جن کے مجموعہ کو دریائے معرفت کا نام دیا گیا ہے۔ اور یہ مجموعہ متعدد بار مسلم سٹیم پریس لاہور سے شائع ہوا۔ ان کے فقر نامہ کا ایک قلمی نسخہ ہمارے پاس موجود ہے۔ ان کے علاوہ فرد فقیر کی شہرۂ آفاق کتاب روشن دل ہے جو کہ عبدی کے رسالہ مہتدی، عبداللہ کی انواع اور عبدالکریم کی نجات المومنین کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ یہ کتاب ابھی تک اسلامیہ نظامیہ مدارس میں متداول ہے۔ روشن دل میں فقہی مسائل درج ہیں جن کے متعلق فرد فقیر کے اپنے تاثرات یہ ہیں:۔

فرد فقیرا سے تے چایا ای ڈاڈھا اھبار

ایہہ ادکھے مسئلے فقہ دے سنبھل کریں شمار

کسب نامہ بافندگان میں ایک بافندہ کی صورت میں تصوف کے مسائل درج ہیں۔ فرد فقیر کا بارہ ماہ ایک خاص صنف سخن کا حامل ہے۔ سی حرفی کا انداز بیان

عام سی حرفیوں سے علیحدہ ہے

نمونۂ کلام (روشن دل سے)

جیکر تینوں آئیگے پچھے ایہہ بیان || کتھوں ہویوں دس کھاں کدوا مسلمان
اگوں اُس نوں دس توں نال زبان حلیم || میں ہویا روز میثاق دا مسلمان قدیم

(باراں ماہ سے)

رتا کہندے چیتر آیا || میرے جانی کیوں چت لایا
میریاں چشماں یوہو پھٹیاں || میں رو رو بہت نکھٹیاں
میریاں دڑاں اکھیاں کڈھیاں || جاں آئی رت بہار دی
نت پتن سکن ٹڈیاں || میر باں سولاں شاخاں کڈھیاں
سل پونجھی نار پریم دی || دل چھوڑے چت ——
میں ود تیاں بہت ستایا || اج رو رو آہیں مار دی

سید حضرت بلھے شاہ :-

سید بلھے شاہ صاحب پنجابی کے سرتاج صوفی شاعر ہیں۔ آپ کا اصلی نام عبداللہ شاہ تھا اور والد صاحب کا نام سید درویش محمد تھا۔ آپ کے بزرگوار اُچ گیلانیاں علاقہ سندھ سے ملکوال میں آکر آباد ہوئے۔ بعد میں ایک گاؤں پانڈو کے بھٹیاں تحصیل قصور میں آ گئے۔ یہاں سید بلھے شاہ کی پیدائش ۱۶۸۰ء میں بتائی جاتی ہے۔ بلھے شاہ کی تربیت اسلامی طریق پر مساجد میں ہوئی۔ بعد میں آپ کی طبیعت میں تصوف کا جوش پیدا ہوا اور آپ لاہور آکر ایک قادری سلسلہ کے بزرگ عنایت شاہ شطاری متوفی ۱۱۴۰ھ جو کہ علی رضا شاہ شطاری کے خلیفہ تھے اور

باغبانپورہ کے ارائیں قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے، سے ملے۔ اور آپ ان کے مریدوں کے حلقہ میں شامل ہو گئے۔ آپ کے کنبہ کے لوگوں کو اس بات کا سخت قلق ہوا کہ ایک سید ارائیں کا مرید کیوں ہو۔ اکٹھے ہو کر بلھے شاہ کو روکنے آ گئے۔ اس واقعہ کا ذکر خود بلھے شاہ صاحب نے کیا ہے ؎

بلھے نوں سمجھاون آیاں بھیناں تے بھرجائیاں
آل نبیؐ اولاد علیؑ دی نوں بلھیا توں کیہہ لیکاں لائیاں
من جا بلھیا ساڈا کہنا چھڈ دے پلا رائیاں

لیکن بلھے شاہ شرابِ شوق میں سرمست تھے۔ جواباً فرمایا۔ ؎

جیہڑا سانوں سید آکھے دوزخ ملن سزائیاں
جیہڑا سانوں رائیں آکھے بہشتیں پینگاں پائیاں
جے توں باغ بہاراں لوڑیں بلھیا ہو جا طالب رائیاں

بلھے کو اپنے پیر سے بے حد عقیدت تھی اور اس شرابِ معرفت میں وہ اس قدر مست ہوئے کہ شرعیات سے بھی آزادانہ روش اختیار کر لی۔ آپ کی تصانیف وہ مشہور کافیاں ہیں، جن میں آپ نے سلوک و معرفت، جذبۂ حق و صداقت اور التقائے الٰہی کے گیت بڑی بے باکی سے گائے ہیں۔ دیکھئے! آپ کا ایک بے باکانہ شعر کیسا زوردار ہے ؎

بلھیا! پی شراب تے کھا کباب ہیٹھاں بال ہڈاں دی اگ
چوری کر تے بھن گھر رب دا، اوس ٹھگاں دے ٹھگ نوں ٹھگ

بلھے شاہ ایک عالم فاضل ہونے کے باوجود علوم کو جہالت سے تعبیر کرتے ہیں۔

لوکاں دیاں سب گلڑیاں تے اللہ اللہ دی گلّ
کجھ رولا پایا عالماں، کجھ ورقاں پایا جھلّ

بلّھے شاہ کی کافیاں متعدد بار مختلف مطابع سے شائع ہو چکی ہیں اور لوگوں کو کافی سے زیادہ زبانی بھی یاد ہیں۔ حال ہی میں پنجابی ادبی اکیڈمی نے ایک نفیس نسخہ کلیات بلھے شاہ کے نام سے شائع کیا ہے۔ بلّھے شاہ کے کلام میں عشقِ الہٰی، حق گوئی، بے باکی اور راست کرداری کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ زور کلام مثالی ہے۔ ان خوبیوں کی وجہ سے بلّھے شاہ کا نام پنجابی شعرا کی صفِ اوّل میں لیا جاتا ہے۔ بلّھے شاہ کی وفات ۱۱۷۱ھ کو ہوئی۔

کلیات میں کافیاں، سی حرفیاں، دوہڑے، اٹھوارے، اور باراں ماہ شامل ہیں۔ ان کے کلام کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ ان کی بعض منظومات کو ——————

(— C. S. USBRANA) نے انگریزی میں ترجمہ کیا تھا۔ حال ہی میں ہمارے محترم دوست قریشی غلام یعقوب انور بی۔ اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ ہائیکورٹ ساکن گوجرانوالہ نے کلیات بلّھے شاہ کا انگریزی نظم میں ترجمہ کیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہوا۔

نمونۂ کلام

وید قرآناں پڑھ پڑھ تھکّے   سجدے کردیاں گھس گئے متھے
نہ رب تیرتھ، نہ رب مکّے   جس پایا تس نور جمال

عشق دی نویوں نویں بہار

ہیر رانجھے دے ہو گئے میلے   بھُلّی ہیر ڈھونڈیندی بیلے
رانجھا یار بُکّل وچ کھیلے   سُدھ نہ رہیا سُرت سنبھال

عشق دی نویوں نویں بہار

پھوک مصلیٰ نے بھن سوٹا　　نہ پھڑ تسبیح عاصا لوٹا
عاشق کہندے دے دے ہوکا　　ترک حلالوں کھا مردار

عشق دی نویوں نویں بہار

عمر گنوائی وچ مسیتی　　اندر بھریا نال پلیتی
کدے نماز وحدت نہ نیتی　　ہن کرنا ہیں شور پکار

عشق دی نویوں نویں بہار

جاں میں سبق عشق دا پڑھیا　　مسجد کولوں جیوڑا ڈریا
ڈیرے جا ٹھاکر دے وڑیا　　جتھے وجدے ناد ہزار

عشق دی نویوں نویں بہار

عشق بھلایا سجدہ تیرا　　ہن کیوں پانویں ایویں جھیڑا
بلھا ہوندا چپ بتیرا　　عشق کریندا مارو مار

عشق دی نویوں نویں بہار

ناں میں مومن وچ مسیتاں　　ناں میں وچ کفر دیاں ریتاں
ناں میں پاکاں وچ پلیتاں　　نہ میں موسیٰ نہ فرعون

بلھیا کیہ جاناں میں کون

نہ میں بھیت مذہب دا پایا　　نہ میں آدم حوا جایا
نہ میں اپنا نام دھرایا　　نہ وچ بیٹھن نہ وچ بھون

بُلھیا! کیہ جاناں میں کَون

اوّل آخر آپ نُوں جاناں — نہ کوئی دوجا ہور پچھاناں
میتھوں کوئی نہ ہور سیانا — بُلّھیا شوہ کھڑا ہے کون
بُلھیا کیہ جاناں میں کَون

نہ خدا مسیت نہ مندر نہ خانے کعبے — نہ خدا آن کتابیں نہ خدا نمازے
نہ خدا لے تیرتھیں اینویں پینڈے جھا کے — بُلّھیا شوہ نوں مرشد ملیا چُھٹّے سب تقاضے
حاجی لوک مکّے نوں جاندا اساں جاناں تخت ہزارے
جت ول یار اوتے ول کعبہ بھانویں ویکھ کتاباں چارے

سیّد علی حیدر :-

سیّد علی حیدر ضلع ملتان کے قصبہ قاضیاں میں یکم شعبان ۱۱۱۲ھ مطابق ۱۶۹۰ء پیدا ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام شیخ محمد امین تھا۔ آپ جیلانی سیّد تھے اور خواجہ فخرالدین دہلوی کے مُرید تھے۔ پنجابی صوفی شعرا کی مصنفہ مس راما کرشنا لاجونتی آپ کے سیّد ہونے پر شک کرتی ہیں۔ علی حیدر کا کلام صوفیانہ حقائق سے بھرپور ہے۔ اگرچہ یہ بلھے شاہ کے کلام کے پایہ کا نہیں۔ تاہم اکابر شعرأ کے کلام شامل ضرور ہوتا ہے۔ ان کا یہ کلام مدت تک غیر مدوّن رہا جس کو بعد میں ملک فضل دین سگے زئی نے حضرت غلام حیدر کی مدد سے مکمل کرکے "مکمل مجموعہ ابیات علی حیدر" کے نام سے ۱۳۲۵ھ میں شائع کیا جس میں چھ سی حرفیاں بیتوں

ابیات اور ایک قصہ ہیر شامل ہے۔ قصہ ہیر تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ یہ علی حیدر ملتانی کا نہیں بلکہ غلام قادر حیدر جلال پوری کی تصنیف ہے۔ اور اس مصنف کا قلمی نسخہ ہمارے پاس موجود ہے۔ علی حیدر کی وفات سنہ ۱۱۹۰ھ میں ہوئی۔

نمونہ کلام

ت:- تاریاں لاریاں تیندیاں نے مینوں لاریاں کاریاں ماریاں نی
ہیر جیہیاں سے گڈیاں گھوڑیاں نے صدقے کیتیاں تیتھوں واریاں نی
چوہڑ مار ترور پاسے پاسے، توڑ دتیاں ہڈیاں ساریاں نی
حیدر کرن کھاریاں، تیتھوں اساں جتیاں بازیاں ہاریاں نی

ا:- ایتھے اوتھے اساں آس تینڈی اتے آسرا تینڈڑے نور دا اے
مینیں سب حوالڑے تینڈڑے نی اساں خوف نہ کھنڈرے جور دا اے
توں ہی جان سوال جواب تیتھوں، سانوں خوف نہ اودھڑی گور دا اے
علی حیدر نوں سک نہیں تینڈڑی اے تینڈڑے باہجھ ناہیں سائیں ہور دا اے

ع:- عشق ماہی دی بھٹی تپ دی، تپ دی تے بھاہ بھاہ کرے
عاشق سڑ دے تے زار زار کر دے باہر عشق بیا واہ واہ کرے
سلیماں بھٹیاری دا بھٹ جھوکے اتے سنگ مچھیانی نے ہاہا کرے
جنہاں اپنا آپ ماریا دسے حیدر تنہاں جنت دی کی پرواہ کرے

ع:۔ عرش کتھے ہو عشق دی طبیں اگر سی ہو حیران کھلو رہی
پیا شور سی دوہاں جہاناں اندر تد دی چھپ کے گیتی سی جال وچی
عاشق ب پ ت نہ جاندے فی نہیں جاندے صیغہ امر نہی
حیدر وارے جائیے انہاں عاشقاں تے جنہاں امر دچوں کیتا رب جی

مُقبل :۔

مُقبل محمد شاہی عہد کا مشہور اور نامور شاعر ہے۔ آنکھوں سے نابینا تھا۔ قصہ ہیر، جنگنامہ امام حسینؑ، اور ایک سی حرفی در مدح پیران پیر آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ جن میں سے قصہ ہیر بہت مشہور ہے۔ اس قصہ میں کل ۴۴۳ بند ہیں۔ مختصر ہونے کے باوجود جامع اور دلکش ہے۔ وارث شاہ کی ہیر اسی کی تقلید میں لکھی گئی۔ اس کا جنگنامہ ۱۱۵۹ھ تا سنہ ۱۱۶۰ھ میں نظم ہوا۔ مقبل کی تصنیفات متعدد بار شائع ہو چکی ہیں اور بازار میں عام ملتی ہیں۔

(نمونہ کلام۔ ہیر میں سے)

راجے عدلی سنے دوہاں نوں وداع کیتا وانتے رب دے نام دھیائے جی
ہیر آکھدی رانجھا جان میری اکراں گل جے سنیں دل لائیکے جی
ساڈا عشق قبول درگاہ پیا، لیلیٰ مجنوں دے نال رلائیکے جی
میں آکھنی ہاں گل من میری مُقبل سوال خدا دا پائیکے جی

پہنچی جھنگ سیال نوں ہیر ڈھی، رانجھا تخت ہزارے نوں جاوندا اے

پنج پیراں نوں رانجھنے یاد کیتا، پلٹے گن درست کراندا اے

امام حسینؑ کی شہادت

زینب آہیں ماریاں نال آپ کلثوم ۔۔۔ ویرا ساتوں کر گیوں ناتیاں تے مظلوم
بی بی چوڑا بھنیاں پٹ پٹ سٹے وال ۔۔۔ سایاں کر پٹدی چیکاں مار بے حال
نکوں نتھ اتار کے لبندی کر کر وین ۔۔۔ ڈیرا رنڈا کر گیوں دولو شاہ حسینؑ

سیّد وارث شاہ:-

سیّد وارث شاہ پنجابی زبان کا بلا شبہ سرتاج الشعرا شاعر ہے۔ اور پنجابی زبان اس ہستی پر جتنا بھی فخر کرے کم ہے لیکن یہ بات نہایت افسوس سے لکھنی پڑتی ہے کہ جس قدر اس کی شاعرانہ عظمت نمایاں ہے اُسی قدر اس کی زندگی کے حالات مخدوش ہیں۔ آپ کی صحیح تاریخ پیدائش، تاریخ وفات اور خاندان کا علم کہیں سے میسر نہیں آسکا، سوائے آپ کے اس مصرعہ سے۔ ع

بناں عمل دے نہیں نجات ہونی، پیا ماریئیں قطب دیا بیٹیا وے

اس مصرعہ سے آپ کے والد صاحب کا نام سید قطب شاہ مستنبط ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں آپ کی زندگی کے تمام پہلو غیر مصدقہ روایات پر مبنی ہیں۔

بہر حال قصہ ہیر رانجھا آپ کی وہ زندہ جاوید تصنیف ہے جو وارث شاہ کو ہمیشہ زندہ رکھے گی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ قصہ ۱۱۸۰ھ میں تصنیف ہوا۔ اس قصہ میں وارث شاہ نے اپنا وطن جنڈیالہ بتایا ہے جو ضلع شیخو پورہ میں اب جنڈیالہ شیر خاں

کے نام سے

وارث شاہ وسنیک جنڈیالڑے داتے مرید مخدوم قصور دا اے

مخدوم قصور سے بعض محقق سیّد غلام مرتضیٰ مراد لیتے ہیں اور بعض مولانا غلام محی الدین قصوری بتاتے ہیں۔ غلام محی الدین قصوری والی روایت تو قطعی طور پر غلط ہے۔ غلام مرتضیٰ صاحب والی روایت کے متعلق کچھ وثوق سے نہیں کہا جا سکتا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اِس کے علاوہ قصّہ ہیر رانجھا کا سببِ تصنیف وارث شاہ کا بھاگ بھری سے معاشقہ بتاتے ہیں جو کہ محض افواہ ہے اور ہمارے نزدیک قطعی طور پر غلط ہے۔

بعض تذکرہ نگار یہ بھی لکھتے ہیں کہ سید وارث شاہ، حضرت بُلّھے شاہ قصوری اور سید علی حیدر ملتانی کے ہم درس تھے۔ یہ قصہ بھی محض روایت کی حیثیت رکھتا ہے۔ وثوق سے اِس کے متعلق بھی کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ یہ تینوں شاعر ہم عصر ہوں۔ کیونکہ بلّھے شاہ کی وفات ۱۱۷۱ھ میں ہوئی۔ علی حیدر ۱۱۹۱ھ میں فوت ہوئے اور وارث شاہ کے متعلق مشہور ہے کہ انہوں نے ہیر ۱۱۸۰ھ میں لکھی۔ ان کے ہم درس ہونے کا ثبوت کہیں سے نہیں ملتا۔

وارث شاہ کی ہیر پنجابی ادب کا وہ شہ کار ہے جس کا جواب آج تک پیدا نہیں ہو سکا۔ لیکن اِس کے بارے میں بھی یہ بات نہایت افسوس سے لکھنی پڑتی ہے کہ اس میں ترتیب کے وقت ترمیم و تنسیخ کا کام اِس زیادتی سے لیا گیا ہے کہ وارث شاہ کی اصلی ہیر پر بھی شبہ ہونے لگتا ہے کہ آیا وہ اب موجود ہے یا نہیں۔ کیونکہ ہیر کے ناشرین نے اِس کی طباعت کے وقت ہمیشہ یہی خیال پیشِ نظر

رکھا ہے کہ اس کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا جائے۔ تاکہ لوگوں میں زیادہ سے زیادہ مقبول ہو۔ اور وہ سب سے اور بڑے فخر سے کہتے ہیں۔

"سب توں وڈی تے اصلی ہیر"

اس کو بڑی اور اصلی بنانے کے لیئے اشعار کا اِس قدر اضافہ کیا کہ اُس کی اصلی صورت بگڑ گئی۔ اس کی طباعت کی کہانی خان بہادر مولوی محمد شفیع صاحب اور سر رچرڈ ٹمپل لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے ہیر "ہوپ پریس" میں شائع ہوئی سنہ ۱۸۶۰ء اور سنہ ۱۸۷۰ء کے درمیان رائے صاحب منشی گلاب سنگھ، حاجی سراج الدین چراغ دین ملک ہیرا مصطفائی پریس لاہور نے یکے بعد دیگرے اِس کو شائع کیا۔ امرت سر میں بھائی چتر سنگھ، جیون سنگھ نے بھائی میلا سنگھ صاحب کے اُستاد سے لکھوا کر گورمکھی حروف میں طبع کروائی۔ اِس کے بعد بھائی کشن سنگھ عارف اور نیاز علی نے افغانی پریس سے طبع کرائی۔ اس کی اِس قدر مقبولیت سے اس پر اضافات کا سلسلہ شروع ہوا، چنانچہ اِن اضافات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

میاں رُکن دین کے نسخہ میں ۱۶۷۳ مصرعے ہدایت اللہ نے زیادہ کہے۔ میاں پیراندتہ نے ۱۱۹۲ مصرعے، مجرب عالم نے ۷۵۰ مصرعے، محمد دین سوختہ نے ۷۹۴ مصرعے، اشرف علی نے ۵۰۰ مصرعے اور عبدالرحمٰن نے ۲۶۰ مصرعے زیادہ کہے۔

اس کے علاوہ عزیز دین نے بھی کچھ مصرعے زائد کہے، جن کی تعداد معلوم

نہیں۔ان اضافات کے پیشِ نظر وارث شاہ کی اصلی ہیر کہاں ہے۔

ہیر کے علاوہ وارث شاہ کی تصنیفات چوہریڑی نامہ، معراج نامہ، اشتر نامہ، دوہڑے، ترجمہ قصیدہ بُردہ، وصیت نامہ اور مدح غوث الاعظم مشہور ہیں۔

نمونہ کلام

مرد صاف چہرے ہین، نیکیاں شے صورت رَن دی ہیم موقوف ہے نی

مرد عالم فاضل اتے اصل قابل کسے رَنّ نوں کون وقوف ہے نی

صبر فرح ہے متیاں نیک مرداں اتے صبر دی واگ معطوف ہے نی

دفتر مکر فریب سنے خچرّ وادی اہناں پستیاں وچ ملفوف ہے نی

اندر خاص جے عمل نہ نیک ہوون، انسان کہاد نا زوف ہے نی

"اِنَّ کَیدَکُنَّ" حق عورتاں دے اہناں وچ قرآن حروف ہے نی

رَن مرد دی سدا محکوم ہوندی، ایہہ تاں گل مشہور معروف ہے نی

وارث شاہ ولایتی مرد میوے اتے رَنّ مسواک اصوف ہے نی

جیہناں خبر دینا منداجرگیاں نوں اچھی بھابڑے نوں ماس بھہناں نی

کیت بھگت قاضی، تیل کھنگ والے، ڈھشناں لوگ پلہناں نی

زہر جیوندے نوں آن سن والے، پانی ہلکیاں نوں دھرن ساہمناں نی

سہیا چوہڑیاں نوں، بیاج موٹناں تے روح چکڑ پیدا ہونا ضامناں نی

مندی جھڑک یتیم مسکین سائل وانوں ہٹک دینا دیاں وانیاں نی

مندا مورکھاں دے وچ واس کرنا، پندھ چلنا نال ارگا نتاں نی

دانشمندوں دی مجلسوں ترک کرنی، استے احمقاں نوں یار جاناں نی
اودڑ خچراں نوں، شیر اکھیراں نوں دیناں اٹھیاں سمر پچھانناں نی
برا جھگڑنا نال فقیر ہوندا، جانوں ماردیناں عقل داناں نی
وارث شاہ جیویں لکھیا چوہیاں نوں سنکھ ملاں نوں تے بانگ بہنیاں نی

صبح کا منظر

چڑی چوہکدی نال جاں ٹرے پاندھی پیاں دُھدے وچ مدھانیاں نی
صبح صادق ہوئی جدوں آن روشن تدوں لالیاں آن چمکانیاں نی
اکناں اٹھ کے ریڑکا پا دتا، اک ڈھوندیاں پھرن وددھانیاں نی
اک اٹھ کے ہلیں تیار ہوئے اک ڈھونڈے پھرن پرانیاں نی
لیاں کدھ ہرنالیاں ہالیاں نے بیاں کھوہیں نوں جنہاں نے لانیاں نی
گھر بار رناں چکیاں جھوتیاں نے جنہاں تاوناں گنھ پکانیاں نی
کاربار وچ ہویا جہان سارا، چرخے ڈاہندیاں اٹھ سوانیاں نی
اٹھ غسل دے واسطے جان ڈٹھے، سیجاں جنہاں نے رات دیاں مانیاں نی

کتھے وسدیاں جیڈ نہ بھلا کوئی، برا نہیں جے کم فتور جیہا
دان دیونے جیڈ نہ عمل کوئی، ذکر رب دے جیڈ نہ نور جیہا
غصے جیڈ ناہیں کوڑی چیز کوئی، مٹھیار دے لباں دے پُور جیہا
صحت جیڈ ناہیں کوئی ہور نعمت، مندا دکھ نہ گھاہ نہ سور جیہا

مُوذی نفس دے جیڈ پلید ناہیں، بے غیرت بُرا نہ سُور جیہا
وارث شاہ جیہا گنہگار ناہیں، بخشنہار نہ رب غفور جیہا

حامد شاہ عباسی :-

حامد شاہ عباسی ہنڈ چوفتہ پرگنہ پٹھان کوٹ ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے۔ سن پیدائش ۱۱۶۱ھ، والد کا نام سید عطاء اللہ اور دادا کا نام سید اعظم شاہ تھا۔ ان کے دادا تبلیغ اسلام کی غرض سے ہندوستان میں علاقہ ماوراء النہر سے آئے تھے۔ حامد شاہ، نور پور کے راجہ کے مصاحبوں میں سے تھے اور اپنے گاؤں میں امام مسجد تھے۔ حامد شاہ کثیر تصنیفوں کے مالک ہیں تفصیل جن کی ذیل میں درج ہے۔

۱۔ جنگ نامہ حامد۔ (۲) اخبار حامد، (۳) ہیر حامد (۴) گلزار حامد۔ (۵) تفسیر حامد۔ (۶) فقہ نامہ جدید (۷) احکام الصلوٰۃ۔ ان میں سے جنگنامہ اور ہیر بہت مشہور ہیں۔ جنگنامہ حامد ۱۱۸۱ھ میں شروع ہوا تھا اور ۱۱۹۱ھ میں پایۂ تکمیل تک پہنچا۔

نمونہ کلام

اکھیاں قاسم شیر دیاں میٹھے مِٹھیاں نال
ریش مبارک اُتّے وں تُوں بہنے خون دا ل
زلف قاسم شیر دی جو سی گرد غبار
کنگھی زلفاں پاک کر ہوئی بہت کھنجال
کہندی میرا قاسماں ہوئیوں وچ شہید
کیہہ کھڑیا تُدھ سی ایں شریر یزید
بے تقصیر اماریوں کوئی نہ گناہ
نہ سی دشمن کسے دا بندہ نیک اللہ

اُٹھیں میرا قاسما! نال میرے لگ گل　　جگر دا چھالا ہو گیا، گیا کلیجے سل

صدیق لالی :-

صدیق لالی کے حالات کہیں سے دستیاب نہیں ہو سکے۔ صرف یہی معلوم ہو سکا ہے کہ آپ نے ۱۱۳۵ھ میں قصہ یوسف زلیخا تصنیف کیا جس کے متعدد نسخے پُرانے کتب خانوں سے دستیاب ہوتے ہیں۔

نجابت :-

"نادر شاہ دی وار" پنجاب کے علاقہ میں ایک اہم کتاب ہے جو گذشتہ زمانے میں مراسیوں اور بھانڈوں کو زبانی یاد تھی اور وہ عام مجلسوں میں ایک خاص انداز سے سنایا کرتے تھے۔ لوگ اِس وار کو نہایت اشتیاق اور انہماک سے سنتے تھے۔ اِس میں نادر شاہ کے ہندوستان پر حملہ کے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ ۱۹۲۰ء میں سر ایڈورڈ میکلیگن صاحب بہادر جب کالونائزیشن آفیسر مقرر ہوئے تو انہوں نے خانقاہ ڈوگراں کے ایک میراثی سے سُن کر اسے مرتب کیا اور رومن رسم الخط میں لکھا۔ اِس کا کچھ حصہ "خالصہ ینگ مین میگزین" میں شائع ہوا۔ پھر خالصہ ٹریکٹ سوسائٹی نے مینجر میگزین کی اجازت سے اسے ٹریکٹ کی شکل میں شائع کیا۔ پھر یہ وار پنجاب ہسٹاریکل ایسوسی ایشن کے جرنل جلد ۶ نمبر ۱ میں شائع ہوئی۔ اس کے مصنف کے بارے میں محققین کچھ وثوق سے نہیں کہہ سکے بعض کا خیال ہے کہ یہ علاقہ پنڈی کے شاہ چراغ کی تصنیف ہے۔ جس کو نجابت نے بنا سنوار کر اپنے نام کر لیا۔ ہمارے نزدیک نجابت والا سلسلہ بھی قابلِ وثوق نہیں۔ بہر حال لوگ

اس کو نجابت کی "نادر شاہ دی وار" کہتے ہیں۔

نمونہ کلام (دہلی کی تاریخ)

اوّل دہلی کورو ڈاں گھر اپنے پائی — فیر لئی سی غوریاں کجھ مدت وسائی
فیر چوہاناں رکھیا خوش رنگ کر لائی — فیر لئی پٹھاناں، گھر چوسٹھے آئی
فیر لئی بابر کیاں چوغتیاں دھر سارکوہائی — دہلی نت نوں ورمیں رت دھڑی لوائی
تُد لکھ کھپائیاں کھونیاں مہر ذرا نہ آئی — اِک ماریں اِک سر دھریں رنگ حُسن سوائی
نویاں کل ولائتاں جگ پھیرے دو ہائی — ماس کھائے راج پُتراں جو بکر قصائی
دہلی توں شہزادیاں کھہہ ہوندی آئی

محرم شاہ:۔

محرم شاہ کی ایک سی حرفی مشہور ہے جو کہ متعدد بار شائع ہو چکی ہے مزید حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

عظیم ولد محمد سعید:۔

بارھویں صدی کے شعرا میں سے ہیں۔ باراں ماہ۔ قصہ لد کا جنگ نامہ حضرت علیؓ آپ کی تصانیف ہیں، جن کے متعدد نسخے ہمارے پاس موجود ہیں۔

عمر بخش درویش:۔

آپ کی دو سی حرفیاں اور پنج بیتے لکھے ہوئے ملتے ہیں۔

میاں اشرف:۔

لاہور کے رہنے والے تھے۔ ۱۱۳۶ھ میں وفات پائی۔ آپ نے باراں ماہ اور جوبر گے لکھے۔

اسی طرح شاہ حبیب اور مولوی جان محمد صاحب ساکن جانی والا اس دور کے شعرا میں سے ہیں۔ مولوی جان محمد صاحب کی وفات ۱۲۰۰ھ میں ہوئی۔ آپ کی ایک سی حرفی اور رسالہ رتسیا مشہور ہیں۔

نمونہ کلام

ایس پلنگڑی مینوں پائی دلگیری ویکھ پائے غم آڈے
ہتیاں کڑکن وانگ سنیاں، میںوں سیرو شیر ڈراوے
چُرلیں سوال اُٹھے من میرے مینوں امن کھاون آوے
جان محمدا ہیٹھ پئی پلنگڑی جتھے پیارا نظر نہ آوے

فیض اللہ:

تحفۃ العاشقین کے مصنف ہیں جس میں حضرت موسیٰؑ کی تاریخ درج ہے اس موضوع پر اتنی ضخیم کتاب تاحال نہیں دیکھی جاسکی۔ کتاب کا قلمی نسخہ ناقص الآخر ہے جس سے فیض اللہ کے حالات معلوم نہیں ہو سکے۔ صرف قرائن سے اندازہ کیا گیا ہے کہ یہ محمد شاہی دور کا آدمی ہے۔

مولوی رکن دین:

آپ نے ۱۱۳۶ھ میں جنگ نامہ امام حسین علیہ السلام لکھا جو کہ روضۃ الشہدا کے نام سے مشہور ہے۔

شیخ امام الدین:

آپ ہری پور ہزارہ کے باشندے ہیں۔ ایک رسالہ "نمانی جندڑی" اور ایک سی حرفی آپ کی تصنیفات میں سے ہیں۔ نمانی جندڑی ۱۱۹۴ھ میں لکھی گئی۔

میاں چراغ دین اعوان:۔

پنڈ کھیتر متصل ہرنڈ ضلع ڈیرہ غازی خاں کے رہنے والے تھے۔ اورنگزیب کے بیٹے معظم خاں کے کہنے پر قصہ ہیر رانجھا ۱۱۲۱ھ میں تصنیف کیا۔

اِن کے علاوہ میاں نعیم، سائیں لنگھاہ، مسکین۔ غلام رشید۔ مولوی بخشا۔ سری بھگت صاحب۔ اگر (مصنف "حقیقت رلئے دی وار") اِس دَور کے مشہور شاعر ہیں۔ گلاب سنگھ اور بہبل لاہوری بھی اِس دَور کی اہم یادگاریں ہیں۔ گلاب سنگھ کا باراں ماہ اور بہبل کی ہیر اور قصہ سسی پنوں بہت مشہور ہیں۔

نمونہ کلام گلاب سنگھ

چھیتی جا معشوق ملن دی زلف کنڈل وچ پاوے ڈنگ چلاوے
نازک کمر ویکھ دلبر دی خاطر شیر نہ آوے سو سر تاوے
نرگس نین، صراحی گردن، لباں لعل وکھلاوے مار مکاوے
گلاب سنگھا سوہنی دے باہجوں کونج وانگوں کرلاوے نظر نہ آوے

نمونہ کلام بہبل

ص۔ صفائی دل دی باہجوں ناہیں قُرب حضوری تے منظوری
بے صبراں نوں حاصل ہیرے ناہیں اجر ضروری رُتبہ نوری
اوّل آخر ظاہر باطن لوڑے نہ کوئی پوری باجھ صبوری
کریں متابعت ہیرے بہبل نہ کر بے شعوری تے مغروری

سکھی عہد

۱۲۱۶ھ تا ۱۲۶۶ھ

چوتھا باب

مُغلیہ خاندان کے زوال کے بعد ہند و پاکستان میں سکھوں کا عروج ہُوا۔ یہ سارے کا سارا دور مُلکی بد امنی کا دَور تھا جس میں علم و ادب کی طرف کوئی خاص توجہ نہ دی گئی۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ پنجابی زبان کے متعلق سکھوں کی رائے ہے کہ یہ اُن کی زبان ہے۔ کیونکہ اِس کی ابتدا اِن کے مذہب کے بانی گرو نانک سے ہوئی۔ مسلمان پنجابی زبان کے اِس لیئے دعویدار ہیں کہ پنجاب میں اِس کی ترویج اُن کی آمد سے ہوئی اور اس کی ہئیت کذائی انہیں کی زبانوں فارسی، عربی کے اختلاط سے معرضِ وجود میں آئی۔ لہٰذا ان ہر دو قوموں کا دعویٰ اِس زبان کے ارتقار میں شروع سے آخر تک کارفرما رہا۔ سکھوں نے اسے

اپنی مذہبی زبان سمجھتے ہوئے ہندوستان کی قدیم زبانوں کی چاشنی کو نہ چھوڑا اور تاحال اُنھی زبانوں کے الفاظ پنجابی زبان میں استعمال کرنے میں فخر سمجھتے ہیں اور مسلمان فارسی اور عربی زبانوں کے الفاظ سے اس کی شان کو چار چاند لگاتے ہیں اور یہ فرق تاحال موجود ہے۔

مغلیہ دور میں دفتری زبان فارسی تھی۔ سکھی دَور میں اس بات پر ہنگامہ ہوا کہ دفتری زبان پنجابی ہونی چاہیئے۔ لیکن رسم الخط اور ہردو قوموں کی مساویانہ زبانی کے ارتقاء کے پیشِ نظر سکھی دَور میں بھی پنجابی زبان دفتری زبان نہ ہو سکی اور فارسی ہی دفتری زبان رہی۔ اور پنجابی کے ارتقاء کا سلسلہ جوں کا توں ہی رہا۔ البتہ حسب سابق ذریعۂ تعلیم مساجد میں پنجابی ہی تھا۔ شعر وسخن کے باب میں نظم کے موضوعات جوں کے توں رہے لیکن اس دَور کے شعرا کو اتنا فروغ نہ ہوا، جس فروغ کے حامل گذشتہ ادوار کے شعراء ہیں۔ البتہ ہاشم شاہ، خواجہ غلام فرید۔ احمد یار۔ قادر یار اور میاں عبدالحکیم ملتانی وہ چند ہستیاں ہیں جن کو اس موضوع میں کسی صورت میں بھی بھولا نہیں جا سکتا۔ اس دَور کے شرعیات کے سلسلہ میں مولوی سید احمد اور حافظ خان محمدؒ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ رزمیہ شاعری کے باب میں حاتم علی اور میاں مصطفیٰ نے جنگ نامہ امام علی الحق لکھ کر اور پیر محمد نے "چٹھیاں دی وار" لکھ کر اس موضوع کو پورا کیا۔ شاہ محمد نے سکھوں اور انگریزوں کی لڑائیاں لکھیں، جن میں شاہ نامہ فردوسی والا جوش وخروش تھا۔ اس دَور کے ان نامور شعراء کا ذرا تفصیلی ذکر آئندہ اوراق میں ہوگا۔

حسب سابق مسلمان اپنا شرعیات کا سلسلہ پنجابی زبان میں بیان کرتے

آئے، کیونکہ مساجد میں تعلیم پنجابی زبان میں ہوتی تھی۔ اِس لحاظ سے اِس دَور میں بھی شرعیات کا سلسلہ پنجابی زبان میں کافی سے زیادہ موجود ہے۔ البتہ فقہی مسائل سے اسلامی قصص کا ذخیرہ نسبتاً زیادہ ہے۔ مذہبی لٹریچر کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

شاہ حسین۔ ساکن موضع ڈھینڈہ، ضلع ہری پور ہزارہ میں دس جمادی الاوّل ۱۲۵۲ھ میں تنبیہہ المشرکین' بدعات سنیہ کے رد میں تصنیف کی جو کہ ۱۳۰۰ھ میں مطبع محمدی میں طبع ہوئی۔

حافظ خان محمد نے ۱۲۴۲ھ میں رسالہ مفید العلماء تصنیف کیا جس میں فقہی مسائل درج ہیں۔

غلام محی الدین قصوری:۔

قصور کے جلیل القدر علماء سے ہیں، جن کی فارسی تصنیف تحفہ رسولیہ اسلامی نظامیہ مدارس میں کافی عرصہ تک متداول رہا۔ اِس کے علاوہ اِن کی فارسی تصنیفات حلیہ شریف۔ شرح دیباچہ گلستان سعدعربی متفرق منظومات عربی، فارسی اور مکتوبات مشہور ہیں۔ آپ نے پنجابی نظم میں مسائل حج اور درود مستغاث کا ترجمہ پنجابی نظم میں کیا۔ مولانا صاحب موصوف کی وفات ۱۲۷۰ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار مبارک قصور میں مرجع خاص و عام ہے۔

سید احمد ناظم:

شادیوال ضلع گجرات کے جلیل القدر علماء میں سے ہیں۔ آپ کا اصلی وطن قلعدار ضلع گجرات ہے۔ حافظ خان محمد صاحب کے فرزند ارجمند تھے۔ فارسی عربی اور پنجابی میں آپ کی تصانیف مشہور ہیں۔ عقائدِ ناظم فارسی نظم'

مستاصل البدعت رسالہ بجواب مولوی غلام رسول صاحب ساکن قلعہ میہاں سنگھ

ایک رسالہ بجواب حافظ عبد المنان وزیر آبادی بزبانِ عربی ارشاد الجاہلین،

پنجابی زبان میں آپ کی مشہور کتاب ہے۔ آپ کی وفات بروز یک شنبہ بوقت

ظہر ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۳۰۲ھ میں ہوئی۔

حافظ پسروری :-

ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ رسالہ فتح القلوب سنہ ۱۲۸۰ھ میں

کسی محمود کے کہنے پر مسجد جنگڑاں میں بیٹھ کر لکھا جس میں مزامیر کی تردید ہے۔

گل حسن نے اسی دور میں ایک رسالہ عمدہ وسی ۱۳۰۰ مسئلہ تصنیف کیا۔ اس سے مزید

اس کے حالات دستیاب نہیں ہو سکے۔

بہار شاہ ولد حافظ عظمت اللہ قریشی نے رسالہ راحت الفقرا تصنیف

کیا جس کا قلمی نسخہ ہمارے پاس موجود ہے۔

عبد النبی نے ایک رسالہ بنام کوٹھا پنجابی نظم میں لکھا جس میں وضو اور

نماز کے فرائض اور سنن درج ہیں۔

خدا بخش نے بدعت نامہ دھونکل سنہ ۱۲۶۰ھ میں لکھا جس میں میلہ

دھونکل کی بدعات کا ذکر ہے۔

ان شرعیات گو شعرا کے علاوہ بعض شعرا کے اسلامی قصص بھی اس دور

کی یادگار ہیں جن میں سے مراد علی کا قصہ "وفات نامہ بی بی فاطمہ" مشہور ہے۔

محمد بخش نامی ایک شاعر نے جنگ نامہ عمر تصنیف کیا۔ حافظ نامی شاعر

نے معجزہ حضرت سلیمان فارسی سے پنجابی میں منتقل کیا۔

صوفی شعراء:-

اِس دَور میں کچھ صوفی شعراء کا سلسلہ بھی نظر آتا ہے جن کا کلام زبان زد خاص و عام ہے۔ اِن سب کے سرکردہ سیّد ہاشم شاہ سکھی عہد کے سب سے بڑے شاعر ہیں۔ یہ امرتسر کے ایک گاؤں جگدیو میں ۱۷۵۳ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸۴۳ء میں وفات پائی۔ آپ کی قبر ٹھرپا کی ضلع سیالکوٹ میں بتائی جاتی ہے۔ ہاشم شاہ کے حالاتِ زندگی کے متعلق دو متضاد روایات دیکھنے میں آئی ہیں۔ باوا بدھ سنگھ صاحب بمبیا بولی میں لکھتے ہیں۔ ہاشم شاہ ولد قاسم شاہ قوم ترکھان جگدیو پنڈ ضلع امرت سر میں پیدا ہوئے تعلیم معمولی تھی۔ جب رنجیت سنگھ کا والد مہان سنگھ فوت ہوا تو ہاشم شاہ نے مرثیہ لکھ کر پیش کیا جس سے یہ درباری شاعر بنا دیئے گئے۔ پنجابی صوفی شعرا کی مصنفہ مس راما کرشنا لاجونتی بھی اِسی روایت کو صحیح مانتی ہے لیکن اُن کی رنجیت سنگھ کے دربار میں رسائی کا ذکر نہیں۔ مزید براں لکھا ہے کہ اُس کو درباری زندگی سے نفرت تھی جس کے استشہاد میں دو شعر پیش کرتی ہیں ؎

کہہ سُن حال حقیقت ہاشم ہن دیاں بادشہاں دی
ظلموں کوک گئی اسمانیں دکھیاں روز دلاں دی
آدمیاں دی صورت دسدے راکھش آدم خورے
ظالم چور رلیت رنا ہی خوف خداؤں کورے
بس ہُن ہور نہ کہو کجھ ہاشم جیوں رب رکھے رہنا
ایہہ گل نہیں فقیراں لائق بُرا کسے نوں کہنا

اس کے برعکس مسلمان محقق محمد سرور مصنف "پنجابی ادب" اور عبدالغفور قریشی "مصنف پنجابی زبان دا ادب تے تاریخ" لکھتے ہیں۔ کہ ہاشم شاہ ۱۷۵۳ء میں ضلع امرت سر کے ایک گاؤں جگدیو میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حاجی محمد شریف ایک قریشی النسل عرب تھے۔ جنہیں جگدیو کا ایک بڑھئی الہ بخش نامی فریضۂ حج کے موقع پر عرب سے اپنے ساتھ لے آیا۔ حاجی محمد شریف صوفی منش بزرگ تھے۔ انہوں نے ہاشم کی تربیت اس ڈھنگ پر کی کہ ہر شخص محسوس کرتا تھا کہ یہ بچہ ایک بہت بڑا صوفی بن جائے گا۔ چنانچہ ۱۴ سال کی عمر میں ہاشم نے عربی، فارسی اسلامی علوم پر کافی عبور حاصل کر لیا۔ بہرحال ہاشم شاہ ایک اچھے پڑھے لکھے انسان تھے۔ ان کی مہاراجہ کے دربار میں رسائی کے متعلق بھی اس کی غیر مصدقہ روایات موجود ہیں۔ جو بخوفِ طوالت حذف کی جاتی ہیں۔

تصنیفات: سسی پنوں۔ سوہنی مہینوال۔ ہیر رانجھا لیلیٰ مجنوں شیریں فرہاد۔ چھتاہر۔ زبدۃ الرمل۔ ٹیکا پنج گرنتھی۔ گیان مالا۔ راج نیتی۔ دیوان ہاشم۔ چہار بہار ہاشم۔ بیاض ہاشم۔ دوہڑے ہاشم۔ شلوک ہاشم۔ کافیاں ہاشم بتائی جاتی ہیں۔ ان کے علاوہ محمد سرور صاحب نے آپ کی فارسی غزلیات اور قصہ یوسف زلیخا فارسی کا بھی ذکر کیا ہے۔

نمونہ کلام

سسی کو دریا میں ڈالنے کا واقعہ

واہ کلام نصیب سسی دے نام لیاں دل ڈردا
تختوں چا سٹی سلطاناں خیر پوے در دردا

بیل غریب ناقابل جیہا، چاڑ میں سر دھردا
ہاشم حاجت نہ بولن والی جو چاہے سو کردا

جس استاد صندوق سسی دا گھڑیا نال قہرے
افلاطون ارسطو جیہے ہون شاگرد ہنر دے
زینت زیب شکل سب اس تھیں دلبر جیہن مصرے
ہاشم ویکھ ہنر بس کردے صاحب عقل ہنر دے

پا صندوق رڑھا سسی نوں، نوح طوفان وگیندا
باشک ناگ نہ ہاتھ لیاون ڈھول پناہ منگیندا
پار اُروار بلائیں بھریاں ڈانواں ڈول زمیندا
ہاشم ویکھ نصیب سسی دے کیہہ کجھ ہو کریندا

مڑیا توڑ زنجیر صدق دا چایاں رزق مہاراں
گردش فلک ہویا سرگرداں باجھ ملاح کہاراں
سورج تیز ہویا بل سولی پین سان چمکاراں
ہاشم ویکھ سسی دے گھر وچ دشمن لکھ ہزاراں

گھمن گھیر چوفیر گھیرے ٹھاٹھاں لین ہولاے
لہراں نہ در کرن ہر طرفوں اک آوے اک جاوے
صورت شمس صندوق جڑاؤ بجلی چمک ڈراوے
ہاشم ماہ جیوں کنعانی ویکھ صندوق چھپاوے

شہروں باہر کو پتن ڈھویا دھوندا ندی کنارے

اتّانام مثال فرشتہ بزرگ نیک ستارے
ڈھا اوس صندوق دوراڈا دل دے وچ چھپائے
ہاشم گیوس ہوش دماغوں دیکھ صندوق نکالے

دوہڑے

رب دا عاشق ہووں سوکھا، اتے بہتی سوکھی بازی
گوشہ پکڑ رہو ہو صابر پڑھ تسبیح بن غازی
سکھ آرام جگت اس سوہیا تے ویکھ ہووے رب راضی
ہاشم خاک رلاوے گلیاں ایہہ کافر عشق مجازی

جس وسّ جنگ ہجر دا پیا، تس نال لہو دکھ دھوتا
شمع جمال دتا پروانہ اتے آن شہید کھلوتا
جاں منصور رہو یا سولی نال پروتا
ہاشم عشق ایہا جیہا ملیا جنہیں وچ نہ سب دھوتا

توڑ زنجیر شرائط نسدا جد وسدا عشق مجازی
دل نوں کٹ لگی جس دن دی اس خوب سکھی رندبازی
بھج بھج روح وڑے بت خانے تے ظاہر جسم نمازی
ہاشم خوب پڑھایا دل نوں، اس ہیبت عشق دے قاضی

خواجہ غلام فرید:-

خواجہ غلام فرید صوفی شعرا میں بُلھے شاہ کے بعد یاد کیے جاتے ہیں۔
آپ سہ شنبہ ۲۶، ماہ ذلیقعد ۱۲۶۱ھ حضرت خواجہ خدا بخش صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام خورشید عالم رکھا گیا۔ آپ کا شجرہ نسب حضرت عمرؓ بن خطاب سے ملتا ہے۔ اِن کے خاندان کے مورثِ اعلیٰ مالک بن یحیٰی عرب سے سندھ میں آئے تھے۔ خواجہ صاحب کے والد بزرگوار سکھوں کے عہد میں نواب صادق محمد خاں اوّل کی دعوت پر بہاولپور آ گئے۔ اور دریائے سندھ کے مشرقی کنارے پر موضع چاچڑاں میں مقیم ہوئے۔ خواجہ صاحب کی ولادت اِسی قصبہ میں ہوئی جو بعد میں آپ کے یُمن و برکت کی وجہ سے چاچڑاں شریف کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔ خواجہ صاحب عربی، فارسی، اردو، ہندی اور مارواڑی زبانوں پر پورا پورا عبور رکھتے تھے۔ اور ظاہری اور باطنی علوم سے مالامال تھے۔ آپ کی تصانیف میں آپ کا پنجابی دیوان بہت مشہور ہے جس میں تصوّف کے حقائق کافیوں کی صورت میں درج ہیں۔ آپ کی وفات ۶۰ برس کی عمر میں بروز چہار شنبہ ۶ ربیع الثانی ۱۳۱۹ھ مطابق ۲۴ جولائی ۱۹۰۱ء بوقت نماز مغرب حرکتِ قلب بند ہو جانے کے سبب ہوئی۔

نمونہ کلام

اُڈ ویسے کاگا کالیا توں چھڈ اساڈے پیر

توں تاں بیٹھا کر دائیں باتیاں ایڈے اٹھے زخم نہ چھیڑ

تیلیتوں کُٹ کُٹ کھدائی اُں مجوریاں توں تاں منگیں دھائیں ڈھیر

سندیا ادہ دیتھہ رب کسے چلے وچوں مدینے دی سیر

مفت خرید کرے کوئی ساکوں تے حال ڈیوے سجناں دا
چین وہاڑے ڈے سجّن سدھائے دیندا ضعف جگر نوں کھاندا
مُٹھے سئے ہماں پٹیاں بنھ بنھ بیٹھاں تے زخم کھڑ مچلاندا
باہجوں پیر فرید ان یار ڈے ساڈی وعدن کوئی نہ لیندا

دل تیرا جے نال نہیں تیرے کا مہنوں پڑھیں نمازاں
پڑھیا علم تے عمل نہ کیتا کس کم تیریاں وعظاں
نہ گھر نہ گھروالا ڈٹھا، کدھیاں دیں نیازاں
غلام فرید، پتہ نہ لگسی جدوں چڑی آئی ہتھ بازاں

اِن صوفی شعراء کے بعد سکھّی عہد کے اُن شعراء کا ذکر کیا جاتا ہے جن کو پنجابی زبان میں خاص مقام حاصل ہے۔

عبدالحکیم مُلتانی :-

عبدالحکیم عباسی نے ۱۲۱۸ھ میں قصہ یوسف زلیخا پنجابی میں نظم کیا۔ یہ اُچ تحصیل احمد پور علاقہ بہاول پور کے باشندے ہیں۔ یہ قصہ انہوں نے نواب بہاول پور کے نام سے معنون کیا۔ قصہ کی زبان ملتانی ہے۔ اپنے حالات یوں بیان کرتے ہیں۔

زمانے شاہ عالی شان عالی	شجاع الملک ذی الاحسان والی
وچ احمد پور بہاول خان والی	بہاول خاں ذی احسان والی

اساں ایہہ قصہ عشقیہ بنایا — موافق فکر ناقص دے الایا
سنہ آیا سال باراں سے اٹھاراں — دہاڑے پین زیادہ دہ ہزاراں
ہیں عباسی ذکر سے شیخ ہوں لار — اوہناں وچ مصطفیٰ لائی میرے یار
اُہناں وچ اصل نہیں میرا ٹکانہ — وچ احمد پور دے ہے مشہور ٹھانہ

حقیقت حال بی بی زلیخا

جد دن تتی لگائی رات کالی — وچھائی ہجر تے غم دی نہالی
خیال اُس یار دا خاطر لیا کے — سناوے رو رو حاضر بہا کے
تساڈے درد ماری سانگ کاری — سوا تیرے کرے ہُن کون یاری
مینوں وچ خواب دے مکھڑا وکھاؤ — عزیز اسم اپنا مینوں بتاؤ
نشانی مصر دی مینوں دسائی — بھلاوے یاد کیا اینو کہائی
جو مینوں دلبس نہیں پردیس آندا — وساکے آپ اپنا دیس آندا

تسیں جا کے وڑے مڑ اپنے گھر
نہیں پچھدے جو کیا گذری ترے سر

حاتم علی:-

ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ دوسرے سکہ میں پرورش پائی سنہ ۱۲۲۶ھ میں جنگ نامہ امام علی الحق سیالکوٹی تصنیف کیا جس میں کل ۴۲۵ اشعار ہیں۔ امام علی الحق کی شہادت سنہ ۶۵ھ میں ہوئی۔

میاں مصطفیٰ:- آپ سنہ ۱۷۵۱ء میں چک قاضیاں ضلع گورداسپور

میں پیدا ہوئے۔ والد صاحب کا نام احمد تھا۔ آپ کے والد قاعنیاں چھوڑ کر کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ میں آ بسے مصطفیٰ نے جنگ نامہ امام علی الحق ۱۲۳۹ھ میں نظم کیا جس کا ماخذ حاتم علی کا جنگ نامہ ہے۔ عبدالغفور قریشی آپ کی چند سی حرفیاں اور ابیات بھی بتاتے ہیں۔

قادر بخش وزیر آبادی :-

قادر بخش ولد مولوی غلام علی ولد حافظ محمد عابد وزیر آبادی جن کا ذکر گذشتہ اوراق میں ہو چکا ہے۔ اپنے وقت کے جیّد عالم تھے۔ خطابت اور کتابت پیشہ تھا۔ آپ نے پنجابی نظم میں کافی کتابیں لکھی ہیں۔ لکھی ہیں جن کے قلمی نسخے بخطِ مصنف ہمارے پاس موجود ہیں۔ اور اُن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

۱۔ قصہ قاضی چور۔ ۱۲۳۰ھ میں لکھا گیا۔ اس میں ۴۰۶۔ اشعار ہیں۔

۲۔ قصہ لیلیٰ مجنوں :۔ ۱۲۳۲ھ میں مکمل ہوا۔ اس میں ۴۶۴۔ ابیات ہیں۔

۳۔ قصہ چندر بدن مہایار :۔ ۱۲۳۳ھ میں مکمل ہوا۔ اس میں ۲۰۷۔ اشعار ہیں

۴۔ رزیہ نامہ :۔ اس میں مختلف کسب داروں کے حالات درج ہیں۔

۵۔ مسائل نادرات :۔ علم فرائض میں کتاب ہے۔ جو ۱۲۴۰ھ میں مکمل ہوئی۔ اس کے ۱۴۰۔ ابیات ہیں۔

۶۔ شرح قصیدہ غوثیہ :۔ اس کا سن تصنیف معلوم نہیں ہو سکا۔

۷۔ ان کے علاوہ چند دوہڑہ جات بھی پائے جاتے ہیں۔ فارسی میں آپ کی ایک مناجات حضرت ابوبکر صدیق رض کی عربی مناجات پر تضمین ہے۔

احمد یار :-

حکیم احمد یار پنجابی کے اُن مقتدر شعرا میں شمار ہوتے ہیں جن کی تصانیف کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ اور تمام کی تمام مقبول ہیں۔ حکیم احمد یار ۱۷۶۸ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے بزرگوار سوہدرہ متصل وزیر آباد کے رہنے والے تھے۔ وہاں سے آپ کے دادا قلعہ اسلام گڑھ متصل جلال پور جٹاں ضلع گجرات میں آبسے۔ احمد یار اسی شہر میں پیدا ہوئے۔ ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ لکھتے ہیں کہ اوائل عمر میں آپ کو ایک غیر مسلم لڑکی سے محبت ہو گئی۔ اس سلسلہ میں آپ اپنا وطن چھوڑ کر مرالہ تحصیل پھالیہ میں آبسے۔ کہتے ہیں کہ سنہ ۱۸۴۲ء میں مہاراجہ گلاب سنگھ نے آپ کو لاہور بلایا اور سکھوں کی تاریخ لکھنے کے لئے کہا۔ احمد یار نے یہ تاریخ فارسی نظم میں لکھی اور اس کا نام شہنچی نامہ یا شہنشاہ نامہ رکھا جو حال ہی میں ہندوستان میں طبع ہوئی۔

پنجابی میں آپ کی بے شمار تصانیف بتائی جاتی ہیں۔ ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ نے اُن کی تصانیف کی تعداد چالیس بتائی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اُن کی تصانیف چالیس سے کہیں زیادہ ہیں۔ خود کہتے ہیں۔ ؎

کیسے اک بنایا ہو دسی یا دو کسے رسالے ۔۔۔ چالی برس ہوئے میں لکھیاں کاغذ کر دیاں کالے

ان کتابوں کی فہرست حسب ذیل ہے :-

ہیر۔ قصہ چندر بدن۔ قصہ کامروپ۔ قصہ راج بی بی۔ سسی پنوں۔ لیلیٰ مجنوں۔ سوہنی مہینوال۔ حاتم نامہ۔ تفسیر سورۂ یوسف۔ طب احمد یار۔ قصہ تمیم۔ قصہ تمیم انصاری۔ جنگ بدر۔ جنگ احد۔ جنگ خندق۔ تولد نامہ۔ وفات نامہ۔

ان کے علاوہ احمد یار اپنی تصانیف اِن الفاظ میں بیان کرتے ہیں ۔

باراں ماہی تے سی حرفی نہیں شمار انہاں دا

شرح قصیدے بُردے ———— ؟

شرح بہشتی غوثیہ دے نالے شرح امالی

ہور رسالے کجھ نہ پچھیں سے مذکور خیالی

سنے وفات تریہاں یاراں جنگ امام علیؓ دا

دیکھ شواہد قصہ لکھیا حسن حسین ولی دا

جتنی کتنی اوکھ مصیبت ———— تمیم انصاری

قصہ ڈھونڈھ مصابیح وچوں لکھی حقیقت ساری

عمر اوائل وچ بنائی شرح دعا سریانی

———————— ؟

کسے اِک بنایا ہوسی یا دو کسے رسالے

چالی برس ہوئے میں لکھ دیاں کاغذ کر دیاں کالے

خواب نامے تے فالنامے بھی جوڑے کر تدبیراں

اسپ نامے پنجاہ جیہیں جیہیں کیتے حکم امیراں

ان کے علاوہ کسب نامہ مددگراں ، للاریاں ، دھوبیاں ، درزیاں کے قلمی نسخے ہمارے پاس موجود ہیں ۔

احمد یار نے ۱۲۴۵ھ میں وفات پائی۔ میاں محمد بخش صاحب مصنف سیف الملوک آپ کے متعلق لکھتے ہیں ۔

فیر ولایت شعر سخن دی احمد یار سنبھالی — دھونسا مار تخت تے بیٹھا مل پنجاب حوالی

تیغ زبان چلائی تکھی وچ پنجاب زمینے — سکہ ملک سخن دے اُتے جڑیوس نال دمینے

ایسی غالب بن کے چلی ضرب اوہدی وچ دھرتی — بہت حرفاں نے چھنکائی دھمالا نہ پرتی

بھر بھر لپ سٹے اُس موتی ملکاں اندر ونڈے
سوہنے حسان گھنیرے قطرے مل وانگوں چھنڈے

نمونہ کلام ہیر کا حسن

شوہا گرتہ لہراں مارے بجلی جوبن شفق وچ — دو مرغائیاں بحر حسن وچ زیاں غرق وچ

یا دھوئے پھل اناری شبنم لال ورق وچ — یا دو فرنگی جنگی خونی دردمنداں دے حق وچ

یا قطب تلے دکھن پربت آ گئے سیر زمینے — جوڑے سبز دو لعل بدخشاں دے لسارے سینے

لٹ پچھی چادر وچوں وسّن نیلے دیاں چھاتاں — ساق بلوری دے لشکارے حسن دیاں ٹھاٹھاں

سنگلی بچپن کر دے گُزرے کارا انجھا ایک جواناں
جھنگ سیالاں منگو چارت باربیلے بیاباناں
ہیر سیال کے ساتھ لگا نیوں عشق کیا دیواناں
بھول گئی سدھ بدھ دُنیا کی ہو گیا پریم بہاناں
تم چوری کٹ توڑے جاوت اور را انجھا دُودھ پلاناں
تم چھاتی اوہ مست بھتاں جوبن حسن جواناں
اُس کو تم بن، تم کو اُس بن صبر قرار ذرہ ناں
بھواں کمانیاں، پلکاں کانیاں دوہنہ کی چلن نشاناں

جل بل جان اگن پر مرل ، دیپک پر پروانان
وہ مرلی کی دھنک سناوت، تم سنگو سنگ گانان
بابل تمرے کاج رچایا، کیوں اس کے من بھانان
وہ گاوت، وہ اوپر لاوت جب باندھا ہتھ گانان

احمد یار ثانی :-

احمد یار کی تصنیفات کا ذکر تفصیل سے ہو چکا ہے۔ ہمارے کتاب خانہ میں ایک ضخیم کتاب "داستان امیر حمزہؒ" پنجابی نظم میں موجود ہے مصنف نے اپنا نام احمد یار بتایا ہے۔ سن تصنیف درج نہیں۔ کتاب میں جو کوائف انہوں نے درج کیے ہیں وہ احمد یار اوّل سے مختلف ہیں۔ لہٰذا اس کو احمد یار ثانی کہتے ہیں۔

قادر یار :-

یہ بھی ضلع شیخوپورہ کے رہنے والے تھے۔ ہاشم شاہ کی طرح ان کے حالاتِ زندگی متضاد روایات پر مبنی ہیں۔ بہر حال آپ سندھو ذات کے زمیندار تھے۔ یہ قوم اب بھی جھنگ، شیخوپورہ اور گوجرانوالہ کے دیہات میں آباد ہے قادر یار کی پیدائش یا وفات کی تاریخ تعین کرنا مشکل ہے۔ بہر حال قرینِ قیاس یہ ہے کہ اس کی وفات تقریباً ایک سو دس سال پہلے ہوئی۔ کیونکہ اُن کی آخری تصنیف معراجنامہ ۱۲۵۷ھ میں معرضِ وجود میں آئی۔ قادر یار کی تصانیف معراجنامہ، سوہنی مہینوال، پُورن بھگت، وار ہری سنگھ نلوہ اور راجہ رسالو بہت ہی مشہور ہیں۔

نمونہ کلام

ذ۔ ذرا نہ رہی تن وِچ طاقت رانی گاوندی غماں دے گیت لوکو
مَیں بُھلی آں قسمیں نہ ہور کوئی، لا ئیو جوگیاں نال پریت لوکو
جنگل گئے نہ ملدے نیں سُندراں نوں جوگی نہیں جو کسے دے میت لوکو
قادر یار پچھے کیہڑا دُکھ میرا، اوس وقت ہویا بہتہ چیت لوکو

س۔ رنگ محل تے چڑھی رانی رو رو آکھدی پورنا لُٹ گیوں
باغ شوق دے پکے تیار ہوئے نیہو نہ لاکے پورنا سڑ گیوں
گھڑی بیٹھ نہ کیتیاں رَجّ گلاں جھوٹھی پریت لگا کے اُٹھ گیوں
قادر یار میاں سسّی دانگ مینوں تھلاں وِچ کرلاوندی سُٹ گیوں

(ہری سنگھ نلوہ کا زخمی ہونا)

س۔ سینے سردار دے زخم لگا کنب گیا سُو جیر سریر سارا
گھر بار پُترّ دھیاں یاد آئے، لگا مِل وچھوڑے دا تیر بھارا
لک بنھ کے گھوڑے تے چیش دتی، اجیں چل پیا سُو جیوں نیر سارا
قادر یار جا قلعے بٹھایو نے، سُن کے پنتھ ہو گیا دلگیر سارا

ش۔ شب پہنچے خدمت گار سارے جا کے ویکھ سردار دا دل جاندا
خدمت گاراں نوں پاس بٹھا لیا نے ویرے بیتے دا دکھ دہا جاندا
کوئی لیا دُ گنگو منساد میتھوں، ایہناں ساہاں دا کیہہ وساہ جاندا
قادر یار نہ موئے دا ناں لیندا، تساں دوست محمد ان لُٹ پاندا

فضل شاہ:-

سید فضل شاہ ۱۲۴۴ھ مطابق ۱۸۲۷ء بمقام نواں کوٹ لاہور میں پیدا ہوئے۔
آپ کا شجرہ نسب امام علی نقی سے ملتا ہے فضل شاہ کے دادا باہر سے نواں کوٹ میں آکر بسے۔ مغلیہ عہد میں اُن کو بہت سی زرعی جائداد بھی بطور جاگیر کے ملی ہوئی تھی۔
آپ عربی، فارسی کے اچھے ماہر تھے۔ اور حضرت غلام محی الدین قصوری سے بیعت تھے۔ آپ اٹھارہ سال کی عمر میں فنانشل کمشنر کے دفتر میں ملازم ہوئے۔ اور تمام عمر اسی عہدہ پر گذاری۔ آپ کی تصانیف سوہنی مہینوال ۱۲۶۵ھ سسی پنوں ۱۳۰۴ھ لیلیٰ مجنوں ۱۲۸۰ھ۔ قصہ یوسف زلیخا ۱۳۰۲ھ۔ قصہ ہیر رانجھا ۱۲۹۰ھ بنی حسنی ۱۲۷۸ھ اور اخلاقی اشعار کا مجموعہ بنام تحفہ فضل ۱۲۶۰ھ میں تیار ہوا۔
فضل شاہ نے ۱۳۰۷ھ مطابق ۱۸۹۰ء میں وفات پائی۔ آپ کے کلام میں صنعت تجنیس کا التزام کافی پایا جاتا ہے۔

ہیر کا حُسن و جمال

بعضے کہن پستان دو ماہیاں سن، زلفاں کنڈیاں مرغ شکار پیارے
بعضے کہن دو گنج رُخسار آہے اژدہوں ڈنگیاں دوویں مار پیارے
گردن کونج گو بغدی درچ سیاں، ہیر ڈار کونجاں سردار پیارے
اکھیں خواب گوایا عاشقاں دا، نیم خواب دوویں نرگس دار پیارے
بھواں قوس کمان کہان آہے مژگاں تیر سینے جہ پار پیارے
بعضے قوس قزح ابرو ہین نسبت، بعضے آکھدے ہر غبار پیارے

بس لبس میاں متّیں وس ناہیں، عشق جان وا نہیں بکھیڑیاں نوں
متاں سب نصیحیاں گھول پیواں کاہنوں چھیڑیائی انہاں جھیڑیاں نوں
ہن گل مقصود دی آکھ مُونہوں چھڈ ساریاں جھگڑیاں جھیڑیاں نوں
فضل منگ دعا خدا کولوں، جیہڑا پار لائے لکھّاں بیڑیاں نوں

سسّی پنوں سے

بینوں ساتھ لدّی بن ماہوں مُنجاں کلیاں تاں بھی بلیاں
مِٹھی جان مُٹھی وِچ گلیاں، ہوناں مٹھیاں گلیاں سُن من گلیاں
پاس مروڑاں پاس نہ پیار لخوالن لکھیاں بلیاں واٹاں ہلیّاں
فضل بینوں کرداناں کھڑیا، بھٹھ چرخہ بھٹھ چھلّیاں ہائے میں چھلیاں

سی حرفی سے

الف. الہی میل ماہی نوں ہیجڑی مُسے تلیاں بھائن بلیاں
ہک ماہی نوں سے گل لاون ہک اُٹھ ڈھونڈن گلیاں اِس غم گلیاں
بیں نہ بھُلیّاں ماہی تیں کھے، بھلیاں بھلیاں بھُلیّاں
ہک ترڑن فضل پیلے باہجوں جیوں بن پانی بلیاں دران بلیاں

مولوی غلام رسول صاحب :- پیدائش ۱۲۳۰ھ، وفات ۱۲۹۱ھ

آپ بمقام قلعہ میہاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ مولوی رحیم بخش کے ہاں پیدا ہوئے۔

ان کے دادا نظام الدین خادم کا انشائے خادمی مشہور رہے۔ مولوی غلام رسول صاحب نے مولوی غلام محی الدین بگوی اور مولوی احمد دین صاحب بگوی سے علم حاصل کیا۔ پنجابی زبان میں آپ کا قصہ سسی پنوں مشہور رہے جو کہ ۱۲۶۴ھ میں تصنیف ہوا۔ اس کے علاوہ حلیہ شریف۔ سی حرفی۔ اشتیاق نامہ۔ پکّی روٹی آپ کی مشہور تصانیف ہیں جو کہ تمام کی تمام مقبول ہیں۔ آپ کا یہ شعر پنجابی زبان میں لاجواب ہے ؎

بلوچاں لماں سُن دین میرے کجاوا یار دا کرنین میرے

سی حرفی میں دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ اِن سے بڑھ کر کسی نے نہیں کھینچا ؎

ذ۔ ذکر کریں ایتھوں چلنا ایں مال چھوڑ کے محل حویلیاں وے
بنت ترنجناں وچ نہ کتنا ایں، نہیں مٹھنا سنگ سہیلیاں وے
مُونہاں سوہنیاں نے مٹی پاونی ایں گئے تڑے ہون کے پھل چنبیلیاں دے
اللہ پاک دے نال پریت لائیں، کوڑے سنگ غلام سہیلیاں وے

جان محمد :-

آپ بگووالہ ضلع سیالکوٹ کے باشندے تھے۔ دریائے چناب کی تباہ کاریوں کے سبب بگووالہ چھوڑ کر منگووال ضلع گجرات میں آ بسے۔ آپ عربی فارسی کے بھی اچھے شاعر تھے اور راقم (احمد حسین احمد) کے قبلہ والد بزرگوار کے نانا تھے۔ پنجابی میں آپ کی ایک وار مشہور ہے جو "نادر شاہ دی وار" کی طرز پر لکھی گئی ہے اور ایک مقامی جرّاح کے فنِ جراحی کی تضحیک ہے۔

شاہ محمد:۔

شاہ محمد وڈالہ ورک ضلع امرت سر میں ۱۷۸۹ء میں پیدا ہوئے۔ آپ قریشی خاندان سے متعلق تھے۔ ان کے بزرگوار مسلمان بادشاہوں کے وقت قاضی اور کارداری کے عہدوں پر فائز تھے۔ شاہ محمدؒ کی مہاراجہ شیر سنگھ کے میر منشی میاں دین محمد سے اچھی ملاقات تھی۔ آپ نے سکھوں اور انگریزوں کی لڑائیاں بینتوں میں لکھی ہیں۔ ایک قصہ سسی پنوں بھی ان کی یادگار ہے۔ آپ کی وفات ۱۸۶۲ء میں ہوئی۔

نمونہ کلام

(رانی جند کوراں کا خفی ارادہ بیان کرتے ہیں)

جنہاں ماریا کوہ کے دیر میرا میں تے کراں گی اونہاں مڈیاں جنڈیاں نی
گھماں سب ولائتیں ہین جل کے پاواں بل سُٹے وانگ ڈنڈیاں نی
چوڑے بھن گے کئی سہاگناں دے نتھ لونگ ستے والیاں ڈنڈیاں نی
شاہ محمدا ہین گے وین ڈھیتگے جدوں ہون پنجاباں رنڈیاں نی

ان قابل شعراء کے علاوہ کچھ غیر معروف شعرا کا سلسلہ بھی اس جگہ درج کیا جاتا ہے جو اس دور میں ہوئے ہیں۔

سید کرم علی شاہ:۔

سکھوں کے عہد میں پیدا ہوئے اور انگریزی عہد میں وفات پائی۔ آپ پیر حسین ساکن کوٹلہ کے مرید تھے۔ مجموعہ خیال آپ کی تصنیف ہے جس میں اسی ۸۰ کافیاں ستر ۱۷ غزلیں اور بارہ لوریاں ہیں۔ کلام صوفیانہ ہے۔

الٰہی بخش :-

جناب خواجہ سلیمان تونسوی کے مرید تھے۔ آپ کے نورنامہ کا قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہے۔ نالۂ فراق آپ کی ایک مشہور نظم ہے جس کا مطلع ہے ؎

مونڑ مہاراں آکر یاراں چیت بہاراں آیاں نی
یار یاراں وِل یاد ن پھیرے نیں کیہوں ویراں لایاں نی

میاں نوروز :-

میاں محمد بخش نوروز مبارک پور ریاست بہاول پور کے باشندے تھے۔ کافیاں اور ڈیوڑھے آپ کی یادگار ہیں۔ کلام میں صوفیانہ رنگ نمایاں ہے۔ ایک دیوان آپ کی تصنیف بتایا جاتا ہے۔

میاں بخش :-

ملتان کے مشہور شاعروں میں سے تھے۔ ان کی یادگار بھی کافیاں ہیں۔ کلام میں صوفیانہ جھلک ہے۔

پیر بخش :-

سکھوں کے عہد کے مشہور شاعر ہیں۔ سی حرفیاں خوب لکھی ہیں جن میں سے سی حرفی فرید شکر گنج خاص طور پر مشہور ہے۔ ع

جنہاں محنتاں کیتیاں پیر بخشا گھریں اونہاں دے پیریاں میریاں نی

مولوی نور محمد :-

دوبرجی تحصیل قصور ضلع لاہور کے رہنے والے تھے۔ اپنے وقت کے

جیّد عالم تھے۔ آپ نے ۱۲۱۵ھ میں ایک قصہ چندر بدن مہیار لکھا۔

لطف اللہ بہاول پوری:- آپ ملتان میں پیدا ہوئے۔ بہاول پور میں رہائش اختیار کی۔ آپ مولوی عبدالحکیم ملتانی کے دوست، سید علی حیدر ملتانی کے مرید اور مولوی نور محمدؒ صاحب کے شاگرد تھے۔

بُدّا پشاوری:-

۱۸۴۲ء میں پشاور میں پیدا ہوئے۔ آپ کی سی حرفی مشہور ہے! اس کا یہ بند تو بچّے بچّے کی زبان پر ہے۔

ب۔ بُری یار و مرض عشق دالی، دارو لگدے نہیں طبیب والے
شاہو کاراں دے سخن منظور ہوندے نہیں سخن منظور غریب والے
کم کڈھ لیندے نال عاجزی دے سا چُپ لیندے بھی جیب والے
بُدّا آسیاں درختاں دی کرے راکھی میوہ پکّے تے کھان نصیب والے

ہاشم شاہ مخلص:-

شاہ محمدؒ کے لڑکے تھے۔ ۱۸۳۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸۸۵ء میں وفات پائی۔ قصہ سسّی پنوں آپ کی یادگار ہے۔

پیر محمد:-

ضلع گجرات کے کسی گاؤں کے رہنے والے تھے۔ "چٹھیاں دی وار" اِن کی مشہور وار ہے جس کو قاضی فضل حق صاحب سابق پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور نے مرتب کر کے شائع کیا۔

کریم بخش :-

اِن کے حالات مہیا نہیں ہو سکے ۔ صرف یہی کہ قصہ عجائب الغرائب عشقیہ داستان بانی کا مصنف ہے ۔ قلمی نسخہ کی کہنگی سے سکھی عہد کا قیاس کیا جاتا ہے ۔

میاں محمدؐ :-

سکھی عہد کے ایک غیر معروف شاعر ہیں ۔ ایک سی حرفی اِن کی یادگار ہے جس کا قلمی نسخہ ہمارے پاس ہے ۔

محمد بخش بافندہ :-

موضع واں کا رہنے والا تھا ۔ سکھی دور کا شاعر معلوم ہوتا ہے ۔ ایک سی حرفی اس کی یادگار ہے ۔

جعفر بیگ :-

آپ نے ایک سی حرفی سردار رنجیت سنگھ کی مدح میں لکھی ۔ نیز معجزہ امامین اِن کا لکھا ہؤا ملتا ہے ۔

مُوسیٰ :-

بارھویں صدی ہجری کا شاعر ہے ۔ مدح پیرانِ پیر اِن کی لکھی ہوئی ملتی ہے ۔

سیّد جیون شاہ :-

گوجرانوالے کے باشندے ہیں " جھوک میرے اللہ والی ہوگئی منظور دے " اِن کی مشہور تصنیف ہے ۔

خیر محمدؐ :-

سی حرفی سوہنی مہینوال آپ نے لکھی جس کا ایک قلمی نسخہ ڈاکٹر وحید قریشی صاحب

ایم۔ اے، پی، ایچ، ڈی پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور کی لائبریری میں موجود ہے۔

نور جمالی :۔

اِن کے دوہڑہ جات کا ایک قلمی نسخہ ہمارے پاس ہے۔

اشرف :۔

سکھی عہد کے شاعروں میں سے ہیں۔ فارسی کے جیّد عالم تھے۔ پنجابی میں سی حرفی نوشاہ لکھی ہوئی ملتی ہے۔

محمد حسین :۔

سکھی عہد کے شاعر ہیں۔ دریائے چناب کے کنارے موضع گاجر گولہ علاقہ رسول نگر کے رہنے والے تھے۔ اِن کی سی حرفی ہیر "سوالاً جواباً" کا قلمی نسخہ ہمارے پاس ہے۔ نیز آپ نے سستی پنوں کا قصہ فارسی نظم میں لکھا ہے جو وقائع پنوّں کے نام سے مشہور ہے اور شائع ہو چکا ہے۔ وقائع پنوّں کا پہلا حصہ چودھری شہباز خاں ساکن بدوملّی کا لکھا ہوا ہے۔

سائیں داس :۔

آپ نے سکھوں کے آخری عہد میں فروغ پایا۔ ماجھا کے علاقہ کے معلوم ہوتے ہیں بعض دفعہ لہندی کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ اِن کی زبان صاف اور سادہ ہے اور کلام میں سوز و گداز۔

مٹک :۔

سکھوں کے عہد کے معروف شاعر ہیں جنہوں نے شاہ محمد کی طرح انگریزوں اور سکھوں کی لڑائیوں کے حالات لکھے ہیں۔ اِن کا زیادہ تر کلام مستزاد کی صورت

میں ملتا ہے۔

گوپال سنگھ:۔

اِن کی سی حرفیاں، ماجھاں اور باراں ماہ کے قلمی نسخے پنجاب یونیورسٹی میں موجود ہیں۔

نہالا شاعر:۔

یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ کہاں اور کب پیدا ہوئے۔ اِن کی دو طویل نظمیں "سخی سرور دی گتھی" اور "سخی سرور دا ویاہ" ملتی ہیں۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سکھی عہد کے شاعر ہیں۔

اِن کے علاوہ میاں جان محمد، مولوی محمد مسلم۔ گھاسی رام۔ مصنوں پشاوری۔ اروڑہ رائے۔ ماہی کمبو۔ نور احمد چشتی۔ میر داد۔ بخش فقیر۔ مولوی جان محمد، مولوی خلدی۔ سید میراں شاہ۔ اور میرن شاہ بھی اِسی دور کے شاعر ہیں۔

مولوی محمد علی ساکن بموال ضلع جہلم نے ۱۲۵۰ھ میں قرابادین پنجابی ایک کالو نامی پٹھان کے کہنے پر لکھی جس سے اِس دور کی فنی شاعری کا اندازہ ہوتا ہے۔

انگریزی عہد

۱۸۴۹ء تا ۱۹۴۷ء

انگریزوں نے ۱۸۴۹ء میں پنجاب پر مکمل طور پر قبضہ کر لیا۔ اِس وقت ہند وپاکستان کی دفتری زبان فارسی تھی۔ انگریزوں کا تسلط ہوتے ہی انہوں نے دفتری زبان انگریزی قرار دی۔ پنجابی ادب کے فروغ کے لیئے انگریزوں کا یہ عہد پنجابی ادب کا سنہری زمانہ کہلاتا ہے۔ ملک میں افرا تفری کے بعد جب امن امان ہوا تو ۱۸۵۰ء میں پریس ایجاد ہوا جس سے بہت سی علمی اور ادبی کتابیں شائع ہونے لگیں۔ ۱۸۸۲ء میں پنجاب یونیورسٹی کی بنیاد رکھی گئی جس سے علم و ادب کو اور بھی چار چاند لگے۔ اگرچہ انگریزوں کا مقصد اِن اصلاحات و ایجادات سے ہند وپاکستانی علم ثقافت کا احیار نہ تھا بلکہ ان کا یہ تعلیمی چرچا محض معمولی کلرک تیار کرنا تھا جو کہ ان کو سستے داموں حکومت

چلانے میں کام دے سکیں۔ پھر بھی جا بجا اس معمولی نوشت و خواند سے بھی اس سرزمین میں علمی لحاظ سے کافی ترقی ہوئی۔ پریس کی ایجاد نے کتابوں کی فراوانی مہیا کی جس نے راہوارِ شوق پر تازیانے کا کام دیا اور یہ سلسلہ بڑھتے بڑھتے اخبار و رسائل کے اجراء تک پہنچا۔ جس میں چند پنجابی اخبار اور رسائل بھی نظر آتے ہیں۔ امرت سر کا اخبار ہند و پرکاش، خالصہ اخبار، خالصہ گزٹ، گورمکھی رسم الخط میں شائع ہوئے۔ اردو رسم الخط میں پہلا اخبار امر پتر کا، لالہ امرناتھ منصف نے ۱۸۹۶ء میں جالندھر سے جاری کیا۔ لالہ بانکے دیال نے گوجرانوالہ سے بزمِ شعر جاری کیا۔ خالصہ ینگ میگزین امرتسر، سارنگ، اور جوشوا فضل دین کا پنجابی دربار اس سلسلہ میں خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔

اِن کے علاوہ سکھی راج کے زوال کے بعد جب انگریزوں کے قدم ہندوستان میں جم گئے تو عیسائی مشنریوں نے لدھیانہ، لاہور، ناروال، سیالکوٹ اور ترنتارن سنٹر بنائے اور عیسائی مذہب کی تبلیغ کا کام شروع کیا۔ اِس سلسلہ میں انگریزوں نے پنجابی زبان کا سہارا لیا اور پنجابی زبان کی گرامریں، ڈکشنریاں معرضِ وجود میں آئیں۔ مذہبی کتابوں کے تراجم شائع ہونے لگے۔ پریس میں پنجابی زبان کی کتابیں شائع ہونے لگیں جس سے عیسائی مذہب کا کافی ذخیرہ پنجابی زبان میں منتقل ہو گیا۔

پھر اِس دَور میں اردو کے ساتھ ساتھ پنجابی محفلیں قائم ہوئیں جن کے زیرِ اثر پنجابی مشاعرے ہونے لگے اور اُردو کے نئے اسلوب کے ساتھ پنجابی میں بھی نظمیں لکھی جانے لگیں جن کے اہم مراکز لاہور، امرتسر، گوجرانوالہ، سیالکوٹ

اور گجرات تھے۔ لاہور اور گجرات کا پنجابی خط خصوصیت سے قابلِ ذکر ہے۔ جہاں کے اکابر شعرا کا ذکر آپ آئندہ اوراق میں دیکھیں گے۔ اِن مشاعروں میں عمدہ عمدہ نظمیں ایک دوسرے کے جواب میں لکھی جاتیں اور ایک دوسرے پر خوب چوٹیں ہوتیں۔ یہ پہلا موقع تھا کہ پنجابی شاعری ایک خاص تنظیم سے ترقی کی راہ پر گامزن ہوئی اور بعض مقتدر ہستیوں کے زیرِ اثر بعض باقاعدہ پروگرام اِس موضوع کے ارتقا کے لیے ترویج ہوئے۔

اِن واقعات کے پیشِ نظر انگریزی عہد میں پنجابی ادب نے وہ شاندار ترقی حاصل کی جس کی مثال کسی اور دور میں نظر نہیں آتی۔

رسم الخط کے لحاظ سے پنجابی کے وہی دو مروّج رسم الخط گورمکھی اور فارسی رائج رہے۔ سکولوں اور کالجوں میں پنجابی دوسری زبانوں کے ساتھ پڑھائی جانے لگی اور کالجوں میں گورمکھی رسم الخط کو ترویج دی جانے لگی۔ البتہ مذہبیات کا سلسلہ حسبِ سابق فارسی رسم الخط میں رہا۔

موضوع کے لحاظ سے اِس دور میں مذہبیات کا ایک طویل سلسلہ ہے جو اِس دور میں پنجابی میں منتقل ہوا۔ قرآن پاک کی متعدد تفاسیر پنجابی نظم میں لکھی گئیں جن میں سے تفسیر محمدی۔ تفسیر نعمانی۔ تفسیر نبوی۔ تفسیر فیروزی خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔ جستہ جستہ آیات اور سورتوں کی تفاسیر کا سلسلہ علیحدہ ہے پھر فقہی مسائل، اسلامی قصص کے سلسلے مولوی نجم الدین فائز۔ مولوی محمد عبدالکریم قلعہ داری۔ مولوی محمد عالم قلعہ داری اور مولوی حیات محمد صاحب و اعظ، اِس دور کی نمایاں شخصیتیں ہیں۔

حکیم سائیں بخش اور مولوی محمد دین جنڈیالوی نے علی الترتیب تشریح الطب اور طب کی مشہور کتاب قانونچہ کا پنجابی نظم میں ترجمہ کیا۔

رومانی شاعری میں اس دور کا اہم موضوع چومصرعے ہی تھے۔ اور مشاعروں میں چومصرعہ بازی سے کام لیا جاتا۔ اس لیئے چومصرعوں کا سلسلہ اس دور میں نہایت وسیع ہے۔ تقریباً تمام کے تمام شعرار باستثنائے بعض چومصرعے ہی لکھتے۔ رفیق میرٹھی۔ عشق لہر۔ ارڈرائے۔ حافظ بخشی اور استاد کرم اس موضوع کی بلند پایہ شخصیتیں ہیں۔

اگرچہ اس دور میں غزل کا اجرا بھی ہو چکا تھا۔ قربان استاد گاموں خاں اور منشی مولا بخش کشتہ نے اچھی سے اچھی غزلیں لکھیں۔ لیکن وہ سب کی سب تنوع سے عاری تھیں۔

قصص نگاری بھی اس دور میں اچھی خاصی ہوئی۔ سید فضل شاہ نے ہیر سوہنی مہینوال وغیرہ اعلیٰ پایہ کی کتابیں لکھیں۔ مولوی غلام رسول صاحب عالم پوری کی شہرۂ آفاق تصنیف احسن القصص اور میاں محمد بخش صاحب کا سیف الملوک، عبدالستار کی قصص المحسنین اسی زمانہ کی زندۂ جاوید یادگاریں ہیں۔

ان پرانے موضوعات کے علاوہ نعت اور طویل نظمیں بھی اس دور میں خالی خالی نظر آتی ہیں جن کے لیئے خانصاحب بابو عبدالغنی وفا کا نام سرفہرست ہے۔ اس کے علاوہ اس دور کی مفصل تفصیل آپ آئندہ اوراق میں دیکھیں گے۔

اس طول وطویل دور کی ترتیب کے لیئے شعرار کا سلسلہ ضلع وار مرتب کیا گیا ہے تاکہ اہم مراکز میں ان کی شخصیتیں اسی حال میں نظر آئیں جس طرح کہ

یہ سلسلہ جاری تھا۔ اس کے لئے لاہور، امرت سر، گوجرانوالہ، گجرات، سیالکوٹ، جہلم، راولپنڈی۔ لائل پور، گورداسپور اور ملتان کے ہندو مسلم شعرا کا علحدہ علحدہ ذکر کیا گیا ہے۔ اور بعض متفرق جگہوں کے معروف شعرا درج کر دیئے ہیں۔ اور دیگر غیر معروف احباب کا ذکر بخوف طوالت حذف کر دیا گیا ہے۔ اس دور کے مذہبی اور شرعی ادب کا جائزہ ملاحظہ ہو۔

پنجابی شاعری میں شرعیات کا ارتقا بعہد انگلیسی

١۔ حافظ محمد لکھوی :۔

لکھو کی ضلع فیروز پور میں سنہ ١٢٠٢ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے وقت کے بڑے جیّد عالم اور شاعر تھے۔ انواع مولوی بارک اللہ۔ انواع محمدی۔ تفسیر محمدی۔ احوال الآخرت۔ زینت اسلام۔ لی ہدالاسلام۔ سیف السنّتہ ان کی تصنیفات ہیں۔ آپ نے سنہ ١٣١٢ھ مطابق سنہ ١٨٩٤ء میں وفات پائی۔

٢۔ نبی بخش حلوائی :۔

مولوی محمد لکھوی کی تفسیر محمدی کے جواب میں پنجابی نظم میں تفسیر نبوی لکھی جس میں نجدیہ عقائد کی تردید ہے۔

٣۔ خدا بخش واعظ :۔

محمد لکھوی کی طرف سے نبی بخش حلوائی کی تردید میں ایک رسالہ تحفہ واعظ ان کی یادگار ہے۔

۴۔ مولوی حبیب اللہ:۔

موضع شیخ بھٹی۔ ڈاکخانہ اجنالہ ضلع امرتسر ۱۳۳۱ھ مطابق ۱۹۱۳ء میں قرآن مجید کی پنجابی نظم میں تفسیر لکھی جس کا نام حبیب التفسیر یا تفسیر نعمانی رکھا۔

۵۔ فیروز الدین ڈسکوی:۔

انہوں نے بھی قرآن پاک کی تفسیر پنجابی نظم میں لکھی ہے جو شائع ہو چکی ہے

۶۔ میاں جان:۔

مولوی دین محمد المتخلص بہ میاں جان موضع بائیا ضلع امرتسر کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے قرآن پاک کے تیسویں پارے عَمَّ یَتَسَاءَلُوْن کی تفسیر پنجابی نظم میں لکھی ہے۔ بحر انوکھی ہے اور زبان واضح۔

۷۔ مولوی نور محمد:۔

مولوی نور محمد ولد مولوی محمد علیمی نے ۱۳۰۰ھ میں "راحت المومنین" کے نام سے تفسیر سورۂ ملک پنجابی میں لکھی ہے اور اس کے علاوہ ایک رسالہ ذکر موت ان کی یادگار ہے۔

۸۔ غلام کبریا فتح آبادی:۔

آپ نے رسالہ کوثر تفسیر سورۂ رحمٰن پنجابی زبان میں لکھی ہے۔

۹۔ ظہور الدین اکمل:۔

گوریلیے ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔ پند اکمل قصۂ سلیمان بلقیس انقلاب فطرت۔ شرح کافیہ ان کی تصانیف ہیں۔ ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۲ء سورہ الرحمٰن کا پنجابی نظم میں ترجمہ کیا جس کا نام فیض الرحمٰن ہے۔

۱۰۔مولوی محبوب عالم :-

آپ مولوی محمد یار کے فرزند تھے۔ دادا کا نام غلام محمد الحکیم تھا۔ صاحب تصانیف کثیرہ ہیں جن کا ذکر خود اپنی ایک تصنیف ستر المومنات میں کرتے ہیں ستر المومنات مجموعہ الفرائض (فارسی نظم) قصائد محبوبیہ (فارسی نظم) نان سلوی بجواب نان حلوی۔ فوائد بسم اللہ۔ تہذیب الصلوٰۃ۔ شرح خلاصہ کیدانی پنجابی نظم۔ ترتیب الصلوٰۃ (پنجابی) شرح قصیدہ مالی (پنجابی نظم) ہدایت نامہ و عقد نامہ (پنجابی نثر) آداب الفقرا (پنجابی نظم) میں ہیں۔

۱۱۔مولوی حیات محمد صاحب واعظ

۱۸۴۳ء میں بمقام بھدر ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ موضع بھوئیں پور ضلع شیخوپورہ میں ان کی وفات ۱۹۲۳ء میں ہوئی۔ ردّ وہابیاں۔ احوال الآخرت۔ نجات المومنین ان کی مطبوعہ کتابیں ملتی ہیں تفسیر قرآن حکیم لکھ رہے تھے اور نا ویں سیپارے تک پہنچے کہ ملک الموت نے آدبایا۔ ان کے بھتیجے مولوی محمد علی صاحب فائق نے قرآن پاک کا مکمل ترجمہ پنجابی نظم میں کیا ہے جو کہ نہایت مقبول ہے۔ ع

ہر کہ پدر نکند پسر تمام کند

۱۲- نجم الدین فائز :-

شادی وال ضلع گجرات کے مشہور عالم علامہ سید احمد صاحب کے لڑکے تھے۔ علامہ سید احمد صاحب قلعدار ضلع گجرات کے مشہور اہل علم خاندان سے تھے۔ نجم الدین فائز ۱۲۶۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۳۲ھ مطابق ۱۹۱۴ء کو وفات پائی۔ آپ کی عربی فارسی پنجابی میں بے شمار تصانیف ملتی ہیں جو سب کی سب

مقبول اور اعلیٰ پایہ کی ہیں۔ جن کے اسامی یہاں درج کیئے جاتے ہیں۔ دیوانِ فائز۔ خطبات فائز۔ رسالہ جمعہ۔ جامع القواعد۔ قافیہ و شرح قافیہ (فارسی نظم) شجرہ طیبہ بنائے خمسہ (فارسی نظم) مصباح الفرائض (فارسی نظم) فرائض الاسلام (فارسی نظم) حیات المسیح۔ (عربی نثر)

پنجابی میں کتاب المناقبات آپ کی یادگار ہے جس میں مبسوط کتابیں درج ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ شرح اسماء الحسنیٰ۔ شمائل نبویؐ۔ مناقب حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ مناقب عمر فاروقؓ۔ مناقب حضرت عثمان غنیؓ۔ مناقب حضرت علیؓ المرتضیٰ۔ مناقب اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

۱۳۲۔ محمد عبدالکریم قریشی:۔

قلعدار ضلع گجرات کے مشہور اہل علم خاندان سے تھے۔ والد کا نام مولوی فضل احمد دادا کا نام حافظ خان محمد۔ ۱۷ فروری ۱۸۶۱ء کو پیدا ہوئے۔ فارسی عربی اور علوم اسلامیہ کے مستند عالم تھے۔ آپ بھی صاحب تصانیف کثیرہ ہیں اور وہ سب کی سب مقبول اور اعلیٰ پایہ کی ہیں۔ دیوان کریم (عربی۔ فارسی) تفسیر سورہ فاتحہ (عربی) نحو ی البینات فی مسائل الاموات (فارسی) تاج المومنین (عربی) خیر الخبر۔ مسائل سنت الفجر (عربی) رسالہ متعلق طلاق (فارسی)

پنجابی نظم میں آپ نے روح المیلاد فی ذکر المیلاد لکھی جو بہت مشہور رہے۔ واعظ لوگ جلسہ ہائے میلاد النبیؐ میں اکثر سناتے ہیں۔ صلح نامہ حدیبیہ و تاریخ فتح مکہ پنجابی نظم میں اس موضوع پر مبسوط کتابیں ہیں۔ آپ نے ۱۹ ستمبر ۱۹۰۷ء میں وفات پائی۔

۱۴۔ مولوی محمد عالم قلعداری :۔

۱۲۹۳ھ میں بمقام قلعدار پیدا ہوئے۔ مولوی محمد عبدالکریم کے حقیقی چھوٹے بھائی تھے اور اپنے وقت کے متبحر عالم تھے۔ دیوان عالم (عربی۔ فارسی) مجموعہ فتاویٰ۔ رسالہ نکاح رسالہ حریم اکبر کے علاوہ پنجابی نظم میں تفسیر سورہ اخلاص تفسیر سورۂ فیل تفسیر سورہ کہف تفسیر سورۂ والضحیٰ تفسیر سورہ کوثر۔ اسلام امیر حمزہؓ۔ اسلام اہل طائف۔ قصہ حضرت عمرؓ۔ داغ غم۔ ان کی مشہور و مقبول تصانیف ہیں۔ آپ نے ۱۷ فروری ۱۹۵۵ء میں وفات پائی۔

۱۵۔ مولوی نورالحسن خادم :۔

نوشہرہ خوجیاں۔ ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔ ۱۹۲۶ء کو کتاب ستر النسا تصنیف کی۔

۱۶۔ محمد اعظم قریشی :۔

غازی گوڑہ تحصیل بھمبر ضلع میرپور کے رہنے والے ہیں ۱۳۴۳ھ ۱۹۲۴ء کو نماز اعظم تصنیف کی جس میں نماز کے مسائل ہیں۔

۱۷۔ مولوی نور احمد :۔

ناگریاں والہ ضلع گجرات کے باشندے ہیں۔ ایک فقہی رسالہ آپکی یادگار ہے۔

۱۸۔ محمد دین :۔

"اَدو کے" ضلع گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے۔ مہر علی کے لڑکے ہیں۔ ادوکے 'بدوکے' کے متصل ہے۔ رسالہ جمعہ۔ رسالہ چوہڑیاں۔ رسالہ سیاپہ۔ اور دو سی حرفیاں آپ کی لکھی ہوئی ملتی ہیں۔

۱۹۔ غلام رسول عادلگڑھی :۔

عادل گڑھ ضلع گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے۔ اپنے وقت کے فارسی اور عربی کے جیّد عالم تھے۔ فارسی نظم میں ماقیماں کی طرز پر ماطیعاں ایک کتاب نجدیہ عقائد کی تردید میں لکھی۔ آپ کا خاندان خوشنویسی کے لحاظ سے بیرونی ممالک میں بھی مشہور رہے۔ پنجابی نظم میں ترجمہ قصیدہ غوثیہ آپ کی یادگار ہے۔

۲۰۔ مولوی دلپذیر :۔

مولوی حاجی محمد دلپذیر ولد کرم دین بھیرہ ضلع سرگودھا کے مشہور پنجابی شاعر ہیں جن کی بہت سی پنجابی کتابیں بازار میں ملتی ہیں جن کے اسامی حسب ذیل ہیں۔ قصص المحسنین۔ وعظ دلپذیر۔ انشائے دلپذیر۔ باغ دبہار۔ گلزار چہار یار۔ مجموعہ وظائف۔ باغ بہشت۔ گلدستۂ دعوات۔ مجموعہ اشعار دلپذیر۔ گلزار موسیٰ۔ مکتوبات دلپذیر۔ مجموعہ سی حرفی۔ زینت الاسلام۔ انواع دلپذیر۔ احوال الآخرت۔ اکرام محمدی۔ گلزار مکہ۔ مجموعۂ خطب۔ ترجمہ دیوان حافظ۔ ان کی پنجابی تصنیف ہیں۔

۲۱۔ منظور احمد :۔

ڈاکٹر مولوی منظور احمد مولوی دلپذیر کے لڑکے ہیں۔ فرقہ احمدیہ سے منسلک ہیں۔ امام المتقین باتباع خاتم النبیین آپ کی کتاب ہے۔

۲۲۔ جھنڈے خاں علم :۔

اس نے مرزا غلام احمد قادیانی کی سوانحعمری پنجابی نظم میں لکھی۔

۲۳۔ میاں محی الدین مہدی :۔

جہلم کے باشندے ہیں۔ والد کا نام عزیز اللہ قوم جھمٹ ہے۔ فرقہ نجدیہ

کے پکے پیروکار ہیں۔ منجی المومنین۔ ترجمہ فقہ اکبر۔ شرح نجات المومنین۔ رسالہ بیمارپرسی۔ رد تقلید۔ نماز اشارہ۔ رسالہ ایمان اور پند نامہ ان کی پنجابی منظومات ہیں۔

۲۴۔ رحمت اللہ:۔ جہلم کے باشندے ہیں۔ والد کا نام عبدالواحد۔ یہ میاں محی الدین کے بھتیجے ہیں۔ رحمت اللہ نے ۱۳۲۲ھ میں تحفۂ رمضان تصنیف کیا۔ ان کے خاندان سے ہی ایک بزرگ میاں محمدؒ نے قرآن پاک کا پنجابی نثر میں ترجمہ کیا۔

۲۵۔ خواجہ قمردین ولد محمد غوث:۔

ضلع منٹگمری کے اکابر علماء سے تھے۔ رسالہ روایت آپ کی تصنیف ہے جس میں شرک و بدعت کے مسائل ہیں۔

۲۶۔ امام دین واعظ:۔

امرتسر کے باشندے تھے ۔ فرقہ اہلحدیث سے متعلق تھے جوحق الزوجین کامن کی طرز پر آپ کا ایک فقہی رسالہ ہے۔

۲۷۔ محمد امین:۔

جہلم کے رہنے والے تھے۔ اظہار السنن۔ احوال الآخرت۔ معجزہ محمدی۔ قصیدہ شفاعلیہ۔ تہذیب النسواں۔ شرح اسماء الحسنیٰ۔ منجی المومنین۔ فقہ اکبر۔ درد و ہزارہ درد حی۔ خزینۃ الجواہر۔ قصہ سلیمان و بلقیس۔ رنگ برنگی مکرڈی شعلہ عشق۔ سی حرفیاں۔ احوال زمانہ۔ چنگ عشق۔ اٹھوارا اور باراں ماہ ان کی تصانیف ہیں۔

۲۸۔ جان محمد:۔

آپ نے حضور پاک کا وفات نامہ لکھا ہے جس کا قلمی نسخہ ہمارے پاس ہے۔

۲۹۔ نُوری :۔

ایک شاعر ہے جس نے سفر نامۂ حج اپنے سفرِ حج کے حالات ایک مبسوط کتاب میں لکھے ہیں۔

۳۰۔ مستری خان محمد :۔

پنڈ دادنخاں ضلع جہلم کے باشندے ہیں۔ ان کا نعتیہ دیوان چھپا ہوا ملتا ہے۔ قبلہ والد بزرگوار علامہ محمد عبدالکریم کے شاگرد تھے۔

۳۱۔ مولوی علی اکبر صاحب اکبرؔ

۱۸۶۵ء میں بمقام بھڈر ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۴ اپریل ۱۹۳۵ء کو موضع ماڑی بھنڈراں ضلع گوجرانوالہ میں وفات پائی۔ عربی اور فارسی کے عالم متبحر تھے۔ قرآن مجید۔ مثنوی مولانا روم۔ اور ہیر وارث شاہ ہمیشہ آپ کے سرہانے رہتیں۔ نہایت خوش الحان تھے۔ رئیس الواعظین کے نام سے مشہور رہے۔ محترم دوست (مولوی محمد علی فائق) کے والد بزرگوار تھے۔ چرخہ رسولی شعلہ نور۔ عرب دیے وائے، آپ کی تصانیف ہیں۔ جن کے قلمی نسخے ہمارے پاس موجود ہیں۔ فارسی میں بھی شعر کہتے تھے۔

۳۲۔ حکیم سائیں بخش :۔ آپ نے تشریح الطب ۱۹۰۱ء / ۱۳۰۴ھ میں تصنیف کی اور

۳۳۔ محمد دین جھنڈیالوی نے قانونچۂ طب کا پنجابی نظم میں ۱۳۱۲ھ میں ترجمہ کیا۔ اور اس دور کی فنی شاعری میں اضافہ کیا۔

رومانی شاعری :-

رومانی شاعری میں اِس دَور کے مندرجہ ذیل شعرا بتفصیل ذیل مشہور ہیں۔

لاہور کے پنجابی شعرا :-

لاہور کے پنجابی شعرا میں سے جنہوں نے انگریزی عہد میں فروغ پایا ہے وہ سید فضل شاہ صاحب نواں کوٹی ہیں۔ چونکہ اُن کی پیدائش سکھی عہد میں ہوئی لہٰذا ان کا ذکر گذشتہ اوراق میں ہو چکا ہے۔

رفیق میرٹھی :-

شیخ الٰہی بخش رفیق ولد سالار بخش میرٹھ میں ۱۸۴۲ء میں پیدا ہوئے غدر کے دنوں میں لاہور آ گئے اور مولانا محمد حسین آزاد کی تحریک شاعری میں شامل ہو گئے۔ اور یہیں سے پنجابی کا شوق دامنگیر ہوا۔ اور آپ ایک خاص حلقہ کے استاد تھے۔ آپ نے ۱۹۰۸ء میں لاہور میں وفات پائی۔

نمونہ کلام

ب۔ بولیاں لا لا مارنا ہیں۔ انہاں عاشقاں دا مرنا جیونا کیہہ
جدوں اپنے آپ نوں ماردتا فیر آبِ حیات دا پیونا کیہہ
ٹُٹی تار نہ جُڑے پیار والی، پاٹے کپڑے دا فیر سیونا کیہہ
مرد سخن تے رہن رفیق عاشق ہوئے مرد نامرد فرھیتو ناکیہہ

عشق لہر :-

چراغ دین نام، فضل دین لوہار کے شاگرد تھے۔ پیشہ کفش دوزی اور

شاعری شغل - آخر عمر میں کیبرج شاپ مغلپورہ میں ملازم ہو گئے۔ ستر سال کی عمر میں ۱۹۵۰ء میں وفات پائی۔ بارہ ماہ اور سی حرفی سسی پنوں آپ کی یادگاریں ہیں۔ اِن کے علاوہ اور بہت سی نظمیں آپ کی یادگار ہیں۔

نمونہ کلام

ج۔ جان دے چرخے نوں مور کھا اٹھ لے چلاوت کوئی منظور ہووے
نیکے روئیں پیارے دے نام والی وٹ پونیاں راضی غفور ہووے
تکلہ صدق یقین دی مال پا کے من کا پا منکا جے شعور ہووے
عشق لہر توں کت دا رہیں ہر دم خبر ے تند کیہڑی منظور ہووے

اروڑہ رائے:۔

آپ کی پیدائش ۱۸۱۸ء میں ہوئی۔ اور ۱۸۸۰ء میں راہئ ملک عدم ہوئے۔ چو مصرعے خوب لکھتے تھے۔ آپ نے کچھ نعتیں اور امام حسینؑ کے مرثیے بھی لکھے۔

نمونہ کلام

ن۔ نت پیارے کت خیال بھیوں، نت خزاں تے نت گلزار ناہیں
نت حکم حکومتاں راج کیتھے، نت جھاگ ایہہ کسے دا یار ناہیں
نت یار دے وصل دی رات کیتھے، نت داغ جدائی دی سار ناہیں
اروڑہ رائے نت حسن جوانی کیتھے، نت زندگی دا اعتبار ناہیں

استاد گاموں خاں:۔

نواب خاندان سے تھے۔ نواب بہاولپور کے رشتے دار تھے۔ پنجابی

غزل کی ابتدا پنجابی ادب میں آپ سے ہوئی۔ آپ ۱۸۶۰ء میں لاہور میں پیدا ہوئے اور ۱۹۱۶ء میں فوت ہوئے۔

غزل

لوک کہن کالا تل مالدار ہویا، دیکھو خال سنہری رخسار اُتے
پایا ایہہ حکم خدا دے نال بیٹھا، شاہ حبش تخت زرنگار اُتے
انہاں دے دیکھ رخسار نصیب سڑیا میری روح رخسار توں ہوئی صدقے
اودھر اگ اُتے بن اگ چمکے ایدھر نور چمکے پیا نار اُتے
اوس پری دے یار دے خیال اندر جدوں رووناں بہت بے حال ہو کے
کرہ قات ڈھیں آوندے ہین بدل، گریہ کرن میرے حال زار اُتے
جیہڑا کسے نوں کرنی ایذا دیوے فوراً اوس دا رُو سیاہ ہو ردیے
میرے چھالیاں نوں اک دن چھنڈیا میں سیاہی دیکھو نوک خار اُتے
پیا پیچے در پے وہ ایس طرح نوں سُتے تار نہ ذرا پریم والی
گاموں خاں ساقی نت سمی ہوندے کریں تار رہوے اک تار اُتے

ولی اللہ سبحن ا۔

آپ کا وطن لاہور تھا۔ ۱۸۱۹ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸۹۰ء میں وفات پائی۔ عربی فارسی کے اچھے عالم تھے۔ فارسی میں ولی تخلص کرتے تھے۔ جو مصرعے خوب لکھتے تھے۔

میاں کریم بخش بادر ا۔

حکیم آغا علی خاں۔ گاموں خاں۔ میاں الٰہی بخش میرٹھی کے استاد تھے۔

بجھارتوں میں آپ کو بہت ملکہ تھا۔ آپ ستر سال کی عمر میں ۱۸۷۰ء میں فوت ہوئے۔ سوال جواب بجھارتاں اور جنگ نامہ حضرت علیؓ آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔

میاں ہدایت اللہ:۔

لاہور آپ کا وطن تھا۔ ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۲۹ء میں وفات پائی۔ دوہڑے اور چومصرعے لکھتے تھے۔ ان کی سی حرفیاں چھپ چکی ہیں۔ ہیر میں بھی آپ نے کچھ اضافہ کیا ہے۔ آپ کا بارانماہ بہت مشہور رہے۔

نمونہ کلام

چڑھے وساکھ وساکھی ہوئی گھریں سوداگر آئے نی
ناہیں خبر اساڈی جانی کیوں اتنے دن لائے نی
کھلے کیس گلے وچ میرے سیاں سیس گندائے نی
کون ہدایت خبر لیاوے کیہڑا خبر لیائے نی

خلیفہ قمر:۔

قمر دین نام، تخلص قمر کرتے تھے۔ ان کی پیدائش ۱۸۵۰ء میں ہوئی اور ۱۹۰۵ء کو اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ کشتہ۔ سوختہ۔ برکت علی اختر اور کریم بخش قربان آپ کے مشہور شاگرد ہیں۔

آغا علی خاں حکیم:۔

استاد کریم بخش کے شاگرد تھے۔ طبابت آپ کا پیشہ تھا۔ حویلی میاں خاں لاہور میں سکونت پذیر تھے۔ آپ نے پچھتر برس کی عمر میں وفات پائی۔ فنِ تاریخ گوئی میں آپ کو کمال حاصل تھا۔

ہیر کشتہ کی تاریخ لکھتے ہیں ؎

ایڈا فکر ہے طبع نُے سال دا کیہہ۔ ہاتف غیب تیں پیا پکار دا اے
بلئے عدو اڑا کے لکھ آغا، شعر ہَین گویا آب دار موتی
۱۳۴۱ ۱۳ ۵

لال دین قیصر:-

لاہور میں رہتے تھے۔ اِن کی پیدائش ۱۸۹۹ء میں ہوئی۔ تاریخ وفات ۱۹۵۶ء ہے۔ ان پڑھ تھے لیکن پنجابی ادب کی بہت خدمت کی۔ آپ نے اخبار امام جاری کیا۔ علاوہ ازیں سچدل دا کلیجہ۔ قیصر دے نگینے۔ بھڑے یا پنگھال۔ مہندی والے ہتھ۔ جوڑ دی۔ یہ کتابیں آپ کی مطبوعہ ہیں۔

فیروزدین شرف:-

پہلے امرتسر میں رہتے تھے بعد میں لاہور سکونت اختیار کر لی۔ آپ کی پیدائش ۱۸۹۸ء میں ہوئی۔ اور ۱۹۵۵ء میں اِس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے۔ سنہری کلیاں۔ نورانی کرناں۔ شرف نشانی۔ دکھاں دے کیرنے لالاں دیاں لڑیاں۔ نوری درشن۔ شرف دھادے پھل۔ شرف دے گیت۔ پریم ہلارے۔ دل دے ٹکڑے آپ کی مشہور تصنیفات ہیں۔

رحیم یار:-

آپ رحیم بخش اور رحیم یار دونوں تخلص کیا کرتے تھے۔ اِن کی تاریخ پیدائش ۱۸۵۱ء اور تاریخ وفات ۱۹۰۳ء ہے۔ اِن کے اشعار کے چار موضوع تھے
(۱) نصیحت (۲) وحدانیت (۳) نعت (۴) شہادت۔

میاں شادا:-

درۃ الاسلام اور چرخہ رنگ رنگیلا ان کی مشہور تصنیفات ہیں ۱۸۳۹ء میں

پیدا ہوئے اور ۱۸۹۲ء میں وفات پائی ۔

پیر بخش عاصی :۔

چو مصرعے خوب لکھتے تھے۔ آپ کا زمانۂ حیات ۱۸۳۷ء سے ۱۸۹۲ء تک ہے۔

حافظ بخشی :۔

بہت نامور شاعر تھے۔ لاہور اور امرت سر میں آپ کے بے شمار شاگرد تھے۔ اِن کی ایک سی حرفی سجنت پیکر کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔

ہمدم :۔

آپ کا اسمِ گرامی محمد رمضان تھا۔ "ہیریاں دی کان" آپ کی ایک مطبوعہ تصنیف ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے پنجابی لغات بھی لکھنا شروع کی جو مکمل نہ ہو سکی۔ آپ کی پیدائش ۱۸۷۰ء میں ہوئی اور ۱۹۵۴ء میں آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

اُستاد دامن :۔

پُورا نام چراغ دین ہے اور دامن تخلص کرتے ہیں۔ ہمدم کے شاگرد ہیں۔ درزیوں کے کام میں ماہر ہیں۔ آپ نے فلموں کے لئے اکثر گیت لکھے ہیں۔ تحریکِ آزادی کے سلسلہ میں انگریز کے خلاف بڑے بڑے جلسوں میں اپنا کلام پڑھا کرتے تھے۔ اکثر بڑے بڑے لیڈروں سے زیادہ مقبول ہوئے۔

محرّم علی چشتی :۔

آپ کی پیدائش ۱۸۵۷ء میں ہوئی۔ ایک سال کے تھے کہ یتیم ہو گئے۔ یتیمی آپ کو راس آئی اور علم خوب حاصل کیا۔ آخر کار آپ وکیل بنے۔ گیتوں کے کئی مطبوعہ قصے آپ کے کلام کا حصّہ ہیں۔

فضل دین :-

آپ نے بہت سی سی حرفیاں لکھیں۔ تاریخ پیدائش ۱۸۱۰ء اور تاریخ وفات ۱۹۳۷ء ہے۔

اُستاد گام :-

پُورا نام غلام محمد ہے۔ چومصرعے اور نعتیں لکھنا آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ ۱۸۶۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۳۰ء میں وفات پائی۔

فیروز دین دلگیر :-

ان کا ایک ہَرنی بھی مشہور ہے۔ چومصرعے لکھنے میں آپ ماہر اُستاد تھے۔ ان کی پیدائش ۱۸۰۰ء میں ہوئی اور ۱۸۹۰ء میں عین عالمِ شباب میں داغِ جدائی دے گئے۔

مُراد بخش مُراد :-

لاہورا سنگھ کے شاگرد تھے۔ ۱۸۸۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۲۰ء میں فوت ہوئے۔ چومصرعے کہتے تھے۔

راقب قصوری :-

درویش قسم کے شاعر تھے۔ آپ کی پیدائش ۱۸۸۳ء میں ہوئی اور ۱۹۳۶ء میں راہیٔ ملکِ عدم ہوئے۔ جناب مجدّد صاحب کی مزار پر مراقبے کے عالم میں آپ کو نعت لکھنے کا ارشاد ہوا۔ چنانچہ آپ مشہور نعت خواں ہوئے۔ ان کی نعتوں کے پانچ مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

مستری مولا بخش :۔

نہایت پُرگو شاعر تھے۔ قصہ بین بادشاہزادی۔ مرزا صاحباں۔ سلطان محمود۔ لیلیٰ مجنوں۔ پھیلنی دے بیر۔ شکوہ۔ جواب شکوہ۔ بتیاں دا مجموعہ۔ شگوفہ عشق۔ شاندار موتی۔ چمکدار موتی۔ موتیاں دا خزانہ۔ رنگ برنگے موتی۔ توبۃ النصوح آپ کی مطبوعہ تصنیفات ہیں۔ زمانہ حیات ۱۸۸۵ء سے ۱۹۴۵ء تک ہے۔

غلام محی الدین نظر :۔

عشق لہر کے خلیفے ہیں۔ عام طور پر بینت لکھتے ہیں۔ آپ کی تاریخ پیدائش ۱۸۹۷ء ہے۔

فضل دین بخت :۔

آپ کی پیدائش ۱۹۱۰ء میں ہوئی۔ خیال بخت۔ بخت دے بھرے خزانے۔ بخت دیاں تن گلاں۔ عقیدے دے پھُل۔ آپ کی مطبوعہ تصنیفات ہیں۔

ممتاز علی مضطر :۔

آپ کے والد صاحب کا نام سید نادر شاہ بخاری ہے۔ وطن لاہور۔ تاریخ پیدائش ۱۹۱۶ء اور تاریخ وفات ۱۹۰۹ء ہے۔ پہلے اردو میں شعر کہتے تھے لیکن ایک دفعہ ایک مشاعرے میں کسی نے اہلِ زبان نہ ہونے کا طعنہ دیا۔ بس پھر کیا۔ اردو شاعری ترک کی اور پنجابی شاعری کو اپنایا۔

سر شہاب الدین :۔

ننگل ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ والد صاحب کا نام چوہدری کالو تھا۔ نہایت غربت کے عالم میں علم حاصل کیا۔ آخر ترقی کرتے کرتے پنجاب

اسمبلی کے سپیکر بن گئے۔ پنجابی زبان آپ کی بے حد ممنون منت ہے جسد س حالی کا پنجابی میں ترجمہ آپ نے نہایت کامیابی سے کیا۔ آپ کی پیدائش ۱۸۶۵ء میں ہوئی اور ۱۹۴۹ء کو اللہ کو پیارے ہوگئے۔

نمونہ کلام

آبادکاراں دے ہاڑے

پانی لبھدا نہیں سی پین جوگا، ات کھان نوں ہتھ نہ آیا سی
جیھتے وسدے ساہن بگھیاڑ گدڑ جنگل آن اوہ اساں وسایا سی
ڈڈھ پٹ کے جنڈ کریر سارے پانی پٹ کے کھال وگایا سی
دن ودھ کے پھوک فناہ کیتے، ہل زمیں تے تد دوں چلایا سی
پھنیر مار دستے نال گھتیاں دے، خوف کھلڑی وچ نہ آیا سی
کیتاں وچ لے اپنا بھوئیں بھانڈا ڈیرا بار دے وچ جمایا سی

ان کے علاوہ حکیم عبدالکریم ثمر۔ احمد یار خاں ازلی۔ میاں کرم دین غافل۔ نذیر احمد منظور۔ پیر عبدالقادر۔ چوہدری سمند ادھسی۔ رحمت ڈھونڈا۔ محمد صادق قزلباش۔ فیروز دین مسافر۔ مرزا عبدالحمید۔ برکت علی ثمر۔ بابو نعیم جان۔ آر فیضلدین حسن دین۔ قربان۔ خوش دل بھی وہ مشہور ہستیاں ہیں جنہوں نے پنجابی زبان کی خدمت اپنے ذریعے میں بجھ رکھی ہے۔

لاہور کے ہندو اور سکھ شعراء

لاہورا سنگھ :۔ پنجابی زبان کے دلدادہ اور نہایت مشہور شاعر تھے۔

آپ کی مشہور نظم ڈنڈی آج کل بھی لوگ اکثر مشاعروں میں سنتے ہیں۔ آپ کی تصنیفات میں نو سی حرفیاں اور ایک قصّہ ہیر را نجھا کا ہے۔ آپ کی پیدائش ۱۸۶۰ء میں ہوئی۔ تاریخ وفات ۱۹۲۳ء ہے۔

بھولا ناتھ وارث :-

عیسائی تھے۔ تاریخ پیدائش ۱۸۶۰ء اور تاریخ وفات ۱۹۳۶ء آپ نے پنجابی نثر میں تاریخ لاہور بھی لکھی۔ اور یہ آپ کا ایک کارنامہ ہے کیونکہ پنجابی ادب میں نثر کا پہلو کمزور تھا۔

باوا بُدھ سنگھ :-

پنجابی ادب کے بہت بڑے محسن ہیں۔ تاریخ پیدائش ۱۸۷۸ء اور تاریخ وفات ۱۹۳۱ء ہے۔ سکھوں کے تیسرے گورو گورو امرداس جی کی اولاد سے تھے۔ پریم کہانی۔ ہنس چوگ۔ کوئل کو کو۔ پپیہا بول۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ پنجابی ادب میں تاریخ نویسی کی ابتدا آپ نے کی۔ اکثر پنجابی مصنفوں نے تاریخ ادب پنجابی لکھتے وقت پریم کہانی کو اپنے سامنے رکھا ہے۔

ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ :-

آپ موضع دیوی ضلع راولپنڈی کے رہنے والے ہیں۔ آپ نے ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری پنجاب یونیورسٹی سے حاصل کی۔ "اے ہسٹری آف پنجابی لٹریچر" پنجابی ادب کی تاریخ آپ نے انگریزی زبان میں لکھی۔

گیان چند دھون :-

جائے پیدائش لاہور ہے۔ ۱۸۹۶ء میں پیدا ہوئے۔ بڑے صاحب قلم تھے۔

دھرو بھگت۔ پرتھوی راج۔ روپ بسنت حقیقت رائے۔ خونی بہن۔ جمیل فتا۔ ستیہ وان۔ ساوتری آپ کی تصنیفات ہیں۔

اننت رام وحشی :-

۱۸۹۴ء میں پیدا ہوئے۔ لاہور ان کا وطن ہے۔ ان کا تمام کلام قصوں کی شکل میں چھپ چکا ہے۔

ملکھی رام :-

بہت بڑے پنجابی کے شاعر ہیں اور ان گنت قصوں کے مصنف ہیں۔ آپ کی تصنیفات یہ ہیں، جو تمام کی تمام چھپ چکی ہیں ملکھی دا گنجہ بٹیرا۔ ملکھی دی بتی۔ ملکھی دا بائیسکل۔ ملکھی دی بجلی۔ جنگ ستاریاں والی۔ باراں ماہ پانی۔ بے جمالو۔ یہ تمام قصے ہیں۔ علاوہ ازیں سسی پنوں اور حقیقت رائے مطبوعہ ضخیم قصے ہیں۔ باراں ماہ پانی نہایت مقبول ہوا۔ اور ہزاروں کی تعداد میں فروخت ہوا۔ یہ تمام چیزیں کلیاتِ ملکھی رام کے نام سے علیحدہ علیحدہ چھپ چکی ہیں۔ نمونہ کلام

چیتر چار چوفیریوں گھت پھیرا کیتا بند یزید شیطان پانی
وتا حکم پلیت نے فوجیاں نوں نہ جیہن لوں دینا لے جائے پانی
اک روز پردیسیاں سیداں نوں آلپوں آوے گی موت پلان پانی
ملکھی ویکھنا! مول نہ باہر جاوے سارے رکھناں ڈل وھیاں پانی

سُندر داس :-

تاریخ پیدائش ۱۹۰۶ء ہے۔ پنجابی ادب میں آپ نے بہت سا اضافہ کیا۔ الھڑ طے زخم عشق دیاں چوٹاں۔ خونی ماں اور سندر سفنے آپ کا مطبوعہ کلام ہے۔

گیانی سوہن سنگھ سیتل :-

باپ کا نام سردار خوشحال سنگھ تھا۔ گاؤں کا نام قادی ونڈ تحصیل قصور ضلع لاہور ہے۔ ۱۹۰۹ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کی تصنیفات کیسری دوپٹہ۔ سیتل کرناں۔ سیتل سنیہے۔ سیتل ہنجوں۔ سیتل ہلارے۔ سیتل بھرنگاں۔ سیتل پرسنگ۔ سیتل پرکاش۔ سیتل ترانے۔ سیتل داراں۔ سیتل تانگاں۔ سیتل چھپکاں۔ سیتل انگیارے۔ سیتل رمزاں۔ سیتل امنگاں۔ سیتل سوغاتاں۔ ویہندے ہنجو۔ سجرے ہنجو۔ دل دریا وغیرہ کوئی ستر کے قریب ہیں۔ پنجابی نظم کا ادب آپ پر جتنا ناز کرے کم ہے۔

پنڈت رام سرن داس :-

تاریخ پیدائش ۱۸۹۵ء اور تاریخ وفات ۱۹۴۶ء ہے۔ آپ کی تصنیفات یہ ہیں - (۱) شرح بینت شاہ محمد۔ (۲) پنجاب دے گیت۔ (۳) بھگوت گیتا۔ یہ کتابیں چھپ چکی ہیں اور بازار سے عام ملتی ہیں۔

پورن رام :-

آپ نے پرانی عشقیہ داستانیں لکھی ہیں۔

پروفیسر دیوان سنگھ :-

وطن آپ کا سیالکوٹ ۱۸۹۴ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۴۳ء میں جزیرہ انڈیمان میں فوت ہو گئے۔ آپ نے پنجابی زبان میں آزاد شاعری کو رواج دیا۔ وگدے پانی آپ کی مشہور کتاب ہے جو ۱۹۳۴ء میں چھپ چکی تھی۔

امرتسر کے مسلمان شاعر :-

کرم امرتسری :-

نام کرم دین تھا اور تخلص کرم کرتے تھے۔ سن پیدائش ۱۸۵۳ء اور سن وفات ۱۹۵۹ء ہے۔ ان کے کلام کا مجموعہ "گلدستہ کرم" کے نام سے چھپ چکا ہے۔ گلدستہ کرم بشکر۔ توبہ بلبل۔ چوہٹری۔ چیپاری۔ ہرفی۔ بچہ لوڑھ وغیرہ بہت سی مشہور نظموں کا مجموعہ ہے۔ علاوہ ازیں آپ کا غیر مطبوعہ کلام بہت ہے۔ آپکے شاگردوں کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ ان کے ایک شاگرد دراز صاحب گوجرانوالہ میں ہیں۔ ہمیشہ اپنا کلام سنانے سے پہلے آپ کا یہ بند ضرور پڑھتے ہیں۔

نمونہ کلام

بھلے لکم کوں ایماں دور ہاں ہیں جتناں ناصلہ دن تے رات دا اے
رہندا پرے ابلیس ہے مجھ کوں میں نوں سمجھ پتلا خرافات دا اے
دغے باز، عیار، مکار ہاں میں اعتبار کس نوں میری ذات دا اے
ایسے بُرے دی جو رکھے شرم کرم بس حوصلہ رب دی ذات دا اے

عزیز خاں شرم :-

سن پیدائش ۱۸۸۶ء ہے۔ استاد کرم کے شاگرد ہیں۔ آپ کے شعروں میں بے شمار محاورے اور ضرب الامثال ملتے ہیں۔ محاورے کو شعر میں اس طرح لگاتے ہیں جیسے انگوٹھی میں نگینہ۔ آپ کی تصنیفات میں سے قصہ دھوبن اور کچھ دیگر متفرق کلام چھپ چکا ہے۔

نمونہ کلام

لے گئے مال بچا کے جو ایتھوں پتہ پچھنا ہاں اوہناں ڈیریاں دا
کہنا، کرنا، سُننا، ویکھیاں راہبراں نوں گل شام نہ ذکر سویریاں دا
منزل دُور کویلا کمزور بازو فکر بچی نوں پیا بیریاں دا
رب ایس غریب دی شرم رکھے وسنی ٹھگاں دی ضلع لٹیریاں دا

دیوا زندگی دا بلدا رکھنا اے تیل پا وناں بتی نوں سیکھنا ایں
ہجر یار رہے شکل جہناں دی، چند سلگنی ایں من نے جپکیا ایں
اوہنوں لبھنا یا گم ہو جانا، نقش نویس قیامت دا لیکنا ایں
اچھا دیکھئے کدوں تک نہیں آوندا ایں بھی حشر تک اوہنوں اڈیکنا ایں

سائیں مولا بخش :-

قصبہ مجیٹھہ ضلع امرت سر میں پیدا ہوئے۔ سن پیدائش ۱۸۶۰ء ہے۔ آپ کی تصنیفات قصہ بشنو سسی پنوں۔ ہیر رانجھا۔ مرزا صاحباں اور بہت سی کافیاں ہیں۔ ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ ایم۔اے پی۔ایچ ڈی آپ کی ہیر کو وارث شاہ کی ہیر کے برابر ہی سمجھتے ہیں۔

دین محمد سودائی :-

ویرووال ضلع امرت سر آپ کی جائے پیدائش ہے۔ بلحاظ ۱۹۰۶ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۳۷ء میں عین عالم شباب میں فوت ہوئے۔ کم و بیش پچاس قصوں کے

مصنف ہیں۔ آپ کا یہ گیت نہایت مشہور ہے۔

اُٹھ شہر مدینے نوں چل جندڑی

دربار رسولؐ دا مل جندڑی

کرم دین مضطر:۔

۱۸۴۳ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۱۲ء میں وفات پائی۔ بینت لکھا کرتے تھے۔

عبدالقادر دانشمند:۔

آپ کا زمانہ حیات ۱۸۷۰ء سے ۱۹۳۴ء تک ہے گیت یا بینت لکھتے تھے۔

غلام رسول:۔

آپ کا زمانہ حیات ۱۸۴۲ء سے ۱۹۰۳ء تک سی حرفیاں اور بینت بہت لکھے۔
آپ کا قصہ مالی بلبل بہت دفعہ چھپا ہے۔ اور بہت مقبول ہوا ہے۔

بابا صادق:۔

۱۸۴۲ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۰۹ء میں وفات پائی جرنی سی حرفی لکھا کرتے تھے۔

اللہ دتہ شگفتہ:۔

اس جہان فانی میں ۱۸۶۳ء سے ۱۹۰۰ء تک رہے "شگفتہ دے سوال جواب" سی حرفی اور باراں ماہ آپ کا مطبوعہ کلام ہے۔

سرار خاں برق:۔

۱۸۶۳ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸۹۴ء میں فوت ہوئے۔ پہلے پنجابی میں بینت لکھتے تھے۔ بعد میں فارسی شاعری اختیار کی۔

مولوی حبیب اللہ:۔ موضع کمبو کے رہنے والے تھے۔ ۱۸۷۱ء

سے ۱۹۵۴ء تک ان کا زمانہ حیات ہے۔ خزینۃ الاسرار، حبیب الثقلین تفسیر سورہ یٰسین۔ تفسیر سورہ فاتحہ۔ تفسیر ست سورۃ۔ تفسیر سورۃ والضحیٰ۔ یوسف زلیخا۔ گلزار آدم۔ گلزار موسیٰ۔ گلزار عیسیٰ مجموعہ خطبات حبیب اللہ۔ نور العیون فی قصۃ موسیٰ و ہارون۔ اکرام مصطفیٰ۔ قرآن مجید دے نو پاریاں دی تفسیر سوانح نوشتہ۔ قصہ جابر، جنگ نامہ حبیب اللہ۔ معراج نامہ۔ احوال الآخرت۔ خوان یغما تفسیر سورہ یوسف۔ شرح نجات المومنین وغیرہ آپ کی تصنیفات ہیں جو چھپ چکی ہیں۔

جمال شاعر :۔

ان کا زمانہ ۱۸۳۵ء سے ۱۹۰۶ء تک ہے۔ بیت خوب لکھتے تھے۔

حیات امرت سری :۔

۱۸۶۸ء سے ۱۹۳۳ء تک اس دنیا میں رہے۔ خواب میں وارث شاہ کے شاگرد ہوئے۔ آپ ہیر کے اشعار کا مطلب خوب سمجھایا کرتے تھے۔

محمد دین سوختہ :۔

آپ پنجابی کے اچھے شاعر تھے۔ وارث شاہ کی ہیر میں آپ نے پورے ۶۰۰ شعروں کا اضافہ کیا۔ ۱۸۶۷ء سے ۱۹۴۴ء تک زندہ رہے۔

محمد دین غریب :۔

تاریخ پیدائش ۱۸۸۴ء اور تاریخ وفات ۱۹۳۱ء ہے۔ نارمل پاس کرکے سکول ماسٹر بنے۔ بچوں کو بھی پڑھاتے رہے اور خود پنجابی زبان کی خدمت میں مصروف رہے۔ آپ دائمی جنتری کے موجد ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بہت سے قصے آپ کی یادگار ہیں۔ جن میں بھاں بھاں بلیاں۔ بھنڈا بھنڈاریا۔ ٹٹیاں دوستیاں۔

جنّت دا میلہ اور سنگھنی لسّی بہت مشہور رہیں اور مطبوعہ ہیں۔

مولا بخش کشتہ :-

آپ ۱۸۷۶ء میں امرت سر میں پیدا ہوئے اور ۱۸۹۰ء میں لاہور آ گئے پنجابی زبان کے ساتھ آپ کو عشق تھا۔ آپ خلیفہ قمر کے شاگرد ہیں۔ پنجابی زبان آپ کے احسانات کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ آپ کی تصانیف یہ ہیں :- دیوان کشتہ۔ ہیر کشتہ۔ پنجاب دے ہیرے اور پنجابی شاعراں دا تذکرہ۔

فیروز سائیں عارف :-

۱۹۰۲ء میں پیدا ہوئے۔ بینت۔ گیت اور بولی لکھتے ہیں۔ اپنے قصّے خود ہی گا کر بیچتے ہیں۔ آپ کا مجموعہ کلام ہاڑے شائع ہو چکا ہے۔

عبدالرحیم عاجز :-

ان کا زمانۂ حیات ۱۸۹۶ء سے ۱۹۵۳ء تک ہے۔ ان کی بہت سی پنجابی نظمیں قصّوں کی شکل میں چھپ چکی ہیں۔

محمد بخش قریشی :-

۱۸۹۲ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۳۶ء میں فوت ہو گئے۔ بے شمار چھوٹے چھوٹے قصّوں کے مصنف ہیں۔ ان قصوں کے علاوہ آپ نے ڈھول اور شمس رانی کا قصہ بھی لکھا ہے۔

محمد حسین خوشنود :-

پیدا تو سیالکوٹ میں ہوئے لیکن وفات امرتسر میں پائی۔ آپ کا زمانۂ حیات ۱۸۶۵ء سے ۱۹۳۴ء تک ہے۔ قصہ سعید۔ گیان گتھلی۔ سفرنامہ حرمین۔ سیر کشمیر

آپ کی مشہور تصنیفات ہیں۔ قصہ سعید کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ تین دفعہ چھپ
چکا ہے۔

علم دین خاکسار :-

۱۸۹۹ء میں پیدا ہوئے۔ ہائی سکول چنیوٹ میں ڈرل ماسٹر کے عہدے
پر رہے۔ شکوہ پاک رسول نال۔ جل تیون آپ کی مشہور تصنیفات ہیں۔ علاوہ ازیں
آپ نے مختلف بحروں میں بینت کہے۔ آپ کے مرثیے بہت مقبول ہیں۔

بابو عبدالرحمٰن خاں :-

انہوں نے پچیس سال میں ہیر مرتب کی اور اس میں ۶۵۰ اشعار کا اضافہ کیا۔

مولوی عزیز دین :-

موضع جوڑا، تحصیل ترنتارن ضلع امرتسر کے باشندے تھے۔ انہوں نے
بھی ہیر وارث شاہ مرتب کی۔ اور اس کا ایک مبسوط فرہنگ تیار کیا۔ آپ نے
ہیر وارث شاہ میں بے شمار مصرعوں کا اضافہ کیا اور مزے کی بات یہ ہے کہ پیرانہ
محبوب عالم اور انہوں نے تمام مصرعے ملا کر ان پر مسلسل نمبر لگا دیے۔ جس سے کسی کے
کلام کا امتیاز نہ رہا۔ ہیر کا یہ نسخہ ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹۲۶ء میں تیار ہوا تھا۔

امرتسر کے ہندو شاعر :-

کشن سنگھ عارف :-

آپ ۱۸۳۶ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۰۰ء میں فوت ہوئے۔ آپ نے بیشمار
کتابیں لکھ کر پنجابی ادب کے نظم کے خزانے میں خوب اضافہ کیا۔ آپ کی تصنیفات

کی فہرست حسب ذیل ہے۔

ہیر رانجھا۔ راجہ رسالو۔ دُلا بھٹی۔ شیریں فرہاد۔ پورن بھگت۔ کشن کٹھار۔ راج نیتی۔ کافیاں۔ جیو سیاپا۔ کورڑے۔ کنڈلیاں۔ قصیدہ کشن سنگھ۔ دیوان کشن سنگھ۔ راجہ بھرتری۔ باراں ماہ وغیرہ۔

ملاوا رام نفر:۔

زمانۂ حیات ۱۸۴۹ء سے ۱۹۱۶ء تک ہے۔ صرف بینت لکھتے تھے۔

بھائی ویر سنگھ:۔

۱۸۷۲ء میں ڈاکٹر چرن سنگھ کے ہاں پیدا ہوئے۔ ۱۸۹۴ء میں خالصہ ٹریکٹ سوسائٹی کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۴۹ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ڈاکٹر آف اورینٹل لینگوئجز کی اعزازی ڈگری حاصل کی۔ پنجابی نظم و نثر میں آپ کی بہت سی تصانیف ہیں آپ کی مطبوعہ تصانیف مندرجہ ذیل ہیں۔

نظم:۔ رانا صورت سنگھ۔ بلبل نے راہی پشپاوتی چیند ر راوت۔ تریل تپکے۔ جیون کیہہ اے۔ دل ترنگ۔ بسمل مور۔ چھنڈیا طوطا۔ لہر ہلارے۔ بجلیاں دے ہار۔ پریت دنیا۔ کتبدی کلاٹی۔ کنت پہیلی۔ سائیاں جیون۔

نثر:۔ ان کی نثر کی تصنیفات کا ذکر نثر کے باب میں آئے گا۔

شنکر داس شنکر:۔

۱۸۶۴ء سے لے کر ۱۹۱۶ء تک زندہ رہے۔ بینت لکھتے تھے اور خوب لکھتے تھے۔

گنگا رام:۔ ان کا زمانہ حیات ۱۸۳۵ء سے ۱۹۰۸ء تک ہے حقیقت رائے

گوپی چند۔ راجہ بھرتری۔ سوہنی مہینوال۔ دوہڑے۔ کبت۔ سویئے اور بینت ان کی یادگار ہیں۔

پال سنگھ عارف:۔

۱۸۷۵ء میں پیدا ہوئے۔ قصّہ چندر بدن ماہ یار۔ سوہنی مہینوال۔ پورن بھگت۔ گوپی چند۔ رمز العشق۔ پریم بھورے۔ پریم پریکھیا۔ پریت سنگ بے پر بینیاں۔ عمر بلاس۔ گلزار عشق وغیرہ لکھ کر آپ نے پنجابی زبان کا دامن بھرا۔

سو بھا رام:۔

تاریخ پیدائش ۱۸۷۹ء ہے۔ سی حرفیاں لکھتے تھے اور شرت تخلص کرتے تھے

ولیوی داس:۔

۱۸۹۷ء میں نوشہرہ ننگل ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے اور ۱۹۴۵ء میں وفات پائی۔ ہندی تخلص کرتے تھے حقیقت رائے۔ اکھاناں دی کھان آپ کا مطبوعہ کلام ملتا ہے۔

چرن سنگھ شہید:۔

۱۸۹۳ء سے ۱۹۳۵ء تک زندہ رہے۔ آپ نے اخبار شہید گورمکھی میں جاری کیا۔ ان کے ناول مشہور ہیں جن کا ذکر آئے گا۔ نظم صرف آپ کی ایک کتاب بنام ہاس رس مشہور ہے۔

گنگا سنگھ:۔

آپ کی پیدائش ۱۸۹۶ء میں ہوئی۔ اخبار نویسی کے ماہر تھے۔ آپ سکھ مشنری کالج کے پرنسپل تھے۔ آپ کا زیادہ سرمایہ نثر کا ہے۔ نظم کے باب

میں آپ کے بینت اور رباعیاں ملتی ہیں۔

چکر دھاری بے زر

۱۸۹۷ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کی تصنیفات میں سے گیتاں دا گچھا۔ پرہلاد بھگت۔ بے زر دے موتی۔ بھن امرت چھپ چکے ہیں۔

شام داس :۔

۱۸۹۷ء میں پیدا ہوئے۔ نیچرل شاعری کے دلدادہ تھے۔

ہرنیدر سنگھ رُوپ :۔

آپ کا زمانہ ۱۹۰۸ء سے ۱۹۵۴ء تک ہے۔ آپ کی تصنیفات میں سے ذیں پندھ۔ ڈونگھے وہن اور روپ لیکھا چھپ چکے ہیں۔

نمونہ کلام

اپنی دکھا کے مایا سب نوں اسی چھپایا
کرماں دی راس ریح کے ہر اک بچا لیا
تھوڑاں تے وین بھانسے اپنی چلاں خاطر
جس نوں ملی نہ ایتھے اُس کیہہ بھلا لیا
کہندے نیں حق دی کہہ جن کس طرح سناداں
منصورؒ نے سنایا تاں کیہہ مزا لیا

بلدیو چند بیکل :۔

آپ نے ۱۹۱۲ء میں پیدائش پائی۔ آپ فلم کمپنیوں کے لئے گیت لکھتے ہیں۔ آپ کے گیت فلم سورداس۔ لیلیٰ مجنوں۔ میرا پنجاب وغیرہ میں پیش کئے جاتے

ہیں۔ ست رنگی پینگھ۔ عرشی درشن۔ پیادی جوگن۔ جیون لہراں۔ مٹھے پھنے۔ بجلی دے گیت چھپ چکے ہیں۔

نمونہ کلام

پئی ٹھنڈ وچ ٹھر ٹھر کردی اے   پئی پلے دے نال مڑی اے
تن تے پاٹیاں لیراں سنے   دکھاں تے دکھ پئی جر دی اے
تے دا یئی اس نوں جھنبدی اے   اوہ ٹھر ٹھر ٹھر کنبدی اے

بلونت گارگی:۔

۱۹۱۵ء میں پیدا ہوئے۔ انقلابی شاعر تھے۔ ان کے ناول اور ڈرامے چھپ چکے ہیں جن کا ذکر آئندہ ابواب میں آئے گا۔

رائے جسونت رائے:۔

۱۹۰۰ء میں پیدا ہوئے قصہ سوہنا تے زینی۔ جھرمٹ بھلا دا آپ کی تصنیفات ہیں۔

ہرنام کور اور رام کور:۔

ہرنام کور کا جنم ۱۸۹۷ء میں ہوا۔ اتفاق کی بات دیکھئے۔ میکے والے بھی عالم اور سسرال والے بھی عالم۔ نور دی کلیاں ان کا مطبوعہ کلام ہے جس میں دونوں بہنوں کا مشترکہ کلام درج ہے۔

سنتوکھ بھائی:۔

"نور دی سرائے" ضلع امرت سر میں پیدا ہوئے۔ آپ نے سنسکرت کے امر کوش کا ترجمہ برج بھاشا میں کیا اور رامائن کا ترجمہ پنجابی نظم میں ۱۹۳۳ء میں کیا۔

اوتار سنگھ آزاد :۔

آپ ۱۹۰۴ء میں پیدا ہوئے۔ چوپایاں۔ جیون چھوہ۔ نور جہاں بسوانت میندے۔ رتن مالا۔ ساون پینگھاں۔ وشو ویدناں اور خیام خماری آپ کی وہ تصنیفات ہیں جو چھپ چکی ہیں۔

پریتم سنگھ سفیر :۔

آپ ۱۹۱۶ء میں پیدا ہوئے۔ باپ کا نام سردار مہتاب سنگھ تھا۔ آپ کے والد صاحب ہیڈ ماسٹر تھے۔ آپ کی مطبوعہ تصنیفات یہ ہیں :۔ کنک کونجاں۔ رکت بونداں۔ اگ رشماں۔

نمونہ کلام

لکھاں دی گلی میری سُنجی سُنجی لگدی	دیوا کوئی وی نہ جگدا
اندر باہر پئی یا دری بھٹکاں	کجھ ہور ہور جیہا لگدا

گوجرانوالہ کے پنجابی شاعر :۔

انگریزی دور کے ضلع گوجرانوالہ کے مسلمان پنجابی شاعروں کی فہرست یہ ہے :۔

(۱) کریم اللہ عاشق۔ (۲) پیر اندتہ زرگر (۳) امام دین منشی (۴) حافظ بھنڈا۔ (۵) مولوی عبدالستار (۶) عبدالواحد عزیز (۷) عبدی قیصر شاہی (۸) غلام مصطفیٰ زرگر (۹) میاں احمد دین۔ (۱۰) عبداللہ نقشبند (۱۱) مولوی اسمٰعیل (۱۲) نیاز احمد نیاز۔

(۱۳) محمد رمضان وزیر آبادی (۱۴) غلام حیدر رسول نگری (۱۵) مولوی چراغدین وزیر آبادی (۱۶) حکیم عبدالعزیز (۱۷) مولوی غلام حسین کیلیانوالہ (۱۸) مولوی نور حسین۔ (۱۹) ابراہیم عادل (۲۰) حافظ صاحب بابو عبدالغنی صاحب وفا (۲۱) محمد دین صیقل (۲۲) محمد دین فانی۔ (۲۳) سراج دین (۲۴) غلام محمد (۲۵) حافظ خدا بخش (۲۶) اللہ رکھا (۲۷) کرم الٰہی (۲۸) شیخ فضل الٰہی (۲۹) الٰہی بخش (۳۰) محمد دین مسکین (۳۱) امیر الدین (۳۲) کرم الٰہی۔

گوجرانوالہ کے مندرجہ بالا شعرائے کرام میں اُن بزرگ ہستیوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو بہت مشہور و معروف ہیں۔ باقی اصحاب کا ذکر بخوفِ طوالت حذف کیا جاتا ہے۔ امید ہے وہ حضرات جن کا حال مفصل نہیں لکھ سکے، معاف فرمائیں گے۔

مولوی عبدالستار:۔

آپ کے والد کا نام میاں مردان۔ قوم کے بافندے تھے۔ کھاریاں کے رہنے والے تھے۔ موضع کھاریاں اُس وقت ضلع گوجرانوالہ میں تھا۔ لیکن اب ضلع شیخوپورہ میں ہے۔ آپ نے شاعری میں اسلام کی تبلیغ کی۔ آپ کی تصنیفات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) اکرام محمدی (۲) قصص المحسنین (۳) چرخہ رنگ رنگیلا۔ (۴) مجموعہ اشعار عبدالستار (۵) مھیں نامہ (۶) عبرت نامہ (۷) نین نامہ (۸) باراں ماہ (۹) سی حرفیاں (۱۰) مدح نبی کریم (۱۱) مدح پیراں پیر۔

نمونہ کلام

الف:۔ اکھیاں کسے نہ رکھیاں نے، اکھیں رکھیاں بول نہ جاندیاں نیں
آکھوں ڈاڈھیاں نال پیار، آپے رُوندیاں تے پچھوتاندیاں نیں

ملکھ یار دا ویکھ کے رہن روحی نہ کجھ پیندیاں تے نہ کجھ کھاندیاں نیں
ستار بخش اِس حال نوں جاندے نیں جہیڑیاں بیتی حسیناں دے آندیاں نیں

عبدالعزیز واحد :-

آپ ۱۸۷۸ء میں تر پورا رائیاں ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد صاحب کا اسم گرامی نظام دین تھا۔ وہ تحصیلدار تھے۔ اُن کا تبادلہ ہوا تو آپ بھی اُن کے ساتھ گوجرانوالہ آ گئے اور یہیں تعلیم حاصل کی اور یہیں کچہری میں نقل نویس لگ گئے۔ آپ نے ۱۹۴۹ء میں وفات پائی اور یہیں دفن ہوئے۔

نمونہ کلام

د۔ ذکر تیرا نت کرنا ہیں نوں ہور کار جہان دی بھل گئی اے
میری ذات صفات نہ رہی باقی جند رلدی رلدی رل گئی اے
سوہنی صورت کمال سی پوسفے دی نال سوتروی اٹی دے تل گئی اے
عزیز حسن دے باغ تے پھل میٹھوں اتوں احراں دی جھل گئی اے

آپ کی تصنیفات حسب ذیل ہیں :-

پانچ سی حرفیاں۔ باراں ماہ بروزن فرد فقیر۔ باراں ماہ ایضاً۔ چرخہ نامہ حقیقی۔ الہی نامہ (اردو میں ہے) قصہ شیخ صنعان۔ جندڑی۔ سوہنی مہینوال۔ سسی پنوں۔ ترجمہ وقائع ہنوتی۔ ہیر کا قصہ (نامکمل ہے) کوک داحدی۔ نظم نیرنگ خیال۔ دو غزلیں۔ ان کے علاوہ آپ نے ایک دردناک ناول پنجابی نثر میں لکھا ہے۔

عبدی قادری قیصر شاہی :-

آپ گوجرانوالہ شہر کے باشندے تھے۔ آپ کچہری میں اہل مد تھے۔ آپ کے

پوتے شیخ برکت علی صاحب گوجرانوالہ میں موجود ہیں۔ سن ۱۳۰۱ھ میں آپ کی ایک سی حرفی چرخہ نامہ کالیداس کے ساتھ شائع ہوئی۔ ان کی سی حرفیوں کا مجموعہ یار نامہ ڈاکٹر وحید قریشی صاحب نے پنجابی ادبی بورڈ کی طرف سے شائع کیا ہے۔ نمونہ کلام۔

ی۔ یاد سی حرفی ہے ایہہ سانوں ایہدے وچ ہے صاف بیان یارا
اساں نوں بے نہ آکھی اے گل کوئی ایہہ جے وید پران قرآن یارا
باہجھ رب نہ غرض مراد کوئی، رب باہجھ نہ ہور دھیان یارا
عبدی قادری نیراں سو سن ہجری گوجرانوالہ دا مکان یارا

غلام مصطفیٰ زرگر:۔

اُستاد امام دین گوجرانوالہ کے شاگرد اور گوجرانوالہ کے باشندے تھے جو مصرعے لکھتے تھے۔ ان کا کلام گوجرانوالہ کے اکثر لوگوں کو یاد ہے۔

نمونہ کلام

م۔ مُکھ سُبک سی مبحم کولوں، لباں لال بدخشاں دے لال آہے
لاماں ڈِنگیاں مبحم نوں گھیر باسی ابرو یار دے مثل ہلال آہے
زلف راکھی جو مُشک کافور دی اے، چہرہ چند رخسار دا خال آہے
زرگر الف صواداں دے وچ لکھیا سی، موتی دند دو لڑی اکٹھ آل آہے

میاں احمد دین منڈھیالہ:۔

اِن کے آباؤ اجداد ضلع جہلم سے موضع منڈھیالہ وڑائچہ میں آ کر آباد ہوئے تھے۔ والد بزرگوار کا نام غلام قاسم تھا۔ وہ ریلوے کنڈیکٹر تھے۔ گوجرانوالہ سے

وزیر آباد تک ریلوے لائن آپ کی نگرانی میں تیار ہوئی. آپ کے چھوٹے بھائی خان بہادر امام دین گوجرانوالہ میں ایک بہت ذی وقار انسان تھے. آپ نے سوہنی مہینوال کا قصہ لکھا جو ایک بخیل کے بیٹے ایسا چڑھا جو کسی کو دینے کا نام نہیں لیتا. آپ کا کلام لاجواب ہے۔

نمونہ کلام

اوہ چڑھ کے بڑے شوق دے جاندی چھپر جھناں ل
انہاں عشق نہ دیکھدا ، اُچا نیواں تھاں ل
اوہ کوٹھے ، کندھاں ٹپدا ملکھوتاں اذاں ل
صبر نہ آوے اجمدا ، ملیاں یار بناں ل

عبداللہ نقشبند :-

آپ گوجرانوالہ میں انگریزی کا کام کرتے تھے. نہایت مشرع قسم کے انسان تھے. آپ نے پینسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی. عبرت نامہ اور دیگر پنجابی نظمیں آپ کی یادگار ہیں۔

نمونہ کلام

ہیر اور اُس کی والدہ کا مطالبہ

ماں :- دھیا باز آ کماں دے خیال وتوں اودھے نال کھلوندی تے بہنی ایں کیوں
گھردوں باہر جے سبھ سہیاں نکلے چڑھ چڑھ کوٹھیاں تے وہندی ہنی ایں کیوں
ساری جند نوں لیک ایہہ لگ جاسی جان بجھ بدنامیاں سہنی ایں کیوں
کیلے وانگ ہے نرم سر بر تیرا ، بئی نال کریر دے کھہنی ایں کیوں

دگن دیہن دریاواں دے راہ سدّھے نہیں سواں وانگوں ٹُھپّی وہنی ایں کیوں
جے کر نال چھیڑے مگر وں گنڈ ادہدی جھٹوں ٹیکٹ سدی ہندی رہنی ایں کیوں
گلاں نال اُن جلٹ بے دھڑک بولیں میریاں گلاں توں اڈ ترہنی ایں کیوں
نقشبند سنا کے اساں تائیں، اگ دوزخاں دی وچ ہینی ایں کیوں

ہیر دا جواب :-

گھر دے وچ رہو سے بہو سے جی جیہڑا توں ای دُسخاں نال اوہدے بولی دا نہیں
گاماں ہو جیہڑا ماں چار لیا وے اوہدے نال رل کے ہنی کھولی دا نہیں
کر عقل کجھ سوچ وچار ماں نکر وچ پیاز نوں کھولی دا نہیں
بناں طلب تنخواہ جو ہون نوکر بھبت جھلّیے اوہناں دا چھولی دا نہیں
جیکر عیب وی کسے دا دیکھ لیئے مخفی رکھیے کھلیے کھولی دا نہیں
نقشبند جو گاہک نہ بھا پچھّے تُرلوں نال اوہدے گھٹ تولی دا نہیں

مولوی اسمٰعیل صاحب :-

آپ کا زمانۂ حیات ۱۸۶۱ء سے ۱۹۲۶ء تک ہے۔ شمس الہند شمس العاظین۔ نشان محمدی۔ چراغ محمدی۔ بیان محمدی آپ کی تصنیفات ہیں۔

نیاز احمد نیاز

سن پیدائش ۱۸۹۰ء۔ وزیرآباد میں رہتے تھے۔ کوئی پچاس کے قریب انھوں نے قصّے لکھے جو تمام کے تمام چھپ چکے ہیں۔ ان قصّوں میں "نیاز دے گیت" بہت مشہور رہیں۔

محمد رمضان وزیر آبادی:-

۱۸۸۲ء میں ان کی پیدائش ہوئی۔ ان کی تصنیفات بے شمار ہیں۔ قصہ سلطان محمود سیسی پنوں۔ گلزار عشق۔ شعلہ عشق۔ مالا رمضان۔ نغمہ رمضان۔ الشائے۔ کافیاں۔ رن لڑاکی۔ مرد ان پڑھ۔ احمال شیطان۔ مچھلی۔ بیوہ کی فریاد۔ شرابی بچہ۔ سی حرفی نقشہ ہجر۔ ترجمہ دیوان حافظ پچاس غزلیں وغیرہ۔ رن لڑاکی تو کوئی ڈیڑھ لاکھ کے قریب چھپ کر فروخت ہو چکی ہے۔

مولوی غلام رسول کیلیانوالہ:-

۱۸۴۷ء میں پیدا ہوئے۔ ایک باعلم خاندان کے فرد تھے۔ حصول شمس۔ نور ہدایت۔ یتیم مسلمان۔ ایمان ہر چہار صحابہؓ۔ ایمان حمزہؓ۔ قصہ بلالؓ۔ معراج نامہ عزیز فاطمہ۔ عبداللہ زمیندار۔ ڈولی۔ پاک محبت۔ قصہ گلیاں میانیاں۔ ان کی مشہور اور مطبوعہ تصنیفات ہیں۔

خانصاحب بابو عبدالغنی صاحب وفا:-

آپ موجودہ دور کے وارث شاہ ہیں۔ ۱۸۸۰ء میں بمقام گوجرانوالہ پیدا ہوئے۔ آپ شاہ جمال نوری کی اولاد میں سے ہیں۔ ۱۹۳۰ء میں آپ سپرنٹنڈنٹ جیل کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ بزم وفا آپ کے نام نامی سے ہی قائم ہے۔ جہاں ہر انگریزی مہینے کی پندرہ تاریخ کو مشاعرہ ہوتا ہے۔ رسولِ پاک کی ذات سے آپ کو والہانہ محبت ہے۔ آپ کے کلام میں سوز انتہا کا ہے۔ گوجرانوالہ میں پنجابی زبان کو صرف آپ کا ہی سہارا ہے۔ گوجرانوالہ، سیالکوٹ، گجرات، وزیرآباد اور لاہور میں اکثر لوگوں کو آپ کا کلام ازبر یاد ہے۔

نمونہ کلام

دِہ دید ندبدیاں دیدیاں نوں ٹے نور خدا نے نُور دیا
ارنی ارنی خدا دا واسطا ای جلوہ دیھہ جمال کوہ طُور دیا
کنڈے شہر مدینے دے راہ اندر چُم چُم آکھدے نیں ہیریاں چھالیاں نوں
مجنوں بعد بجھائی آ پیاس دل دی مرحبا مسافرا دُور دیا
بُلبل سدرہ دی قسم کھا آکھدی اے گلعذار تیرے جیہا ہور کوئی نہیں
والشمس مکھڑا، والیل زلفاں اسے فخر غلمان تے حُور دیا
کشتی اُمت دی نوں مولا ڈر کاہدا، فخر نوحؑ! جد توں کشتی باہنہ دیں
بحر قہر دی چوں کڈھ لا لا نہے، ناخدا اسلام دسے پُور دیا
میہے عرش دے عرش تے جیہی دن دی کھپر گئی تصویر حضورؐ دی اے
ملک فلک والے وفا آکھدے نیں، رہن والیا بیت معمور دیا

محمد دین وصف :۔

بابو عبدالغنی صاحب وفا کے نہایت قابل شاگرد ہیں۔ چومصرعے خوب لکھتے ہیں۔ اب غزلیں بھی کہتے ہیں۔ نمونہ کلام

الفت اوس دی صفت ثنا ہر جا ہر ہر رنگ دے وچہ دنیا گا رہی اے
کوئی طبلے سارنگی تے ناچ کر کر ہا تا تے گر مُکار ہی اے
کجھ بُتاں نوں پوج طواف کردی کجھ مسجدیں متھے گھسا رہی اے
وصف یار دی بھال وچ کل دُنیا پاپا اونسیاں نسگن منا رہی اے

حافظ جھنڈا :۔

گوجرانوالہ میں معروف شخصیت تھے۔ ان کا دیوان بنام گلدستہ حافظ جھنڈا کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ جو کافی ضخیم ہونے کے علاوہ فنی لحاظ سے عمدہ اور پختہ ہے۔ ان کا کلام زیادہ تر اصلاحی ہے۔ ایک مجاہد قسم کے انسان تھے۔

ملک محمد دین فنا :۔

۲۳ر جولائی ۱۹۱۲ء میں گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ بابو عبدالغنی صاحب رونا کے شاگرد منشی برکت علی خورشید کے یہ شاگرد ہیں۔ نیچرل شاعری کے دلدادہ ہیں۔ اب غزلیں بھی لکھتے ہیں۔ آپ کی طویل نظموں میں سے روضہ نورجہاں، برسات آپ کے شہ کار ہیں۔

نمونہ کلام

نظم برسات میں سے

سوٹ موتیاں دی رعد کڑھکا قسمت پئی غریباں دی جاگدی اے
قوس قزح نہیں گھٹا دی نویں ونہٹی پائی ونگ وچ نتھ سہاگدی اے
کندھیں نیل یا کسے کمان ابرو ابدتھی سُر ملہار دے راگ دی اے
جھوٹا عاشقاں دے یا ایہہ دیونے نوں ماں پئی فلک مڑ پینگھ ورا گدی اے
بند کھن ایہہ تو بہٹ دے گلے اُتے پھر کے دھار تلوار دی لال ہو گئی
بوٹی وچ جیہڑی پری بند ایسی اج اوہ فلک دے زیب جمال ہو گئی

سراج دین :۔

وزیرآباد میں بخشا در والی مسجد کے امام تھے۔ ہاشم علی کی مرتب کردہ ہیر

ہیر پر تقریظ لکھی ہے جس میں عزیز دین اور عبدالرحمٰن کی خوب خبر لی ہے۔

ان کے علاوہ محمد درزی۔ امیر دین آمیر۔ الٰہ بخش بختی اور کرم الٰہی منصعت بھی گوجرانوالہ کے قدیم مشہور شاعر تھے۔

امام دین مُنشی :-

پیشہ حکمت تھا۔ اردو فارسی میں شعر کہتے تھے۔ انہوں نے قصہ ہیر رانجھا تصنیف کیا۔ گوجرانوالہ کے استاد شعرا میں سے تھے۔

نمونہ کلام

ز۔ زہرہ تے مشتری قطب تارا سٹاں یار دے مُکھ توں وار تے نے
آفتاب مہتاب گلاب یار دا، ہین رُخسار اس گے سِتر مسار تے نے
بے نظیر تے بدر منیر یوسف جیکر ہُندے ہندے خدمتگار تے نے
ماہی مرو گل نرگس امام دینا ویکھ اکھیاں کرن انکار تے نے

ضلع گوجرانوالہ کے ہندو شاعر :-

لالہ کرپا ساگر :-

پپناکھا ضلع گوجرانوالہ کے باشندے تھے۔ پنجاب یونیورسٹی کے گریجوایٹ تھے۔ پنجابی کے بلند پایہ شاعر تھے۔ آپ کی کتاب "لکھشمی دیوی" بہت مشہور ہے۔

بھگوان داس المست :-

موضع جہیل کلاں کے رہنے والے تھے۔ دُر دُا دو تی۔ ستار باقی پینچلی کماری

آپ کی مشہور تصنیفات ہیں۔

کالی داس:-

۱۸۶۵ء میں بمقام گوجرانوالہ پیدا ہوئے۔ بہت سے قصّوں کے مصنف ہیں۔ مثلاً پورن بھگت۔ گوپی چند۔ روپ بسنت۔ راجہ بھرتری۔ ہریشچندر۔ چرخہ۔ جیون مکتی۔ (ہیر) وغیرہ۔ نیز کبت۔ دوہڑے۔ ڈیوڑھ۔ چھند۔ سوئیے۔ چوپئی۔ اور نیت آپ کی یادگار ہیں۔

نمونہ کلام

جنہوں راجیا دلوں حیا ناہیں، اوس کدھنا گھنڈ نقاب کیہہ ائے
جیہڑا ڈبیا وچ شرمندگی دے، ڈبن جاونا اوس تالاب کی اے
چھڈے رن سر بخت سرخاک پاٹے عزت لجیاں لئی خراب کیہہ ا
و بڑا ہو رج کے ٹوکری سر چانی لاناں چوبڑیاں عطر گلاب کیہہ ائے
. . . . لنوں دیو نادان ورثہ دیوا بال دھرنا آفتاب کیہہ ائے
کالیداس جے رب نہ بخشیوا ای' تیرے پاپ دا انت حساب کیہہ ائے

گوہری ناتھ:-

آپ کا زمانۂ حیات ۱۸۶۳ء سے ۱۹۰۸ء تک ہے۔ آپ کی تصنیفات ملکی کیہہ۔ پینڈ وچی۔ علاوہ ازیں آپ کے بے شمار بینت ہیں جو کہ لوگوں کو زبانی یاد ہیں۔ آپ کے فضل شاہ نواں کوٹی سے گہرے مراسم تھے۔

گورا مشر:-

کالی داس کے شاگرد تھے۔ آنکھوں سے نابینے تھے۔ دو سال کی محنت

شاقہ سے آپ نے قصہ ہیر ورانجھا لکھا۔ لیکن آخر خیال آیا کہ یہ سید وارث شاہ صاحب کی ذات پر حملہ ہے۔ اس خیال سے اس کی طباعت روک دی۔ صاحبِ نظر لوگوں کا خیال ہے کہ ادبی لحاظ سے یہ نظم وارث شاہ کی نظم سے کہیں زیادہ بلند ہے۔

نمونہ کلام

چوری کُٹ کے ہیر سیال چلّی، چلّی رانجھا ہیر مناونے نوں
نکل ہونسنی مانسرور وچوں چلّی موتیاں چوگ چُگاونے نوں
چیکاں مار کے مورنی باہر آئی، چلّی لنکا دا باغ اُٹھاونے نوں
جیجیؔ ناز انداز نیاز کر کے چلّی رُٹھڑا یار مناونے نوں

منتھرا سنگھ شفیق :۔

خالصہ ہائی سکول گوجرانوالہ کے مینجر تھے۔ چو مصرعے خوب لکھتے تھے۔

نمونہ کلام

م۔ موسم بہار دے جلد آیو۔ گلشن وِچ گُلبرگ پئے جھوم دے نیں
شاہِ عشق نے سرکشی نال کیتے حاضر بادشاہ شام تے روم دے نیں
تیرے بناں بہار مت بار جائے، پرچے گذر رہے باد سموم دے نیں
جلد پہنچ شفیق شفیق بن کے عاشق منتظر تیرے قدم دے نیں

گورمکھ رائے :۔

کالیداس کے ہم عصر تھے۔ فارسی اور اُردو کے ماہر اُستاد تھے۔ گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے۔

نمونہ کلام

خ۔ خال نقطہ لکھ یار دا لا، قطرہ نُور دا زیب جمال والے
ایہدی جھلک کیتا بے جھلّے عاشقاں نوں مجنوں گھائل ای ایہہ خیال والے
حوراں دیکھ کے تاب بے تاب ہویاں شمس قمر سایہ ایسے خال والے
گو رنکھ غاروں بھر کے حضرت خضر پیتا، موسیٰ طور اُتے پیا بھال والے

گرنار سنگھ عارف :۔

آپ نے انگریز حکمرانوں کی مدح سرائی میں کچھ نظمیں لکھی ہیں۔

حکیم رام داس ملہوترہ :۔

حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ کے باشندے تھے۔ فتح شہنشاہ جارج پنجم آپ کی مشہور نظم ہے۔

برکت رام سیوک :۔

پنڈی بھٹیاں کے رہنے والے تھے۔ انگریز بہادر کے زبردست مداح تھے۔

سنت دیوا سنگھ :۔

جام کے چیٹھ کے رہنے والے۔ پنجابی کے اچھے شاعر تھے۔

سادھو سنگھ جی :۔

قومی شاعری کا رنگ غالب تھا۔

علاوہ ازیں چرن داس، پنڈت ہری ہر اور بانکے دیال بھی اس دور کے شاعر تھے جو پنجابی مشاعروں کی رونق میں اضافہ کیا کرتے تھے۔

گجرات کے پنجابی شاعر:-

گجرات کی سرزمین اُس کی آب و ہوا اور اُس کا ماحول شاعری کے لیے نہایت موزوں ہے۔ چنانچہ انگریزی عہد میں گجرات میں مندرجہ ذیل مشہور شاعر پیدا ہوئے جنہوں نے پنجابی ادب کو کسی زبان کے ادب سے پیچھے نہیں رہنے دیا۔

تارا چند گجراتی۔ محمد بوٹا۔ پیر نیک عالم۔ حکیم نور دین۔ حافظ شمس دین۔ مولوی اشرف علی۔ میر محمد دین۔ فضل دین حجام۔ میراں بخش بسمل۔ حکیم عبداللطیف عارف۔ عبداللطیف افضل۔ نوازش علی صابر بلنشی۔ رحمت اللہ۔ پیر غلام رسول۔ بابو یوسف۔ معراج دین واثق۔ محمد شریف گلزار۔ سید پیر۔ دیدار بخش۔ مولوی احمد دین۔ ملک غلام سرور۔ نواب دین نواب۔ میاں محمد چاندی۔ اللہ دتہ۔ نذیر احمد اختر۔ شاہد رضا۔ سید غلام مصطفیٰ نوشاہی۔ مولوی سراج دین سراج۔ پیر ظہور شاہ قادری۔ مفتی غلام رسول۔ محمد دین چشتی۔ محمد اشرف۔ فضل حسین۔ فضل جلالپوری۔ شاہ سوار کنجاہی۔ ملک غلام حسین صفدر۔ گیانی سنتوکھ سنگھ عاجز۔ ملک راج ملک۔ بشیشر ناتھ۔

تارا چند گجراتی:-

آپ ۱۸۷۲ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۳۳ء میں وفات پائی۔ تارا چند اور ڈی سی تخلص کرتے تھے۔ آخر عمر میں فقیر ہو گئے۔ سب سے پہلا قصہ آپ نے باو نامہ لکھا جو خوب بکا۔ آخر عمر میں آپ نے شاعری چھوڑ دی اور اردو نثر میں کچھ کتابیں لکھیں جن کا موضوع مذہبی تعصب چھوڑ کر آپس میں پیار سے رہنا تھا۔

نمونہ کلام

الف۔ ایہہ کیہڑی گل قاعدے دی ہر دم ظلم دی تیغ اُٹھا رکھنا
ہوئی گئی گذری گل جان دی وہیہ غصہ کیہہ ایڈا دل ربا رکھنا
جیکر جوڑئیے سجن، توڑئیے نال سنگوں لوڑئیے مہر وفا رکھنا
اے پرتساں معشوقاں دی ذات اندر خبرے منع جے خوف خدا رکھنا

محمد بوٹا:۔

تخلص بوٹا کرتے تھے۔ ۱۸۵۱ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۲۳ء میں وفات پائی۔ نہایت پُرگو شاعر تھے۔ آپ کی سی حرفی پنج گنج محمد بوٹا اتنی مقبول ہوئی کہ ہزاروں کی تعداد میں چھپی اور فروخت ہوئی۔ علاوہ ازیں شیریں فرہاد۔ مرزا صاحباں۔ سیر بہشت۔ جنگ امامین۔ قصہ سلطان محمود۔ معراجنامہ۔ وفات نامہ۔ سرورِ کائنات اور یوسف زلیخا آپ کی تصنیفات ہیں۔ ان میں مرزا صاحباں اور پنج گنج جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے بہت مشہور رہیں۔ مرزا صاحباں تو پنجابی امتحانات کا کورس بھی ہے۔

نمونہ کلام

ج جا ڈٹھا سوہنا بت خانے متھے تلک تے بغل قرآن وسدا
اکی ہتھ مالا اکی ہتھ تسبیح نہ اوہ ہندو تے نہ مسلمان وسدا
کیتا یار دا مذہب قبول میں وی ایہدے وچ اسلام ایمان وسدا
سانوں بوٹیا چمکدا ہر طرفے جلوہ یار دا وچ جہان وسدا

پیر جیک عالم:۔

موضع کلاچور ضلع گجرات کے باشندے تھے۔ بعد میں موضع مرہہ ضلع گجرات

میں آ گئے۔ ۱۸۵۰ء میں پیدا ہوئے۔ پہلے سکول ماسٹر تھے۔ ریاضی کے ماہر تھے۔ ایک انسپکٹر کی نظرِ عنایت سے گورنمنٹ سکول میں ملازم ہو گئے۔ گورنمنٹ ہائی سکول جہلم سے ریٹائر ہو کر پنشن لی۔

قصہ اصغر صغرا۔ پوہ پُھٹی۔ عشق محمدی۔ سچی مالا۔ بیرداو نجارا۔ مدحیات مشائخ وغیرہ ان کی تصنیفات ہیں اور تمام مطبوعہ ہیں۔ وارث شاہ کو اپنے مقابلہ میں ہیچ سمجھتے تھے۔

نمونہ کلام

صُغرا کے حسن کی تعریف

اٹھویں سال پُر نقش نگار چہرہ سرس رنگ ونشان اثر تنگ کولوں

شوخ چُلبلے نین ممولیاں دے ملی دھون عجیب کلنگ کولوں

بھواں ڈنگیاں دھنک لاہور دی توں پلکاں سدھیاں تیر خدنگ کولوں

ٹھوڈی سرس کشمیر دے سیب نالوں متھا گول بلور دی ونگ کولوں

سوہنے کن گلاب دے پھل نالوں اثر ناک آواز سی چنگ کولوں

بھارے پٹ پہاڑ دی جرٔھ نالوں تِلانک دھموڑی دے ڈنگ کولوں

عشوے سخت خونی کھیوے نگہ نالوں ملن سار مزاج سی جھنگ کولوں

شست حرص ہوا مدراس نالوں چُست ذہن اذکاز فرنگ کولوں

پلکاں تیز ترکھیاں تیر نالوں، قاتل تیر نگاہ تفنگ کولوں

تنگ مکھڑا دسدا پچ سوڑا انگی کیڑی دی وی چھیری تنگ کولوں

ریشم رُوں سنجاب سمور قاقم شرمسار ادھرے زم انگ کولوں

قسم پیر دی حسن دے نقد کیتی مالا مال بنگالی دے بنگ کولوں

میر محمد دین میر

آپ شاہ ہمدان حضرت میر کبیر کی نسل سے ہیں۔ ان کے بزرگ سرینگر سے پنجاب میں آئے اور جلال پور جٹاں میں سکونت اختیار کر لی۔ آپ کی تاریخ پیدائش ۱۱ فروری ۱۹۰۸ء ہے۔ "پاک پنجابی اخبار" آپ نے جاری کیا تھا۔ آپ کی دو تصنیفات شہد دی مکھی اور رہبر اعظم بہت مشہور رہیں۔

نمونہ کلام

جنہاں عاشق نے عشق وچ سکھ لبھاں، اوہ گل تے عشق نوں چجدی نہیں
اگ عشق دی عاشق دی جان نوں سہندی اے عاشق دی وس وچ بجھدی نہیں
جس دل تے عشق مقام کردا، اوہنوں گل فیر ہور کوئی سجھدی نہیں
پانی سارے سمندر دا میر سٹاں اگ عشق دی لگی ہوئی بجھدی نہیں

حکیم عبداللطیف عارف :۔

آپ گجرات کے رہنے والے ہیں لیکن جائے پیدائش گھڑ نل ضلع سیالکوٹ ہے۔ ۱۸۹۵ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام بھلے شاہ تھا۔ نہایت حق گو شاعر ہیں۔ چنانچہ اسی حق گوئی اور بے باکی کی وجہ سے انگریزی عہد میں جیل کی ہوا کھانی پڑی۔ آپ خیر البشر۔ خاتون دا دیاہ اور مسدس حالی دا پنجابی ترجمہ کے مصنف ہیں۔ علاوہ ازیں بہت سے بلیت، مولی نامہ۔ گلزار عارف بھی آپ کی مطبوعہ کتابیں ہیں۔ آپ کا دیوان تہذیب عمل کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

بے راہ، خانقاہ نشینوں کے متعلق کیا مزے کی بات لکھی ہے :-

نمونہ کلام

کی کم ویکھو دلی ووّھراں ٹُرے ٹھیے داریاں ونڈلیاں
اکھیں دھار کجلا لاکے چہرہ س دادم زلفاں ورشنی نہاکے چھنڈلیاں
منز حب دا پھوک کے نادرچوں انہاں کئی مشٹنڈیاں ٹنڈلیاں
عارف ویکھ ملنگاں نوں مرچ گیڈی اکھیں سیک لیاں چھپتوں پھنڈلیاں

حکیم نوازش علی صابر

حکیم محمد نوازش علی صاحب صابر گجرات میں حکمت (طب یونانی) کی دکان کرتے ہیں۔ یہ پیر فضل حسین صاحب فضل (جن کا ذکر پاکستانی عہد میں ہوگا) کے شاگرد ہیں۔ غزلیں اچھی لکھتے ہیں اور جو مصرعے بھی عمدہ کہتے ہیں :-

نمونہ کلام

جا گزین میرے دل وچ زلف ماہی میرا دل زلف گرہ گیر وچ اے
تیرا تیر نہیں جگر دے وچ کھبا، بلکہ جگر میرا تیرے تیر وچ اے
کھچے کنج خیال تصویر تیری، اچیا تھا میرا خیال تصویر وچ اے
صابر بین برگشتہ نصیب میرے، اُلٹ لکھیا میری تقدیر وچ اے

ملک راج ملک :-

انہوں نے رامائن کا پنجابی نظم میں ترجمہ کیا۔

بشیشر ناتھ :۔

سوکھ کلاں ضلع گجرات کے باشندے تھے۔ انگریز بہادر کے بڑے مداح تھے۔

مفتی غلام رسول :۔

شادی وال ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔ اردو اور پنجابی میں شعر کہتے تھے۔ اردو میں آپ نے قصیدہ بردہ شریف۔ پارہ ۳۰ عم۔ بھگوت گیتا کا ترجمہ کیا۔ پنجابی میں آپ کی متعدد نظمیں پائی جاتی ہیں۔

نمونہ کلام

چار کتاباں نازل ہویاں پنجواں رلیا سوٹا
جو کجھ وچ کتاباں لکھیاں بن سوٹے دے کھوٹا
سوٹا پیر تے سوٹا مرشد کیہہ چھوٹا کیہہ موٹا
سوٹے اگے متھا ٹیکن باندر تے بکر وٹا
جے مفتی ہتھ سوٹا ہووے ہووے لک لنگوٹا
بھوت چڑیلاں تھر تھر کنبن شینہہ رہے پراں کھلوتا

جہلم کے پنجابی شاعر :۔

گجرات کی طرح جہلم بھی شعر و شاعری کے لئے نہایت موزوں خطہ ہے۔ اس خطہ سے وہ صاحب کمال جنہوں نے پنجابی زبان کی خدمت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی مندرجہ ذیل ہیں :۔

(۱) میاں محمد بخش۔ (۲) محمد فاضل صاحب (۳) غلام حیدر صاحب۔

(۴) میاں عبدالغنی عبدکل (۵) فضل الٰہی زرگر (۶) اللہ دتہ جوگی (۷) نُورعالم گُنڈپوری
(۸) عبدالمجید جہلمی ۔ (۹) سیّد ہاشم علی (۱۰) اونکار ناتھ گیانی (۱۱) درشن سنگھ آوارہ۔
(۱۲) سروارنی بلجیت تکسی۔

میاں محمد بخش محمدؔ:۔

پیدائش سنہ ۱۸۳۰ئہ ۔ وفات سنہ ۱۹۰۴ئہ ۔ آپ کے والد صاحب کا نام میاں شمس دین قادری، ساکن کھڑی ضلع میرپور، ریاست جموں (جہلم) ہے۔ آپ حضرت عمرفاروق کی نسل میں سے تھے۔

میاں محمد بخش صاحب محمدؔ کو جوانی کے عالم میں شعروشاعری کا شوق ہوا۔ عربی فارسی کے بڑے زبردست عالم تھے۔ پہلے پہل کچھ سی حرفیاں اور دوہڑے لکھے۔ ان کی تصنیفات میں قصّہ سیف الملوک، قصہ سخی خواص خاں۔ قصہ مرزا صاحباں۔ ہدایت المسلمین۔ قصّہ سوہنی مہینوال، قصّہ شیخ صنعان۔ قصّہ شیریں فرہاد قصّہ شاہ منصور۔ تحفہ رسولیہ۔ تحفہ میراں۔ اور گلزار فقیر ہیں۔ لیکن جو شہرت عام اور بقائے دوام کا نام سیف الملوک کو ملا ہے اور کسی تصنیف کو نہیں۔ ان کے سیف الملوک کی ہیر وارث شاہ سے بھی بڑھ چڑھ کر مقبولیت ہوئی۔ قصّہ سیف الملوک میں آپ کی پانچ غزلیں بھی درج ہیں۔

نمونہ کلام

(۱) نیچاں دی اشنائی وچوں نفع کسے کد پایا
ککر تے انگور چڑھایا ہر گچھا زخمایا

(۲) جس دل اندر عشق نہ رچیا کُتّے اُس تھیں چنگے
خاوند دے گھر راکھی کردے صابر بھُکھے ننگے

(۳) جادو گہ وڈیین کڑی دے وچ کجلے دی دھاری
صوفی ویکھ ہوون متانے، چھڈن شب بیداری

(۴) دوہڑہ:- عشق قصائی چھری وگائی کوہندا دے دے تتاں
چپ نہیں گھتیں حکم اوسے واکس پاسے نس وتاں
عاقل بھئیں بے عقل سدایا بھل گیاں سب گتاں
ننگ ناموس سنبھال محمد ویہن سیانے متاں

اللہ دتہ جوگی:-

نام اللہ دتہ۔ تخلص جوگی۔ ۱۹۰۸ء میں بمقام کھڑی شریف دربار پیرا شاہ غازی پیدا ہوئے۔ ان کے والد بزرگوار میاں وزیر بخش معماری کا کام کرتے تھے۔ آپ کے والد اور چچا دونوں شاعر تھے۔ گویا شاعری ورثہ میں پائی۔ ان کے والد کا تخلص وزیر، چچا کا تخلص فقیر تھا۔ اسی مناسبت سے آپ نے اپنا تخلص جوگی کیا۔ آپ میاں احمد علی صاحب کے شاگرد ہیں۔ لوگ طوطئ جہلم کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

نمونہ کلام

شمع اک دھوکے دا ناں لے اس دھوکے دنیا ماری
ایسے دھوکے وچ پروانے ساڑی جند پیاری
دیوا بتی، تیل پرایا، کجھ نہ اہدا اپنا
شام پئے تے روشن ہوندے دے کے اگ ادھاری

غلام حیدر :۔

آپ میونسپل بورڈ سکول پنڈ دادنخاں ضلع جہلم میں مدرس تھے دیوان حافظ میں بعض غزلوں کا پنجابی ترجمہ کر کے اس کے مجموعہ کا نام تحفہ بے نظیر رکھا ۔

نمونہ کلام

دیکھ لے خاتے تائیں کھلا ہو یا دل لھتیں شاکر
گل تری دا دلوں بجانوں ہر دم ہو یا چاکر
تینوں لائق بے نیازی ، نالے فخر تکبر
مینوں سجدہ عجز عزیز کرنا چاہیئے سر پر
سوز محبت حافظ والا خا ہر ہوسی بارد
کدے کدائیں جے اِک پھیرا اگوں شمع دے مارد

سیّد ہاشم علی :۔

۱۳۳۲ھ میں انہوں نے ہیر وارث شاہ مرتب کی اور اس کی شرح لکھی آپ ہیر میں اضافات کے سخت مخالف ہیں ۔ انہوں نے ہیر اندتہ اور عزیزدین کی بہت تردید کی ہے ۔

اومکار ناتھ گیانی :۔

آپ ۱۸۹۲ء میں پیدا ہوئے ۔ تصنیفات آپ کی یہ ہیں :۔ جپ جی دا ترجمہ شلوک محلہ ۹ دا ترجمہ ۔ باراں ماہ ۔ فرید دی بانی ۔

درشن سنگھ آوارہ :۔

آپ ۱۹۰۶ء[1] میں بمقام کالا گوجراں پیدا ہوئے ۔ بعد میں گوجرانوالہ تشریف لائے ۔

[1] اصل وطن رسول نگر ضلع گوجرانوالہ ہے ۔

اور یہاں سے میٹرک پاس کیا۔ والدین کا پیشہ بزازی تھا۔ انگریز کے سخت مخالف تھے۔ آپ کی باغیانہ نظموں کا مجموعہ "بجلی دی کڑک" ۱۹۴۳ء میں شائع ہوا۔ آپ کی نظموں کا ایک مجموعہ "بغاوت" کوئی بارہ دفعہ چھپا ہے۔ چونکہ آپ ہمیشہ مفرور رہے اور انگریز کے ہتھے نہ چڑھے۔ اِدھر اُدھر گھومتے پھرتے رہے۔ اِس لئے مختلف تخلص مثلاً دل جیت۔ پھُل سنگھنا۔ دُکھی مردو۔ سنگر۔ اور آخر میں آوارہ مستقل تخلص اختیار کیا۔

نمونہ کلام

وانگ بُھلاں چوبھ اُتے چوبھ کھاندے رہی دا اے
پھر دی اپنا ایہہ سبھا اے مسکراندے رہی دا اے
بھانویں رنداں نال دی کچھ دوستی گوہڑی نہیں
صوفیاں توں پر ذرا دامن بچاندے رہی دا اے
کُنی پچھے تیر دی کوئی کھان والی چیز نے
سجناں دے تیر پر ہس ہس کے کھاندے رہی دا اے

سردار نی بلجیت تُلسی :۔

آپ کا نام بل جیت اور تخلص تلسی کرتی ہیں۔ ۱۹۱۵ء میں آپ بمقام جہلم پیدا ہوئیں۔ والد صاحب کا نام سری براد تہ تھا آپ کی تصنیفات یہ ہیں۔
نیل کنٹھ۔ پارس ٹوٹے۔ نیلا آنبر۔ تن داراں۔ نیل کمل۔ یہ تمام کتابیں چھپ چکی ہیں۔

نمونہ کلام

نی میں اُس جوگی دی جوگن ہاں

اوہ دل میرے وِچ وسدا اے ۔ بَہہ بَہہ کے نیڑے ہَسدا اے
بجلی وَے وانگوں لسدا اے ۔ بدلاں وَے وانگوں وَسدا اے

میں اوہدے پیار دی روگن ہاں
میں اُس جوگی دی جوگن ہاں

راولپنڈی کے شاعر:۔

راولپنڈی کی وہ مشہور اور باوقار ہستیاں جنہوں نے پنجابی ادب کی خدمت میں خون پسینہ ایک کر دیا۔ مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) احمد علی سایاں (۲) میاں قائم دین (۳) سائیں وارث۔
(۴) محمد حسین۔ (۵) سید مہر علی شاہ گولڑوی۔

احمد علی سایاں:۔ پیدائش ۱۸۳۶ء۔ وفات پشاور ۱۹۲۹ء۔

آپ قزلباش خاندان میں سے تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد ایران سے آئے تھے اور یہاں آکر آباد ہو گئے۔ آپ راولپنڈی کے سکھ رئیس سردار گورکھ سنگھ کے پاس بہت عرصہ رہے طبعاً درویش تھے۔ تمام عمر شادی نہیں کی۔ نمونۂ کلام

شاعر ہو ذہنوں سعید گئے حسن کوک دی زلف بنان لگیاں
دایہ وانگ زلیخا دے ہوڈی کلی اپنے یوسف دے گیسو سلجھان لگیاں
میم قلم مصور قلم ہو گئے نقش قدرت پہ قرطاس بدلان لگیاں
دل معلم دا ہو گیا سی پارے سایاں پہلا ای پارہ پڑھان لگیاں

سیّد مہر علی شاہ گولڑوی :-

آپ ہندوستان کے مشہور پیر ہیں۔ بڑے عالم فاضل تھے۔ عربی فارسی میں آپ نے بہت کتابیں لکھیں۔ سورہ فاتحہ کی عربی تفسیر آپ نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے جواب میں لکھی۔ پنجابی میں آپ کی نہایت درد بھری نعتیں ملتی ہیں۔ آپ کی وفات ۱۹۳۷ء میں ہوئی۔ آپ کی نعتوں کے مجموعہ کا نام پنج گنج عرفان ہے۔ جو مطبوعہ ہے۔

نمونہ کلام

طویل نعت شریف کے آخری تین شعر

اوتھے بردیاں مفت وکاندیاں نیں | شالا آون وت بھی اوہ گھڑیاں
سُبْحَانَ اللّٰہ مَا اَجْمَلَکَ | مَا اَحْسَنَکَ مَا اَکْمَلَکَ

کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا
گستاخ اکھیاں کتھے جا اڑیاں

ان مسلمان شعراء کے علاوہ ہندو شعرائے پنجابی کی فہرست ذیل میں درج ہے۔ (۱) ہیرا سنگھ درد (۲) ایشر سنگھ ایشر (۳) ودھاتا سنگھ تیر (۴) موہن سنگھ ماہر (۵) پریم سنگھ نمایر۔ (۶) کرتار سنگھ دُگل۔

ہیرا سنگھ درد :-

ان کے والد صاحب کا نام ہرسنگھ جی تھا۔ آپ ۱۸۸۹ء میں پیدا ہوئے پہلے دُکھیا تخلص کرتے تھے۔ پھر درد تخلص کیا۔ آپ نے لاہور سے اخبار اکالی جاری کیا تھا۔

نمونہ کلام

جد تیک بوند لہو دی اِک وی ہے میرے تن وچ
جد تیک ناڑ اک دی ہلدی اے ایس بدن وچ
جد تک پھڑنا اِک وی پھڑدا اے میرے تن وچ
جیوندا ہیں اِس لئی ہاں میری ہے روح وطن وچ
اِک وار وطن اپنا آزاد کر وکھاں گے
اگے ہی اگے جاں گے پچھاں نہ پیر پاں گے

ایشر سنگھ ایشر:-

آپ سن ۱۹۰۲ء میں پیدا ہوئے۔ اِن کے کلام میں روانی اور مزاح بہت ہے۔ ان کے کلام کے مجموعے بھائیا۔ دھرمی بھائیا۔ رنگیلا بھائیا۔ نواں بھائیا وغیرہ کے نام سے ہیں۔

نمونہ کلام

ساڈے بھائیا جی وڈے دھرماتما سن — اٹھدے بہہ ہی رب دھیاوندے سن
تڑکے اُٹھ کے بانی دا پاٹھ کردے — نالے لوکاں نوں کتھا سناوندے سن
ترنہہ دن مہینے دے ہین اے پر — تتی دن مقدمے تے جاوندے سن
پر لو تیک اِی رکھن گے یاد سارے
کھل جتیاں وی ایہو جیہی لاہوندے سن

ودھاوا سنگھ تیر:-

والد صاحب کا نام ہیرا سنگھ قوم برہمن ساکن گھگھر دٹ ضلع راولپنڈی۔ آپ عزیز کے شاگرد تھے سن ۱۹۱۰ء میں پیدا ہوئے۔ تصنیفات۔ شہیدی واراں

دھرو بھگت ۔ انیائے تیر ۔ گنگا گیت نل دمینتی ۔ شکنتلا نثر میں ہیں جن کا ذکر آگے آئے گا ۔

نمونہ کلام

جیٹھ ہاڑ وچ تھر تھر کنبدا ڈھڈھڑا بڈھڑا لالہ
کُبا لک تے جھریاں پیاں جاپے مرنے والا
پچھیا بابا ایڈی گرمی توں کیوں تھر تھر کنبیں
آکھن لگا درگاہ دا ای لگ وا پیا اے پالا

موہن سنگھ ماہر :۔

پروفیسر موہن سنگھ ماہر کے والد ماجد کا نام ڈاکٹر جودھ سنگھ تھا آپ ۱۹۰۵ء میں بمقام دھمیال ضلع راولپنڈی پیدا ہوئے ۔
تصنیفات ۔ ساوے پتر ۔ تن پُرا ۔ کسمبڑا ۔ ادھواٹے ۔ ایشیا دا چانن ۔ یہ تمام چھپ چکی ہیں ۔

نمونہ کلام

وچ سُکھاں دے ساری دنیا نیڑے ڈھُک ڈھُک بہندی
پرکھے جاہن سجن اس ویلے جد بازی پٹھی پیندی
وچ بختاں شُرے جس دم ستّی بیٹھ کھُرے تے روئی
پھس گیا کھلا رُڑھ پُڑھ جانا ، ہتھ نہ چھڈیا مہندی

سیالکوٹ کے پنجابی شاعر:۔

سیالکوٹ کے پنجابی شاعروں کی فہرست ذیل میں درج ہے۔

(۱) مرتضیٰ بیگ والیہ (۲) مسافر (۳) سائیں حیات پسروری۔ (۴) جیون۔
(۵) حافظ عالم خاں خاکی۔ (۶) حافظ عبدالحق (۷) حکیم محمد دین (۸) شاہ دین۔
(۹) رحیم بخش (۱۰) ایشر داس غالب (۱۱) ڈاکٹر دیوان سنگھ (۱۲) برکت رام یمن
(۱۳) لالہ دھنی رام چاترک (۱۴) گیانی کرتار سنگھ۔ (۱۵) منشی برکت علی خورشید۔

مشہور ہستیاں:۔

سائیں حیات پسروری:۔

پورا نام محمد حیات ہے۔ موضع داؤد باجوہ متصل پسرور ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے ہیں۔ آپ ۱۹۱۷ء میں پیدا ہوئے۔ شاعری کا شوق ہوا تو استاد دامن لاہوری کے شاگرد ہوئے۔

تصانیف:۔ کھریاں گلاں۔ بھڑکدے شعلے۔ معجزۂ اسلام وغیرہ۔

جملہ اصنافِ سخن میں لکھتے ہیں۔ موضوع زیادہ ترقی اور سیاسی ہوتی ہے۔ انداز تنقیدی ہوتا ہے۔

نمونہ کلام

منزل عمر دی ختم نہ ہووے جد تک تد تک جگ چوں رزق نکھٹدا نہیں
لکھاں بادشاہ ہون پر حکم باجھوں ٹُر جاوے دا نہ کدی نکھٹدا نہیں
عزرائیل وی اوسے دے حکم باجھوں دم ساہ وجود چوں گھٹدا نہیں
اوہدے حکم دے باجھ حیات سائیں پتّا ٹہنیوں کدی وی ٹٹدا نہیں

حکیم محمد دین صاحب :۔

موضع جنڈیالہ تحصیل رعیہ ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ آپ نے ہاشم علی کی مرتب کردہ بیر پہ عمدہ تقریظ لکھی ہے۔

مولوی شاہ دین صاحب :۔

آپ کے والد صاحب کا نام مولوی قطب دین قریشی تھا۔ رنگ پورہ ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ آپ ۱۸۰۰ء میں پیدا ہوئے۔ آپ عربی فارسی کے جید عالم تھے۔ پنجابی زبان کی خدمت کرنے کے لیے آپ نے بہت سے بزرگوں کے کلام کا پنجابی نظم میں ترجمہ کیا ہے۔ آپ نے مندرجہ ذیل کتابوں کے ترجمے کئے ہیں۔

(۱) دیوان غوث الاعظم (۲) دیوان محمود شبستری (۳) دیوان حضرت سلطان باہو (۴) دیوان حافظ۔ (۵) دیوان خواجہ معین الدین اجمیری (۶) دیوان و مثنوی بوعلی قلندر (۷) مثنوی شمس تبریز (۸) مثنوی فرید الدین عطار (۹) مثنوی بیسر نامہ (۱۰) فرید الدین عطار (۱۱) مثنوی مولانا روم چھ جلد (۱۲) مثنوی گلشن راز۔

ترجمہ اس عمدگی سے کرتے ہیں کہ اصل کلام سے بھی زیادہ لطف آجاتا ہے۔

نمونہ کلام

مثنوی مولانا روم میں سے

سُن وجھلی کھیں جھیڑے ویلے سوز نے ساز الادے
ہجر فراق غماں دے جھیڑے کر کر کے کُرلادے
جنگل وچوں وڈھ کے مینوں جس دن دے لے آئے
سُن سُن حال میرے نوں رنداں اپداں حال وجائے

اوہ دل لوڑاں جو دل ہووے ہجر فراقوں سڑیا
پھول سناداں تاں میں قصے درد غماں دے اڑیا

دیگر :-

اوس حکیم حقانی جس دم راز حقیقت پایا
موجب رنج مصیبت والا سارا ظاہر آیا
اٹھ کھلوتا لونڈی کولوں شاہ ول قدم اٹھایا
تھوڑا جیہا حال پوشیدہ شاہ نوں پھول سنایا
کیہہ تدبیر بنے ہن اودی شاہ سنے عرض گذاری
موجب غم دے رہنے دا کیہہ تد گریہ زاری

ڈاکٹر دیوان سنگھ :-

آپ کا زمانہ حیات ۱۸۹۴ء سے ۱۹۴۴ء تک ہے۔ ان کا ذکر جدید اور آزاد شاعری کے باب میں آئے گا۔

برکت رام یمین :-

آپ کے والد صاحب کا نام پنڈت لدھو رام تھا۔ آپ قلعہ سوبھا سنگھ ضلع سیالکوٹ میں ۱۹۰۸ء میں پیدا ہوئے۔ کالیداس کا پوراں بھگت پڑھنے سے آپ کے دل و دماغ میں شاعری کے ذوق نے چٹکیاں لیں اور پھر پنجابی ادب کی خوب خدمت کی۔

نمونہ کلام

چٹہ خر خوب کتو دل دار جی	چھڈ و حالت ہند سنوار جی
پیریں بوٹ جراب تے پٹیاں	گیتاں اوز سناڈیاں کھٹیاں

بھائیو بھرو نہ ایسیاں چٹیاں غفلت چھڈ کے ہو ہوشیار جی
چرخہ خوب کتو دلدار جی

لالہ دھنی رام چاترک:۔

پسیاں ضلع سیالکوٹ میں ۱۸۷۶ء میں پیدا ہوئے۔ پنجابی شعرا میں صفِ اوّل کے شاعر ہیں۔

نمونہ کلام

میرے مالکا! میں بڑا ہاں سودائی تیرے راہ تے چل کے نہ ورتی سچائی
میں دُنیا نے آ غلطیاں کرن لگا دسنے بھیگ کوئی نہ کیتی کمائی
خوراکاں پوشاکاں تے عیاشیاں نے تری یاد ہے میرے دل توں بھلائی
میری موت تے لوکو حاتم نہ آیا!
رہے بوند چاترک نوں دینی دُہائی

گیانی کرتار سنگھ:۔

والد صاحب کا نام سردار جگت سنگھ تھا۔ کلاس والہ ضلع سیالکوٹ کے باشندے تھے۔ آپ ۱۸۸۲ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۵۲ء میں فوت ہو گئے۔

کم و بیش چونتیس ۳۴ کتابوں کے مصنف ہیں جن میں سے زنکاری جوت۔ دانا دی جوت۔ رب دے پور کھا۔ اجیت خالصہ۔ پرہلاد بھگت۔ روپ بسنت وغیرہ شائع ہو چکی ہیں۔

نمونہ کلام (مقابلے)

کوئی پھل نہ بیراں جیڈ مٹھا سکا کوئی نہ سکے بھراں جیہا

دُنیا جیڈ نہ ہور ہے پُن کوئی لابھ وند نہ لیشُو ہے گاں جیہا
سچّا دھن نہ دوسرا دھرم جیہا، ہور جاپ نہ رام دے ناں جیہا
ہور سُکھ جہان نہ ہے وچ کوئی نہ سر تے پیڑ دے سائے دی چھاں جیہا
جانور غریب نہ اتک کھگھی اتے چنچل کوئی نہ کاں جیہا
بھانویں دیس پردیس دی سیر کر لئو پر سُکھ نہ اپنے تھاں جیہا
دُنیا وچ دریا نے بہت بھانویں رنگ عشق نہ کتے جھناں جیہا
دیکھ ڈھونڈھ کے جگ کرتار سنگھا کوئی ساک نہ ہوئے ہے ماں جیہا

منشی برکت علی خورشید :-

اصل وطن آپ کا شہر وزیر آباد ہے لیکن عرصہ سے سیالکوٹ چلے گئے ہیں۔ بابو عبدالغنی دانا کے شاگرد ہیں۔ آپ غزل نہایت عمدہ لکھتے ہیں سن پیدائش ۱۹۰۲ئ ۔

نمونہ کلام

بھلیو بھلی اسے ایس جہان اندر، ماڑا ویکھ کے کسے نوں ماریئے نہ
گلہ سمجھ کے مول نہ ہتھ پائیے، متاں گھاں دے ہون انگیار ڈھلے

لی والضحیٰ نال واللیل جس دم، عجب قدرتی اُلفت دا راز کھُلا
مُکھ من رُخ ہمیشہ پیار سیتی، دونوں طرف زُلفاں لٹک لٹک گئے نے

لائل پور کے شعراء:-

انگریزی دور کے لائل پور کے پنجابی شعراء کی فہرست ذیل میں درج کی جاتی ہے۔
(۱) غلام مصطفیٰ مضطر (۲) مولوی عبداللہ (۳) سعید الفت (۴) خادم حامد لیانوالہ
(۵) مولوی صمصام (۶) لعل نور پوری (۷) سندر داس ناصی (۸) تیجا سنگھ صابر۔

مولوی عبداللہ

مولوی محمد عبداللہ صاحب مرحوم ملکھانوالہ چک ۲۲۶ ضلع لائلپور کے رہنے والے ہیں۔ بھولا پنچھی آپ کی مشہور نظم ہے جو زبان زدِ خاص و عام ہے۔

نمونہ کلام

وے توں اُڈجا بھولیا پنچھیا ایتھوں اپنی جان بچا
ایتھے گھر گھر پھاہیاں لگیاں تینوں لین نہ مول پھسا
تیرا آہلنا عرش عظیم تے وے توں دیس قدس دا شاہ
سر تاج پہنا تکریم دا۔ تینوں کیتو سنے بادشاہ
تینوں وانگ نمونے اپنے سرجیا آپ خدا
تینوں سجدہ کیتا قدسیاں، کوئی ادبوں سیس جھکا
چھڈ شاہی ملک دوام دی، ہُن قیدی بنیوں آ
ایتھے عاشق ہوگیوں آن کے دِل جیفہ اُتے لا

سیّد اُلفت:-

شیخ محمد سعید نام بسنت گل ریل بازار لائل پور کے رہنے والے ہیں۔

کھڑدے پھُل اور مہکدے پھُل آپ کی نظموں کے دو مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

منونہ کلام

دل صاف وچ سینے نے چاہیدا اے باہروں بھاویں ہووے دال وال کالا
ایہہ رنگ تے رب نے سب بنائے نیں کوئی ہے گورا تے کوئی لال کالا
گورا رنگ جے رب پسند کردا، کر دا کدی نہ پیدا بلالؓ کالا
کالے رنگ دا ہونا نہیں عیب اُلفت جے کر ہووے نہ نامۂ اعمال کالا

نند لعل نُورپوری :-

نام نند لعل تخلص نُورپوری۔ والد صاحب کا نام سردار بشن سنگھ نورپور تھا۔ لائل پور میں پیدا ہوئے۔ سن پیدائش ۱۹۰۶ء ہے۔ پہلے مدرس بعد میں تھانیدار بنے لیکن اطمینان حاصل نہ ہوا۔ ملازمت چھوڑ دی اور فلموں کے گیت لکھنے لگے۔ پھر یہ کام بھی چھوڑ دیا اور باقاعدہ شاعر بنے۔ اچھے شعر لکھتے ہیں اور ترنم سے پڑھتے ہیں۔ آپ کی نظموں میں "حبٹ دی کمائی" اور بہار بہت مشہور ہیں۔

منونہ

تڑکے جاگ مکھیرنے کھوپیاں نوں گورا ہڈیاں چھپیا نا ہرا کھولدا اے
رکھو نتاں سہاگ تے جوڑ کڈا پھر واسا کھیاں نوں گھر ول ٹولدا اے

سندر داس عاصی :-

آپ کے والد صاحب کا نام لالہ شادا رام تھا۔ آپ چاتزک کے شاگرد تھے۔ پہلے اردو شعر کہتے تھے پھر ۱۹۲۶ء میں پنجابی شعر کہنا شروع کیے۔ آپ کی تاریخ پیدائش ۱۹۰۶ء ہے اور وفات ۱۹۵۲ء بمقام لدھیانہ ہوئی۔ ان

کے کلام کا مجموعہ "پرے پیار" مطبوعہ ہے۔

نمونہ

سدھراں دے بوٹے ٹک گئے سڑ گئے لگ لگ بور امیداں دے جھڑ گئے
بکراں نوں لگ سپنے چھل نی
مینڈھے ماہی نے
میرے پیار دا پایا نہ مل نی!

تیجا سنگھ صابر:۔

۱۹۰۷ء میں پیدا ہوئے۔ نانک پورہ ضلع لائل پور آپ کی جائے پیدائش ہے۔ آپ کی تصنیفات یہ ہیں:۔

(۱) پرچھانویں۔ (۲) یادگار (۳) من مندر (۴) جھنکار (۵) پورب دا چانن (۶) نری اگ۔ (۷) وددھے چلو (۸) جگدیاں جوتاں (۹) ساڈے کوی۔ یہ تمام کتابیں مطبوعہ ہیں۔

نمونہ کلام

کماناں بہت لفیاں نے او تیرو ہوش وچ آؤ
زنجیراں تڑک رہیاں نے اسیرو ہوش وچ آؤ
پیپیتے نے تاج بغلی وچ فقیرو ہوش وچ آؤ
ہر اک ذرہ ای باغی اے امیرو ہوش وچ آؤ
لہو دے نال ای صابر زخم ہن دھون والا اے
بڑا کجھ ہون والا اے بڑا کجھ ہون والا اے

گورداسپور کے پنجابی شاعر:-

ضلع گورداسپور کی جن مشہور اور فن کار ہستیوں نے پنجابی ادب کی خدمت کی ہے ان کے اسمائی حسب ذیل ہیں۔

(۱) امیر بخش (۲) لوگرڈ سنگھ لوگرڈ (۳) عالم سیاہ پوش (۴) اکبر علی (۵) مولوی روشن دین (۶) فقیر علی نقیر (۷) شاہ شرف بھٹواری (۸) گوپال سنگھ گوپال (۹) امیر علی۔

لوگرڈ سنگھ لوگرڈ:-

آپ کا وطن گھمن خورد ضلع گورداسپور ہے۔ آپ ۱۸۸۸ء میں پیدا ہوئے پیشہ کے طور پر درزی تھے۔ چھوٹی عمر میں ہی شاعری کا شوق چرایا اور اچھے شاعر بن گئے۔

نمونہ کلام

ن۔ نگہ دے نیزت کس کے تے قاتل لانا دھر کے نشان سینہ
نیزے خنجر دل رتا نہ رہی حاجت تیراں جگہ ہے چھانی چھان سینہ
نیاں نیز دی نہر چلا دتی تیرے ہجر دل آ تی حیران کینہ
پسند ن کرنا نہیں چاہیدا تنگ عاشق جس جگ وچ ساڑیا آن سینہ

عالم سیاہ پوش:-

آپ کا اصلی نام محمد حسین ہے اور بابا عالم سیاہ پوش کے نام سے مشہور ہو گئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام میاں فضل کریم تھا۔ آپ قوم کے جاٹ ہیں۔ کلانور ضلع گورداسپور آپ کی جنم بھومی ہے۔ آپ سنہ ۱۹۱۴ء میں پیدا ہوئے ہیں۔

نمونہ کلام

ع۔ عشق دا ڈھا بیار وڈا اہڈا، نویں ڈوں تے تیر ہیں کیا بھئی وا؟
اج کل دے اساں حسین ویکھے اتوں چیڑے تے وچوں سیاہ بھئی دا؟
اسیں مین آرام لُٹا بیٹھے ایہنیں گُت دا کھاہدا وساہ بھئی داہ
عالم یار نوں اک وی نہیں ہلدی دھیلے شاہ دا دُوجا یاد بھئی داد

مولوی روشن دین :-

گھمن خورد ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے۔ آپ کی تصنیفات میں سے قصہ دل خورشید اور قصہ جابر مشہور ہیں۔ قصہ جابر تو ہزاروں دراکھوں کی تعداد میں چھپا ہے۔ ۱۸۳۶ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۲۲ء میں فوت ہو گئے۔ آپ کی قبر سٹھیالی ضلع شیخوپورہ میں ہے۔

گوپال سنگھ گوپال :-

آپ ۱۸۴۶ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۱۴ء میں وفات پائی۔ آپ نے شاہ بہرام۔ بشنو بگاہل سستی پنوں۔ یوسف زلیخا۔ راماین لکھی ہیں جو تمام کی تمام مطبوعہ ہیں۔ کلانور ضلع گورداسپور آپ کا وطن تھا۔

ملتان کے پنجابی شاعر :-

ملتان کے علاقہ کی وہ بزرگ ہستیاں جنہوں نے پنجابی ادب کی خدمت کرنے کے لئے سر توڑ کوشش کی ہے اُن کی فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱) متین خاں (۲) سید اکبر شاہ (۳) میر وارثی (۴) سید جیون شاہ

(۵) منشی تیغ علی (۶) خادم علی (۷) پُرجوش (۸) پُردرد (۹) بارغ شاہ (۱۰) محمد امین شاہ (۱۱) جندن ملتانی (۱۲) زائر (۱۳) نور محمد گدائی عرف نورن (۱۴) مولوی محمد یار (۱۵) عبدالستار فوق (۱۶) شیخ گل محمد عاشق (۱۷) مضطر ملتانی (۱۸) بی بی مخفی۔

سید جیون شاہ:۔ ان کا قصہ ہیر را نجھا اور ڈھولا مشہور ہیں۔

منشی تیغ علی:۔ شجاع آباد کے رہنے والے تھے۔ ان کی کافیاں مشہور ہیں۔

خادم علی:۔ آپ کے مولود لکھے ہوئے ملتے ہیں۔

پُرجوش:۔ ان کے نعتیہ کلام کے مجموعے چھپے ہوئے ملتے ہیں۔

پُردرد:۔ ان کے نعتیہ کلام کے مجموعے چھپے ہوئے ملتے ہیں۔

بارغ شاہ:۔ ذات کے قریشی تھے۔ اسمٰعیل پور تحصیل میلسی کے رہنے والے تھے۔ ان کا بھی نعتیہ کلام چھپا ہوا ملتا ہے۔

محمد امین شاہ:۔ بارغ شاہ کے لڑکے ہیں۔ والد کی تقلید میں نعتیں ہی لکھتے ہیں۔

نور محمد گدائی عرف نورن:۔ ان کی کافیاں مشہور ہیں۔

بی بی مخفی:۔ آپ ۱۸۷۲ء میں پیدا ہوئیں۔ نہایت پارسا اور متقی قسم کی عورت تھیں۔ مولوی محمد حسین احمد آبادی کو اپنا کلام دکھایا کرتی تھیں۔ مخفی الاسرار۔ تعلیم النساء اور عشق حقانی آپ کی مطبوعہ تصنیفات ہیں۔

نمونہ کلام

مومن بھیناں کارن میری ایہہ نصیحت بھاری
ہیے کامل استادوں نہ کوئی میری صنعت کاری
سخن سوارے کامل مُرشد جس دی استاکاری
مسلم بھیناں پڑھ کے اِس فن لین نصیحت کاری
علم پڑھن تے عمل کمادن اندر جہل خواری
پڑھو کلام خداوند والی، بدعت تھیں بیزاری
روز قیامت کارن کر لئو نیک اعمال تیاری
آخر مرنا ایس جہانوں ہر اِک وار و واری

ہوشیار پور کے شاعر:۔

مولوی غلام رسول عالم پوری:۔

آپ کے والد صاحب کا نام میاں مراد بخش تھا۔ قوم سے گجر اور عالم پور کوٹلہ کے رہنے والے تھے۔ آپ نے موضع غازیاں کے مولوی محمد عثمان سے فارسی اور عربی پڑھی بعد میں دہلی جا کر عربی اور فارسی کے مکمل عالم ہوئے تعلیم سے فارغ ہو کر آپ ایک پرائمری سکول میں مدرس لگے لیکن کچھ عرصہ بعد مدرسی چھوڑ کر گاؤں کی امامت کرنے لگے۔ سولہ سترہ برس کی عمر میں آپ نے شعر کہنے شروع کئے۔ پہلے پہل آپ نے کچھ چھوٹے چھوٹے قصے مثلاً چوپٹ نامہ۔ مسئلہ توحید۔ سی حرفی۔ سسی پنوں لکھے۔ بعد میں داستان امیر حمزہ ایک بہت ضخیم کتاب لکھی جو اپنی مثال آپ ہے۔ یہ کتاب تین جلدوں میں ہے۔ اس کے بعد احسن القصص

(یوسف زلیخا) لکھی۔ احسن القصص آپ کا شہ کار ہے۔ احسن القصص کے بعد انہوں نے نہایت دردانگیز چھٹیاں بحرِ طویل میں سید روشن علی شاہ کی طرف لکھی ہیں جو نہایت دردانگیز اور رقت آمیز ہیں۔ آپ کے قلم میں حد درجہ کی روانی ہے۔

نمونہ کلام

دایا کی زلیخا سے پوچھ گچھ

کون بندہ کس کیتوں بندی اسے فرزند پیاری
تے اوہ رنگت رُخ تیرے دی سِکتے لئی ادھاری
کِس دیاں زُلفاں کنڈیاں ہو ہو دل تیرے وچ چھپیاں
کِس دے غمزوں دو چشماں نازک رہن سر شکوں ریسیاں
صاعق برق دنداں جتیں کتنے تیں پر شعلے جھاڑے
اوہ سینے وچ دس زلیخا کس نے زخم اگھاڑے
دس زلیخا رکھ نہ پردا کمراں تیری غم خواری
تے سچے حال نہ کہیں زباناں کون کری گا کاری

چٹھی

جے ہیں یار میرا ہیں دل کریں پھیرا ایس جند دا کجھ اعتبار ناہیں
خالی بدن ایہہ کلا دا پنجرہ اسے، اڈیا بھور تے فیر درکار ناہیں
ایس کھڑکدے ساز دی تند گڑدی، مُل پاوندی کسے بازار ناہیں
مُل پاوندا کسے بازار ناہیں، دیلا مُنسے ہسے کریں اُدھار ناہیں

نعت

اُس دی انگل نال اشارے شق قمر افلاک دی — خیر النّاس عرب دا فصیح خواص بلے تریاقی

عشق ازلی ہے

عشق کرم دا قطرہ ازلی تیں ہیں ڈیے وس ناہیں
اِکناں لبھدیاں لبھدا ناہیں اِکناں ڈیسے وِچ راہیں

بازغہ کا حُسن

پہلی عمر کواری رعنا سرو چمن دا بُوٹا — نہر لُٹے تے صبر لٹیوے اُس اُناز نہورا

مولوی غلام رسول صاحب کے علاوہ شب دریال اور بھیا رام بھی پنجابی ادب کے ممدّ و معاون تھے۔

علاوہ ازیں ان منتشرق علاقوں کے شاعروں نے بھی پنجابی زبان کے ذخیرہ میں کافی اضافہ کیا ہے۔ ان کے اسامی حسب ذیل ہیں:-

(۱) رحیم بخش صاحب جرڑیانوالہ (۲) ولایت شاہ بہادل پوری (۳) گوالا (۴) سائیں دت (۵) ہرداس (۶) روشن دین بٹالوی (۷) سیّد علی شاہ خانپوری (۸) چوہدری فضل حق فضل (۹) مراد علی فانی بٹالوی (۱۰) محمد حسن حسن (۱۱) کالشی رام (۱۲) مولوی محمد باقر (۱۳) اتّو (۱۴) خاکی شاہ (۱۵) موسیٰ لدھیانوی (۱۶) پنڈت کشور چند لدھیانہ (۱۷) اقبال جالندھری (۱۸) گورکھ سنگھ مسافر (۱۹) اٹک (۲۰) پیارا سنگھ پدم لدھیانوی (۲۱) کدار ناتھ تیواڑی کپورتھلوی (۲۲) دیویندر ستیارتھی بٹیالوی (۲۳) برکت رام۔

گورمکھ سنگھ مسافر

تخلص مسافر کیا کرتے تھے۔ موضع ودھوال تحصیل فتح جنگ کے رہنے والے تھے۔ آپ ۱۸۹۹ء میں پیدا ہوئے۔ آپ مذہبی نظمیں لکھا کرتے تھے جو چھپ کر ہاتھوں ہاتھ بک جایا کرتی تھیں۔ نمونہ کلام

ایک ماں جس کے پانچ بیٹے شہید ہو چکے تھے۔ وہ آتے جاتے مسافروں سے اپنے بیٹوں کے متعلق پوچھتی ہے:۔

آدسے دا ہیا، ودھیا ای شاک میرا لادین پرنہ تُرت شان دی کر
سینہ وھڑکدا، اندراں بجھ گیاں کہہ دے جھٹ نہ مُول لکان دی کر
میری جوٹیوں نکلدا دھواں جاندا، آنسو دگدے بند کران دی کر
میرے جگر دے ٹوٹیاں پُتراں دا پتہ ہئی تے مجھ بتان دی کر
دیو ندر ستیا رتھی۔

آپ کے والد صاحب کا نام لالہ دھنی رام تھا۔ ریاست پٹیالہ کے باشندے تھے۔ آپ ۱۹۰۸ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے لوک گیت بہت مشہور ہیں۔ آپ کو رابندر ناتھ ٹیگور کی صحبت سے بھی کافی فیض حاصل ہے۔

تصنیفات:۔ "گدھا" "دیوا بلے ساری رات" "دھرتی دیاں واجاں" "مڑھکا تے کنک" "بُڈھی نہیں دھرتی" "لک ٹُنوں ٹُنوں" نمونہ کلام

نہیں کوئی تھیر نہ ہیں ہاں رانجھا! پھر دی ساڈا جیون ساتھیا۔ دکھ سکھ ساہنجا
عشق جھناں وچ ڈُور تیکناں، کاش اسیں دی لا سکدے ——— ملّی تاری
تے ڈھا گل دکھڑی پا سکدے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
ہے پیاری

کدار ناتھ تیواڑی

والد کا نام پنڈت بھگت رام تیواڑی تھا۔ سنہ ۱۹۰۱ء میں آپ پیدا ہوئے آپ کے کلام کا ایک مجموعہ "کن من کنیاں" چھپ چکا ہے۔

نمونہ کلام

ویکھ اسمان تے چھائی گہری گھٹا ٹوپ گھنگھور
گھر نوں بھجے آون، باہروں پنچھی کیڑے ڈنگر ڈھور
کالیاں ڈاراں کالے روڑ، مینہ وسادے زور و زور
ڈنگ وڈھن گے منڈے کرنے گلیاں دے وچ شور و شور

پاکستان میں پنجابی ادب

۱۹۴۷ء ——— ۱۹۶۴ء

انگریزی عہد میں اشاعتِ تعلیم کے ساتھ ساتھ اگرچہ علم و ادب نے کافی ترقی کی اور اس کے ساتھ ساتھ پنجابی ادب میں بھی کافی اضافہ ہوا، لیکن ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند و پاکستان سے جس طرح اس علاقے کی سیاسی صورت بدلی پنجابی ادب میں بھی اُسی طرح انقلاب آیا۔ ہندو شعراء کی کثرت ہندوستان چلی گئی، اور اسی طرح کچھ مسلمان شعرا پاکستان آگئے۔ اس سے قطع نظر جدید حالات کے پیشِ نظر شاعری میں بھی معتدبہ تبدیلیاں ہوئیں۔ پرانی مثنوی گوئی، بیت بازی اور چو مصرعہ سرائی کی جگہ قومی، ملی اور جدید انواعِ سخن کی طرف پنجابی شاعری کے قدم اُٹھے۔ غزل کو فروغ ہوا۔ آزاد طرز کی نظمیں لکھی جانے لگیں جن میں افضل پرویز، شریف کنجاہی، سلیم الرحمٰن، منیر نیازی، انیس ناگی، صفدر میر، احمد راہی کا نام خصوصیت سے لیا جاتا ہے۔ غرض انگریزی یا جدید اندازِ فکر نظمیں تقسیم ہند و پاکستان کے بعد لکھی جانے لگیں۔

پاکستان کے قیام کو اگرچہ زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔ ابھی وہ احباب زندہ ہیں جنہوں نے انگریزی عہد میں سخن سرائی کی۔ اس لیے شعرا کے درمیان قطعی تقسیم تو نہیں کی جا سکتی کہ انگریزی عہد کے شعرا پاکستانی دور میں نہ آجائیں۔ البتہ اندازِ فکر نے ان کے درمیان حدِ فاصل ضرور قائم کر دی ہے۔ جو لوگ پرانے طرز و طریق پر نظمیں لکھتے ہیں اور آج تک زندہ ہیں ان کا شمار انگریزی عہد میں ہو چکا ہے۔ اور جن پرانے لوگوں نے نیا اندازِ فکر اپنا لیا ہے، خواہ وہ اس قدر معمر ہیں لیکن

اُن کا نام اِس دورِ جدید میں درج کیا جاتا ہے ۔ جیسے پیر فضل گجراتی ۔
جدید انداز میں لکھنے والوں میں بھی ایک ہلکی سی تقسیم اِس طور سے کی جا سکتی ہے کہ اِن میں سے بعض احباب قدیم خیالات کو جدید اسلوب بیان میں ڈھالتے ہیں ۔ یعنی صوفیانہ خیالات یا غزل کا قدیم رنگ ان کے پیشِ نظر ہے ۔ دیگر حضرات کا اسلوب بیان بھی نیا ہے اور خیالات بھی جدید ۔ یہ لوگ انگریزی زدہ ہیں اور انگریزی اندازِ فکر کا اثر ان پر نمایاں ہے ۔
اُن شعرا کی فہرست پیش خدمت ہے

(۱) احمد راہی ۔ (۲) یعقوب انور ۔ (۳) شریف کنجاہی (۴) صوفی تبسم ۔
(۵) ڈاکٹر فقیر ۔ (۶) پیر فضل حسین گجراتی ۔ (۷) کیپٹن تبسم (۸) حکیم ناصر (۹) کرم حیدری
(۱۰) عبدالمجید بھٹی (۱۱) رشیدہ سلیم سمیں ۔ (۱۲) افضل پرویز ۔ (۱۳) افضل احسن ۔
(۱۴) سلیم الرحمٰن (۱۵) اکبر لاہوری ۔ (۱۶) حبیب جالب ۔ (۱۷) حسن اعرافی ۔
(۱۸) سلیم کاشر ۔ (۱۹) شہزاد احمد ۔ (۲۰) محمد صفدر ۔ (۲۱) منیر نیازی ۔
(۲۲) ظفر اقبال ۔ (۲۳) انیس ناگی (۲۴) عبدالقدیر رشک (۲۵) شفقت تنویر مرزا ۔
(۲۶) جمیل ملک ۔ (۲۷) شہباز ملک (۲۸) عظیم بھٹی ۔ (۲۹) اسلم راہی ۔
(۳۰) شورش ملک (۳۱) منو بھائی ۔ (۳۲) مضطر تاتاری (۳۳) جوہر جالندھری
(۳۴) طالب جالندھری (۳۵) وحید اطہر (۳۶) گوہر نوشاہی (۳۷) محمد اسحاق ۔
(۳۸) نذیر چودھری ۔ (۳۹) باقی صدیقی ۔ (۴۰) نور کشمیری (۴۱) محمد عالم کپورتھلوی
(۴۲) ماجد صدیقی ۔ (۴۳) فضل دین بخت (۴۴) حمید ظفر اقبال ۔
(۴۵) شیخ رؤف (۴۶) منظور احمر (۴۷) سلطان محمود آشفتہ (۴۸) سعید جعفری
(۴۹) انعام ادیب (۵۰) تنویر نقوی (۵۱) منیر نیازی ۔

احمد راہی

۱۲ر نومبر ۱۹۲۳ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے۔ والد صاحب کا نام خواجہ عبدالعزیز ہے جو شال مرچنٹ کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔ پہلے آپ اردو میں لکھتے تھے اور رسالہ سویرا کے ایڈیٹر تھے ۱۹۴۹ء میں پنجابی میں لکھنا شروع کیا۔ ان کا پنجابی کلام بہت پسند کیا گیا۔ ان کے پنجابی کلام کا پہلا مجموعہ ترنجن کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ ۱۹۵۳ء سے یہ فلمی گیت کہانیاں اور مقالے لکھ رہے ہیں۔

نمونہ کلام "نظم کیکلی"

کیکلی کلیر دی نی کیکلی کلیر دی

چھلاں پئی ماردی جوانی جٹی ہیر دی ... کیکلی کلیر دی

چڑھدی جوانی نال چڑھ گیا بھار نی

نویں نویں جوبناں ؐ اڈواں نواں چار نی

جندڑی نہ رول دیویں کسے دلگیر دی ... کیکلی کلیر دی ....

جوڑے وِچ موتیے نے پھُل پئے سجدے

اکھاں وِچ مٹھے مٹھے گدّے پئے نچدے

کھُل جاندے بھیت لوک بھانویں لکھ کجدے

پھٹی ہوئی ایں توں کسے ڈاڈھے تکھے تیر دی ... کیکلی کلیر دی ....

پلکاں دی جالی وچوں جھاکنی آں کہانیاں

بانیاں تے تنگاں ڈیاں کھیڈاں نیں چرانیاں

راہاں وِچ ٹھیڈے کھاں نظراں نمانیاں

تاب نہیوں جھلی چاندی تیرے ڈھنگے چہروی   کیکلی کلیر دی ....

چُپ چُپ رہ کے وی بڑا کجھ کہندیاں
لگ جاہن اکھیاں تے گجھیاں نہیں ہندیاں
ہر ڈھاں تے وَندا سے بجھیر، ح گیاں جہندیاں
کدھیاں نیں تاہنگاں تیر بھیر کھیر ہندیاں
سچ سچ دس ماں نی سونہہ تینوں ویر دی

کیکلی کلیر دی نی کیکلی کلیر دی
چھلّاں پئی ماردی جوانی جٹی ہیر دی

قریشی غلام یعقوب انور

پنجابی زبان کے استاد شاعر بابو عبدالغنی وفا کے فرزند ہیں۔ ۱۹۱۵ء میں بمقام گوجرانوالہ پیدا ہوئے۔ ۱۹۳۴ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے بی۔ اے کیا۔ پھر ایل۔ ایل۔ بی کا امتحان پاس کیا۔ اور محکمہ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن میں ملازم رہے۔ ملازمت چھوڑ دی۔ آج کل ہائی کورٹ کے ایڈووکیٹ ہیں۔

آپ انگریزی، اردو اور پنجابی کے اعلیٰ پایہ کے شاعر اور نثر نگار ہیں۔ اخبار و رسائل میں ان کے نگارشات اکثر دیکھنے میں آتے ہیں۔ ہر سہ زبانوں میں ان کے ضخیم دواوین موجود ہیں۔ پنجابی سے خاص لگاؤ ہے۔ کافیاں مادھولال حسین، ابیات سلطان باہوؒ اور بلھے شاہ کی کافیاں کے انگریزی میں تراجم کئے ہیں پنجابی میں آپ کی غزلیات کا ایک مجموعہ زیر اشاعت ہے۔

نمونۂ کلام

سستی والیاں سدھراں دا تھل بھڑک پیا اج فیر
ہنوں خان دی واچی دا ٹل کھڑک پیا اج فیر

اکھیاں اندر پیار دے پنگھرے ٹوٹے تھیوں جھد نیں
مارو جیبڑے جدائی کھنوں کڑک پیا اج فیر

جیہڑی ڈنگ نوں بھن اک جھوہری پیار کسے دا تکیا سی
دل دے پھٹ وچ او ہو ڈنگ مار کے رڑک پیا اج فیر

پیر جنہاں دیاں سوہنیاں تیری اکھ تگھن نہیں سی سکنی
جہڑ کے پٹ مینوا لا لکھ تڑوں تڑک پیا اج فیر

اک نیڑیں سسدا کل اکھ دی رتا جیہی شہ اُتے
نیرتوں چھانیاں تا ہنگاں دا دل دھڑک پیا اج فیر

اس ایڑ دا سایہ کائی کھلتن والی چیز نہیں
مسجد دی محراب اتو رھڑک پیا اج فیر

شریف کنجاہی :-

آپ کے والد کا نام مولوی غلام محی الدین تھا۔ آپ ۱۵ اکتوبر ۱۹۱۵ء کو غنیمت کے شہر کنجاہ ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ ایم۔ اے فارسی اور اردو کے امتحانات پاس کر کے سکندری ہائی سکول راولپنڈی میں لیکچرار مقرر ہوئے۔ آج کل گورنمنٹ کالج کیمبل پور میں پڑھا رہے ہیں۔

نمونہ کلام

جدوں کدی وی تیرا خیال آیا، نال ہور وی بڑے خیال آئے
مرزے جنڈیاں ہیٹھ میں کئی ویکھے بیلے وچ نظر مینوں ال آئے

اُجڑ وے آپ دی گلی آباد تے اکدے فیروی آ دناں لوہے سازل
جیکر سیچ پچھیں آساں مُک گیاں ایہیں رات اوتھوں جہڑے حال آئے
تیرے شوق وِچ کھنب کھوہا کے تے اساں آپ ای قید قبول کیتی
ہن توں اوہناں نوں کی آزاد کرنا، جیہڑے آپ لنے اپنے بال آئے
اساں ای آن کے ایس بازار اندر سوٹے ڈِگ کے ولاں دے نہیں کیتے
رکی رنج بخاریوں اُڑ کے تے اجیں ڈھ توں ویچدے مال آئے
پلکاں ملیاں گو ہتراں نیویاں دی ٹک ٹک کے چھاں شریف ربجھے
ایس چھاں نوں اوہ نہیں مان سکے جیہڑے وِچ بیلے عمراں گال آئے

صوفی غلام مصطفےٰ تبسّم :-

آپ امرتسر کے رہنے والے ہیں تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ اسسٹنٹ انسپکٹر آف سکولز مقرر ہوئے۔ بعدیں ۱۹۳۱ء سے ۱۹۵۵ء تک گورنمنٹ کالج لاہور میں پروفیسر رہے۔ پھر خانۂ فرہنگ ایران سے متعلق رہے۔ آج کل لیل و نہار کے مدیر ہیں۔ بڑی دلفریب شخصیت کے مالک ہیں۔ فارسی اُردو اور پنجابی کے نغز گو اور پختہ کار شاعر ہیں۔ اُردو، فارسی اور پنجابی کلام کا مجموعہ "انجمن" شائع ہو چکا ہے۔ آپ جدید فارسی شاعری کے عمائدین میں شمار ہوتے ہیں۔ نمونہ کلام

گُلّ نوں سُکھ دا روپ دتا اتے ہس ہس نیر چھپائے
اِک اِک راز ماہی دی خاطر اساں سو سو جتن کمائے
پھُلّاں سینے چاک کیتے اتے شبنم نیر وگائے
خوشیاں دا کوئی ساجھی ناہیں اتے دکھڑے نوں کون ونڈائے

فقیر محمد فقیر :-

آپ ۵ جون ۱۹۰۰ء کو تکیہ معصوم شاہ گوجرانوالہ میں میاں لال دین صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ متعدد پنجابی کتب کے مصنف ہیں۔ جن میں سے مہکدے پھل صدائے فقیر زیادہ مشہور ہیں۔ پنجابی ادبی اکیڈمی کے لئے چند کتابیں مرتب کی ہیں۔ ابراہیم عادل کے شاگرد رہیں۔ کچھ عرصہ عبدالمجید صاحب سالک کے ساتھ مل کر لاہور سے پنجابی رسالہ بنام ہمجاتی بھی جاری کیا۔ صدائے فقیر۔ رباعیات فقیر۔ بیر۔ چنگیاڑے۔ موا تے اور مہکدے پھل آپ کی تصنیفات ہیں۔

نمونہ کلام

چنگے راتاں چانن لاٹے
ہائے وتیاں بنیر
ڈس ڈس اکھاں ٹک ٹک گیاں
ٹک ٹک وسیاں فیر
پر جد کھوجی نظراں ڈٹھا
دل دیاں وتھاں پھول
دُور سُنیہا پار نتھاواں
وسدا ڈٹھا کول

پیر فضل حسین فضل گجراتی :-

آپ ۱۸۹۷ء میں گجرات میں پیدا ہوئے۔ والد صاحب کا نام مقبول شاہ

تھا۔ آپ حضرت شاہ دولہ ولی کی اولاد میں سے ہیں۔ پہلے اُردو میں شعر کہتے تھے
بعد میں پنجابی میں شعر کہنے لگے۔ پنجابی غزل گوئی میں آپ بلاشبہ حافظ شیرازی ہیں۔
ان کا مجموعہ کلام "ڈونگھے پینڈے" چھپ چکا ہے۔

نمونہ کلام

میں بے صبر تے نہیں پر ایس گلے جاری اکھیاں تو بیٹھا نیر کرناں
ٹُکی ہوئی اے پُتلیاں وچ جیہڑی صاف کسے دی پیا تصویر کرناں
ٹھنڈی رُت دے جدوں ہوا سر تے گھٹاں کالیاں گھیر کے لے آوے
مینوں چنگ چڑاتیاں تک جا دین پیا جامیاں نوں لیر لیر کرناں
دساں اپنے آپ دی شرح کر کے میں ظلوم بھی آں تے جہول بھی آں
اپنے پیر کو باڑیاں مار آپوں آپے پیا تقدیر کرناں
کیہا تھا ہویا وچ دہماں دے دیکھ مینوں قاصد کیوں نہ پتّرا وچ جاندا
خط لکھاں پڑھناں تے پاڑ دیناں فیر سوچنا فیر تحریر کرناں
میرے ضبط دے خام منصوبیاں نوں شوخ اتھراں لے کے بہہ گیاں
پانی وچ اوہ فصل کھلون سکھے میں جو ریت دے محل تعمیر کرناں

کیپٹن تبسم :۔

کیپٹن محمد رمضان تبسّم علامہ محمد عبد الکریم قلعداری کے بڑے صاحبزادے
اُردو، فارسی اور پنجابی کے شاعر ہیں۔ ہر سہ زبانوں کے ضخیم دواوین ترتیب دئیے
ہیں۔ آج کل ہفت روزہ غازی گجرات کے مدیر ہیں۔ آپ نے علامہ اقبال مرحوم

کی کتاب پیامِ مشرق کا پنجابی نظم میں عمدہ ترجمہ کیا ہے۔

ترجمہ۔ (کلامِ اقبالؔ)

اِک دریا دا ڈھٹھا کنڈھا بولیا ہو نتراناں
ساری عمر گزائی ایتھے اپنا آپ نہ جاناں
چھوہلی ٹھلّ تے شُوکدی ماری ایہہ گل آکھ سنائی
جیونا میرا تُرنا پھرنا، بہہ رہنا، مرجانا

غزل

جنہاں عشق پیالے پیتے، شاہ زوراں کمزوراں
موت اوہناں دے ناں ٹھٹی کنبدی جا لکدی وِچ گوراں
اِک اِک تارہ دِچھونے والی سُولاں بن بن سلّے
"جِنّ کیہہ جانن کالیاں راتاں کٹّن کویں چکوراں"
کدھرے مارے دھاڑے نہیں سُن نہ ایہہ سینہ زوری
دن دہاڑے اکتّی پائی اج کل دل دیاں چوراں
گُڈّی چڑھی محبّت والی، دُکھاں پیچے پائے
کدی وڈھائے کدی گھٹائے سجن دے ہتھ ڈوراں
ٹھنڈی واد ے جھوٗلے جھلّے پُھل کھڑائی جاندے
مُنڈھ قدموں نال تبسّم رکھدے نیں ایہہ کھوراں

حکیم ناصرؔ۔

پورا نام شیر محمد اور تخلص ناصرؔ کرتے ہیں۔ آپ کا پیشہ طبابت ہے، ب ۱۹۰۸ء

میں پیدا ہوئے۔ پنجابی ادب کی خدمت اپنا فریضہ سمجھتے ہیں۔ "سجرا سورج" "ناصر دا خمسہ" "ناصر دی ہیر دا نمونہ" "زندگی دے چار حصے" اور "ارشادات" آپ کی مطبوعہ تصنیفات ہیں۔

نمونہ کلام (بھکھ)

شہروں پنڈ نوں کل میں جا رہیا ساں — چار بجے دوپہر سی ڈھلی ہوئی
ٹکّی پھٹدیاں ٹکّی کھا کے تے — شہروں پنڈ نوں سی چلو چلی ہوئی
پینڈے پیاں جیبی بھکھ لگدی اے — بھکھوں جی نوں کجھ بے کلی ہوئی
شہروں کئی چیزاں بندہ کھا لیندا اے — کچی کوئی پکی کوئی تلی ہوئی
واہو داہی میں پنڈ نوں جا رہیا ساں — دوروں اک پیلی دسی کھلی ہوئی
اوس پیلی دے بنّے تے نال کر کے — اک اٹ مٹیار سی کھلی ہوئی
سانوے پیڑے دودھیا رنگ اوہدا — دودھ مکھناں دے نال پلی ہوئی
نکّے وال اوہدے سونے وانگ چمکن — اتّوں دھپ سی والاں وچ رلی ہوئی
جویں کسے نے دودھ وچ گھول کے تے — ڈوہلی والاں تے سونے دی ڈلی ہوئی
دھپے کھلی کلّی ہس رہی سی — لشک دنداں دی ہوروی کھلی ہوئی
سچّے موتیاں دی دوہری پال اتّے — نکّ جیہی لالی جویں تلی ہوئی
تے اوہ پیلی بہشت دا قطعہ جاپے — اک نور دے دگنے ولی ہوئی
تے اوہ اٹ مٹیار، مٹیار سی کہ — حور حسن دے سانچے وچ ڈھلی ہوئی
اوہنوں ویہندیاں چمک پئی بھکھ میری — ثابت رہیا نہ ویکھ کے کلی نوں میں
اودھے تیہرا دی نہیں سی کوئی ناصر — کچی کھوہ کے کھا گیا پھلی نوں میں

کرم حیدری :-

نمونہ کلام

آئی رُت بہاراں والی، خوشبو واں دے کھولے نیں
رنگ رنگیلیاں پینگھاں پیاں، جویں اُڈن کھٹولے نیں
آؤ نی سیّو! گاؤ نی سیّو! رل مل دُھماں پائیے نی
تُو تاں ٹھنڈیاں چھانواں لایاں، خوشیاں نے رس گھولے نیں
جنگل جنگل گیت چھڑے نیں بستی بستی چہکی اے
تتر مور چکور لٹورے مٹھیاں بولیاں بولے نیں
آئی اے ہر شے تے جوانی چھلدی لے پئی وا مستانی
ہر ہر سینے اُٹھیاں لہراں دل دیوانے ڈولے نیں
رنگ رنگیلیاں پینگھاں پیاں لین ہلارے سکھیاں سیاں
ہرناں وانگ کلانچے بھردے مٹیاراں دے ڈولے نیں
اِک ہلارا ایسا دِتّا، اودھ اسمانی پینگھ چڑھی
تھر تھر کردا بوٹا کنبیا، چھن چھن گھنگھرو بولے نیں
پینگھاں زور و زور ودھاؤ، لچ لچ کے لچ جھوٹے کھاؤ
ہسن کھیڈن چار دہاڑے فردنیا دے رولے نیں

عبدالمجید بھٹی :-

والد چراغ دین پٹواری تھے۔ اوڈکھ ضلع گوجرانوالہ میں ۲۴ر فروری ۱۹۰۲ء کو پیدا ہوئے۔ پہلے محکمہ تعلیم میں ملازم رہے۔ بعد میں ملازمت چھوڑ دی اور صحافی

بن گئے۔ اپنا رسالہ ہونہار نکالا۔ اس کے بعد کسان، رہبر پنچایت، پنج دریا، حمایت اسلام کے ایڈیٹر رہے۔ بچوں کی بے شمار اردو کتابوں کے مصنف ہیں۔ پنجابی میں گیت نہایت عمدہ اور مزے دار لکھتے ہیں۔ "دل دریا" (گیت) "اکتارہ" (نظم، گیت، غزل) "دل دیاں باریاں" (انتخابی مجموعہ افسانے) اور "ڈھیڈ" (ناول) تصانیف تالیف ہیں۔ جدید شاعری کے سرگرم کارکن ہیں۔ ان دنوں راولپنڈی میں مقیم ہیں۔

نمونہ کلام (گل کر کوئی)

کس تتڑی دے تیرا مان تروڑیا

کس تتڑی نے تینوں گھر ول موڑیا۔ کس کملی نے تیرا قدر نہ جانیاں۔ گل کر کوئی کتھے کتھے بیتیاں سے کیوں کیڑیں بانیاں۔

اکھواں دے مرح کہیاں دسیاں کہانیاں۔ دس کیہڑا دکھ تینوں روندیاں۔ گل کر کوئی اپنا قصور جاتوں چنتاں تیری بھل سی

تیرے بناں کیہہ ایس جندڑی دا مل سی۔ کنے دکھ دتے ساڈوں ربّ دیاں بھانیاں۔ گل کر کوئی بیتیاں دے دکھ جیتاں اج کاہنوں جالنے

امڑ لاٹ محبتاں دی بالنے۔ وچھڑے سہاگ نوں فیر پچھانیاں۔ گل کر کوئی

رشیدہ سلیم سیمیں:۔

نام رشیدہ سلطانہ اور تخلص سیمیں ہے۔ آپ ایم اے، بی ٹی ہیں۔ تاریخ پیدائش ۲۴ ستمبر ۱۹۲۷ء ہے۔ آپ کی شادی شیخ محمد سلیم سے ہوئی۔ اس لئے آپ کا نام اب رشیدہ سلیم ہے۔ آج کل ڈسٹرکٹ انسپکٹرس آف سکولز ہیں۔

نمونہ کلام

ویہڑے ویہڑے وچ اگ پئی بلدی اے
لاٹ لاٹ وچ رات پئی ڈھلدی اے

تارا تارا ڈولیکاں کردا اے
چن اگے اگے راہواں تکدا اے

نیرے گھر دی ہر شے مہکدی اے
آس پنچھدی گونڈی لہکدی اے

ٹوہا بن کے اکھیاں تکدا اے
کدی پیار دی ہار کے ٹھکدا اے

افضل پرویز:۔

نمونہ کلام

سرہوں پھلی

پوناں گدے باہن چوفیرے   خوداں جھمدیاں جا بن چوفیرے
سمے ناں پستک کھلی۔ سرہوں پھلی

پت جھڑ نے بن ویس وٹایا   وشنا ملیا گہنا پایا
رُت سنے لاہی آلی۔ سرہوں پھلی

پھلکاری لے سیج تے بیٹھی   ہیر سلیٹی مشک لپیٹی
چھلاں تکڑی تلی۔ سرہوں پھلی

سونا رنگے پھُل مرگائے   نویں بہار دی خبر لیائے
نوں نوں خوشبو کھلی۔ سرہوں پھلی

افضل احسن :-

نمونہ کلام

دو رُوپ

پہلا رُوپ :- اوہ پھُلاں دی واشنا اوہ کلیاں وا رنگ
پریاں ورگی کُڑی نے اوہدا سپّاں ورگا ڈنگ

دُوجا رُوپ :- اوہ ہنجواں دا جل اے اوہ ہاواں دی پنڈ
جدوں سے میںنوں آکھدی میرے دُکھ دی وَنڈ

سلیم الرحمٰن :-

۱۹۳۵ء میں پیدا ہوئے۔ کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج سے ڈاکٹری کی سند لی۔ پہلے اُردو کے شاعر تھے۔ پانچ چھ سال سے پنجابی میں لکھتے ہیں۔ اردو میں ان کے کلام کا مجموعہ "شاہین" حال ہی میں شائع ہوا ہے۔

اِک خواب

اِک بوہے دے کھُلّن نال ہزاراں بُوہے کھُلدے جاون
آخری دہلیز دے اندر، ننّا ننّا چانن
مخمل دے بستر دے اُتّے سُرخ پھُلاّں دیاں لڑیاں
چارے پاسے پتّھر دے بُت اکھّاں ہیریاں جڑیاں
کندھاں چوں آواز ایہہ آوے اپنا گھر بھُل جاون والے
وِرھیاں توں میں اِک اُڈیک تیری وِچ دیوا بال کھڑی آں

اکبر لاہوری :-

پُورا نام محمد اکبر خاں، مولوی محمد عبدالرحیم کے بیٹے۔ موضع مُرل پار ضلع شیخوپورہ کے باشندے ہیں۔ قبل اُردو لکھتے تھے۔ اب پنجابی لکھتے ہیں۔ آپ بی اے ایل ایل بی ہیں۔ طنز و مزاح خوب لکھتے ہیں۔

نمونہ کلام

دو غلے

اِک بندہ سی بمّوں چھانا منڈی وِچ کھلوتا
آکھے مینوں لوڑی وااے اک بندہ اِک کھوتا
کسے کہیا "اے یار اتینوں ایسی چیز دوایئے
جو بندے دا بندہ ہووے تے کھوتے دا کھوتا
سارے کمّاں لئی اوہ تیری مرضی نال چلاوے
جتھے آکھیں بیٹھا رہوے تے جتھے کہیں کھلوتا"
اوہنیں کہیا، "ایہہ گل نہیں مینوں اُکّا وارا کھاندی
اِکّو جنس لوڑی دی مینوں اُٹھ ہووے یا بوتا
مرجاواں پر دوغلیاں دے ویہڑے پیر نہ پاواں
بندہ اصلی بندہ لوڑاں تے کھوتا اصلی کھوتا

حبیب جالب :-

پُورا نام حبیب احمد ہے۔ عمر کوئی تیس پینتیس سال کے قریب ہے۔ میانی افغاناں ضلع ہوشیارپور میں پیدا ہوئے تھے۔ فلموں میں گیت لکھتے ہیں اور

لاہور میں مقیم ہیں۔

کمّی

وِہلی کمّی دی وڈھے گھر وچ ——— بتیاں کردی
ہنجوں پیندی ہوکے بھردی ——— بڈھے خاں دا حقّہ
دن وچ سو سو واری تازہ کردی ——— سب دی گولی سب تس ڈردی
ناں ایہہ جیندی ناں ایہہ مردی
خاں دا پُتّر بیٹھک دے وچ ——— ہاسے بھانے بانہہ پھڑ لیندا
اینویں ہسدا، اینویں کھہندا ——— کیہہ دساں اوہ کیہہ کیہہ کہندا
ادھی راتیں چھوٹی بی بی کہندی ——— اُٹھ تکیئے دل چلیئے
جے کمّی نے پنڈ وچ رہنا ——— خیر ایہہ سب کجھ کرنا پیندا

حسن اعرافی :-

پورا نام غلام حسن اور تخلص حسن ہے ۱۹۲۲ء میں پیدا ہوئے۔ موضع سونڈ وساڑہ تحصیل پھلور ضلع جالندھر وطن تھا۔ آپ بی۔اے۔بی ٹی ہیں اور محکمہ تعلیم میں ملازم ہیں۔ آپ کو اردو اور پنجابی دونوں زبانوں پر بڑی قدرت حاصل ہے۔

نمونہ (ڈاچی والا)

سانوں دس کے اگاڑی جائیں ——— کتھائیں جاناں ڈاچی والیا
پھیرے دردمنداں دل پائیں ——— کتھائیں جاناں ڈاچی والیا
ہنھیریاں راتاں ملیاں واٹاں ——— لے جا سینے مچدیاں لاٹاں
کالے راہیں، ہسے ڈر بلائیں ——— کتھائیں جاناں ڈاچی والیا

سون گئے پینڈے وکھو وراڈے — تیرے لیکھ نصیب اساڈے
کوئی ٹھوکر مار جگائیں — کتھائیں جاناں ڈاچی والیا
چھانواں اڈیاں پتر جھڑ گئے — پھل پھل باغ بغیچے جھڑ گئے
ہاڑے گیت بہار دا گائیں — کتھائیں جاناں ڈاچی والیا
سکھ نال جاویں سکھ نال آویں — ساون جھڑیاں نال لیاویں
شالا باغ، بنجر وچ لائیں
کتھائیں جاناں ڈاچی والیا

سلیم کاشر:

۱۵ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو اسلام آباد کشمیر میں پیدا ہوئے۔ آج کل لاہور میں ہیں نیشنل بنک آف پاکستان بادامی باغ شاخ میں خازن ہیں۔ جدید پنجابی شعراء میں بہت بلند مقام رکھتے ہیں۔ نظموں کے علاوہ پنجابی فلموں کے لئے گیت بھی لکھتے ہیں۔ آپ کا مجموعہ کلام "تتیاں چھاواں" چھپ چکا ہے۔

ہاڑ

پہلی آواز:۔ ساتھوں اکھیاں نہ چھیر — جھوٹے اتھرو نہ کیر
گل سچ سچ دس! — کیہہ ہویا اے انہیر
کیہڑی لگے نوں جھان — تیرا چن جیہا مکھ
خورے گھٹ جائے کجھ — جے تو پھولیں دکھ سکھ
دس چپ دے تروپے — کنہے سلیاں اتے لائے
کنہے کھوٹی موئی کیتی — تیتھوں بولیا نہ جائے

دُوجی آواز:۔ تینوں آکھ آکھ تھکی — میری بانہہ پھڑلے
کجھ ہور دن ٹھہر — کجھ ہور سڑلے
ایہو تیرا سی جواب — میرے سڑ گئے بھاگ
کیسے بھکھ وچ پائی — میرا لُٹ لیا باگ
کِناں چر سہندی میں — دس بھُکھ والی زَڑ
ہر شئے رُڑھ جائے — جدوں آوندا اے ہڑ

شہزاد احمد:۔

۱۶ اپریل ۱۹۳۲ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے۔ ایم۔ اے نفسیات ہیں۔ اردو پنجابی ہر دو زبانوں کے ماہر ہیں۔ کسی زمانے میں آباد کار (جوہر آباد ضلع) کے مدیر تھے۔ آج کل ایگل سائیکل کمپنی کے مینجر ہیں۔

نمونہ کلام

بدل لنگھ گئے، سُورج چڑھیا، چمک پیا جگ سارا
اکھاں دے وچ کُھبدا جاوے پانی وا لشکارا
کیہہ ہویا جے دل وِچ رہ گئے یاداں دے چھکیڑے
بُھلاں نوں کرنا پیندا اے کنڈیاں نال گذارا
ادھی راتیں کیہنوں لبھدا، کس دا کھوج لگاندا
شہر دیاں سُنجیاں گلیاں وچ پھردا اک وِچارا
بھانویں کوئی واج نہ مارے، بھانویں کوئی نہ ویکھے
ہوکا گلی گلی وچ لاندا جاوے تگا وِنجارا

خورے لوک اسماناں اُتے کِسراں ڈیرے پاندے
سانوں پیر نہ پٹن دیوے، ایہہ مٹی ، ایہہ گارا

محمد صفدر میر:۔

۱۹۲۲ئہ میں گجرات میں پیدا ہوئے۔ ایم۔ اے انگریزی کیا اور بمبئی چلے گئے۔ وہاں فلم میں کام کرنے لگے۔ مدتوں ترقی پسند مصنفین کے سکرٹری رہے۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں لیکچرار تھے۔ واپڈا میں فلم سیکشن کے ڈائرکٹر تھے۔ اب پاکستان ٹائمز میں ملازم ہیں۔ کبھی اردو پنجابی دونوں زبانوں میں لکھتے تھے۔ لیکن اب اُردو کے دشمن ہو چکے ہیں۔ نمونہ کلام

روون والے جھلے

اوئے ایہہ دُکھدے دِلاں دی دُنیا
کون کسے دی وات نہ پچھے
نے کون کسے دے اتھرو پونجھے
کس نوں اپنی فرصت
سبھناں دے دل درد بھرے نیں
سبھناں دی اکھیاں وچ اتھرو
سبھناں دے گھر میت

منیر نیازی :۔

پورا نام منیر احمد خاں ہے۔ ۱۹۲۸ئہ میں موضع خانپور ضلع ہوشیار پور میں پیدا ہوا۔ بی اے تک تعلیم ہے۔ لاہور آئے اور صحافی بنے۔ پھر منٹگمری سے

ہفت روزہ "سات رنگ" نکالا۔ اب فلموں کے لئے گیت لکھتے ہیں۔ اردو کے کئی مجموعے چھپ چکے ہیں۔ پنجابی کلام کا مجموعہ بھی چھپا ہے۔

(نمونہ) اک اُجاڑ شہر

سارے لوکی ٹر گئے نے کئی نال قضا   گلیاں ہو کے بھر دیاں کوندی پھِرے ہوا
کندھاں شیخ منجیاں کوٹھے ڈانگ بلا
کرماں ڈین حویلیاں ساڈے دل نہ آ   اُجڑے پیئے مدان وِچ بادشاواں دے رتھ
قبراں دے وِچ سوں گئے مہندیاں والے ہتھ

ظفر اقبال :-

والد صاحب کا نام میاں محمد شریف ہے ۱۹۳۳ء میں بہاولپور میں پیدا ہوئے ۱۹۵۵ء میں لا کالج لاہور سے ایل۔ ایل۔ بی کیا۔ آج کل منٹگمری میں وکالت کرتے ہیں۔ منٹگمری میں پنجابی مجلس کی شاخ انہیں کی کوششوں کی بدولت کھلی۔

نمونہ

جس دن دی اک مُنجی ملّی میرے دُھندے پتّر سارے
میری سنگھنی بگّر چھاں نوں کوئی سیک ترِیڑاں پاوے
میرے سالیں بدّھے مُنڈھ ھتیں کوئی سہنے چھوٹے لاٹے
میرے قدمیں دِچھے کھالیوں کوئی ورولا کھیہ اڈاوے

علیٹہ منگاں، نہ میں بدّل منگاں، منگ ایہا من بھاوے
کوئی دُھوڑ دُھمادا بگّی چڑھیا جھوک سجن ھتیں آوے

آ ظفر اقبال فقیر نوں کوئی خیر دی خبر سنا دے

انیس ناگی :-

۱۹۳۹ء میں شیخوپورہ میں پیدا ہوئے۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم۔ اے کیا۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں اُردو کے لیکچرار رہے۔ اب گورنمنٹ کالج گوجرہ میں ہیں۔ اردو اور پنجابی میں ڈرامے، افسانے اور تنقید لکھتے ہیں۔

نمونہ

میں کس گُکھ دا جایا؟ اج مینوں کوئی نہ دسے ہر جھوٹے وِچ جھاتی ماری
ہر جھاتی نے مینوں پچھے سُٹیا میں کس گُکھ دا جایا؟
سُکیاں ہڈیاں دا میں کرتا پا کے جنگل جنگل نچیا
سپ دی شوکر پچھے نٹھیا میں کس گُکھ دا جایا؟
ہر اکھ وِچ میں ہنجو دیکھے ہر ہنجو وِچ اِک کہانی
مینوں کوئی نہ دسے میں کس گُکھ دا جایا

عبدالقدیر رشک :-

گورداسپور کے گاؤں ادھلہ میں ۱۹۲۸ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۶ء میں اسلامیہ کالج لاہور سے بی۔ اے کیا اور مولانا عبدالمجید سالک اور پروفیسر بخاری کے مشورے سے صحافت میں آ گئے۔ ملت، احسان، پھر ٹائمز آف کراچی، ایوننگ ٹائمز سے منسلک رہے۔ "نصرت" کے مدیر رہے۔ وہاں سے نوائے وقت میں چلے آئے۔ پھر محکمۂ ترقیٔ دیہات میں دستاویزی فلموں اور ریڈیو پروگراموں کے انچارج ہوئے۔ پنجابی نظموں کا مجموعہ "من ترنگ چھپیا"۔ "لعلاں دے ونجارے" زیرِ طبع ہے۔

نمونہ کلام

فجر نمانی

بُردو بُردی ٹُرے ہنیرے صبح دے در پن کھلے
فجر دِ فجری دھرتی جاگی وگن ہوا دے بُلے
کھڑ کھڑ ہسدی پُرخ کلی تے اوس دے ہنجو ڈُھلے
وقت فجر دے جاں الیاں لُٹ لئے لعل نمُلے

شفقت تنویر مرزا :-

پہلے گوجرانوالہ، پھر راولپنڈی میں فوج میں مترجم کی حیثیت سے رہے۔ لاہور میں گلڈ کی پنجابی شاخ کے سکرٹری تھے پھر حق اللہ کے مدیر رہے۔

نمونہ

اودھریاں سنگھنیاں کشتیاں ڈُنگ گیاں اودھرے خوف دے ظلم سارے ڈھ پئے
اودھریاں ہڈیاں زہر نال تُرک گیاں اودھری دھون تے خنجر آن پئے
اوہ ہنیریاں تے آندھیاں دی شہزادی کدی کو کدی تے کدی کرلاوندی سی
او! گبھرو مینوں قتل کرن والیا گل سمجھ لے موت تیری آئی کھڑی
شاہزادیئے آندھیاں ہنیریاں دی لے جو کجھ توں کہنی ایں سبھ سچ ہوسی
کل آدسی تے میری تیری موت لے کے
پر تینوں تے اج ای موت ملسی

جمیل ملک :-

ایم۔ اے (اردو) ایم۔ اے (فارسی) اور بی ٹی ہیں۔ ان کے اردو کلام کا مجموعہ شائع ہو چکا ہے۔ راولپنڈی کے ایک اسکول میں تدریس کا کام کرتے ہیں۔

نمونہ کلام

بیٹھیاں بٹھایاں میرے ہنجو پے وگدے ــ واہنگ کٹاری میرے دل وچ لگدے
ہائے ویری جگ دے

بیتیاں حیاتیاں تروں چھٹیاں نہ پایاں ــ چن ماہی دس ہن کدھے نال لائیاں
دینی آں دوہائیاں

ویریاں دے نال ہاکے دل تروں نہ لس دے ــ کنڈ سانوں دسّی آ تے مکھڑا دی دس وے
نیڑے نیڑے وس وے

شہباز ملک :-

محمد شہباز نام والد کا نام ملک محمد دین، ککے زئی پٹھان ذات سے تعلق رکھتے ہیں۔ ۳۰ اپریل ۱۹۳۷ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ پنجابی نظم و نثر خوب لکھتے ہیں۔ مضامین کا مجموعہ "چانن" شائع ہو چکا ہے۔ خاص طور پر کہانی، ڈرامہ اور مضامین نگے استاد ہیں۔ ان کے کافی ڈرامے اور کہانیاں شائع ہو چکی ہیں اور ریڈیو پر نشر بھی ہو چکی ہیں۔ "اجو کی کہانی" (پنجابی افسانوں کا مجموعہ) انہوں نے ترتیب دیا تھا۔ آجکل پنجابی ضرب الامثال ترتیب دے رہے ہیں۔

نمونہ

اوس تکھیاں نیناں والی نے ــ ہن آن کے قدر پچھاتی اے
اج ساڈے من دی رونق ــ مڑ پائی آن کے جھاتی اے
نظراں نہیں تکھے بان نیں ایہہ ــ ہر جھاتی چھنگ چواتی اے
آساں دیاں لگراں پھٹ پیاں ــ ہر پاسے نویں حیاتی اے
شہباز دا ڈیرا اوناں تے ــ اج پراں تے چل گئی کاتی اے

اسمٰعیل منو الا:۔

ان کا مجموعہ کلام "ہلارے" چھپ چکا ہے۔

نمونہ

بیٹھا ہوواں میں سُورج دے رتھ اُتے
میرے ہتھ وِچ وقت دی واگ ہووے
پانی منگاں نہ کدے سمندراں توں
بھانویں بُلاں اُتے دیپک راگ ہووے

عظیم بھٹی:۔

نمونہ

کیہہ ہویا جے ٹُٹ گئے چپو بیڑی رہ گئی ادھ وچکار
باہواں نال چلا کے بیڑی یاس نوں لے جاواں گے پار
رات انہیری دل دارا ہی قدم قدم تے ٹھیڈے کھائے
کس نے جیہہ دا حال سُنا کے چھیڑے نیں دل دے تار
تیرے کولوں وچھڑن دا غم بنیا دکھیا دل دا دارُو
ہو جاوے گا غم ای تیرا، خوشیاں نیں میرے کس کار

اسلم راہی:۔

نمونہ (ڈھلیوے)

دِلاں نے کھڑوت پائے سدھراں وِچ تُل گئے
پلکاں وِچ ہنجواں دے موتی سارے رُل گئے

لہراں تو ں بہاراں دے وروے لکھاں چھل گئے
کلیاں دی چولیاں دے ہرے بندے کھل گئے
اکھیاں وچ باغ دے نظارے جدوں ڈھل گئے
پھلاں دے بھلیوے اسی کنڈیاں تے بھل گئے

انجم ضیائی :۔

اصلی نام غلام محمد ولد امام بخش۔ تاریخ پیدائش ۱۵ اپریل ۱۹۳۰ء مستقل رہائش منگوال تحصیل چکوال ہے۔ پنجابی نظم اچھی لکھتے ہیں۔

نمونہ

تیرا اسد سنیہڑا ایسے کے آوندی نہیں کوئی رات
حسن تیرے دے ویہڑے اندر کیکن پاواں جھات
یا تے شوہ وچ ٹھبل کے بیڑی پار کریں دا ر لے جاواں
یا اس کنڈھے بہہ کے اپنا سر گوڈیاں وچ پاواں

شورش ملک :۔

مزدور دی ماں دے وین

پتراں دے

پتراں نال ماواں دا مان

میں ملکاں دی چکی پیہٹی یں خاناں دے چرخے کتے
راجیاں والیاں کٹ ونگاراں چودھریاں دے گوہے تھپے
گال سٹی سی اپنی جان۔ پتراں دے پتراں نال ماواں نوں مان

نہ توں بدّھے سہرے گانے — نہ توں چڑھیوں گھوڑی دے
سگناں نال نہ لُھتوں کھاڑے — نہ اساں بھری گھڑولی دے
مُک گیاں سدھراں تے ارمان — پُتّرا دے
پُتّراں نال ماواں دا مان

منّو بھائی :-

آپ کا اصلی نام منیر احمد قریشی ہے۔ وزیر آباد کے رہنے والے ہیں
آپ روزنامہ امروز کے رپورٹر ہیں۔ راولپنڈی میں قیام پذیر ہیں۔

سُن وے راہیا جاندیا
سُن وے راہیا جاندیا — تیرے بچڑے جیوندے رہن
جا آکھیں میرے ویرنوں — تیرے ماپیاں جائی بھین
اج وچ بازار بے لجیا — اوہ رو رو کردی وَین
لوکی پاٹے کپڑے ویکھ کے — جو منہ آوے سو کہن
اوہدی شرم حیا سب لُٹ گئی — لوکی ہتھو ہتھی لین
سن وے راہیا جاندیا
تیرے بچڑے جیوندے رہن

حکیم مولوی محمد علی فائق :-

جائے پیدائش موضع بھدّر ضلع گوجرانوالہ۔ جنوری ۱۹۱۲ء میں آپ
مولوی علی اکبر صاحب اکبرؔ کے گھر پیدا ہوئے۔ عربی فارسی اور طب کی تعلیم گھر
پر حاصل کی سکول کی تعلیم میٹرک تک ہے۔ بعد ازاں منشی فاضل اور ادیب فاضل

کی ڈگریاں حاصل کیں اور امین آباد اسلامیہ ہائی سکول میں مدرس مقرر ہوئے آج کل گوجرانوالہ میں مقیم ہیں۔

۱۹۶۱ء میں پنجابی کی طرف رجوع کیا اور قرآن پاک کا منظوم پنجابی ترجمہ " بنام نورانی شعلے " لکھا جس کا ایک سیپارہ طبع ہو چکا ہے۔

تصنیفات: "جھنیور کی شہزادی" (قصہ سسی پنوں) اردو۔ نورانی شعلے۔ (قرآن پاک کا منظوم پنجابی ترجمہ) سراپائے حبیب پنجابی (حلیہ مبارک) کشمیر دے کامن۔ مطبوعہ پنجابی۔ پنجابی قواعد (زیر طبع) دیوان اُردو غزلیات مجموعہ کلام پنجابی۔

نمونہ کلام

تیری یاد اندر رکھاں پین تُھپّاں ہن تے گذر ساڈی تیرے نام اُتّے
سبھّے نعمتاں ہین حرام ہویاں تیرے ایس عاشق تشنہ کام اُتّے

توہیں دین متین یقین ساڈا، توہئیں مان تران تے جان ساڈی
توہیں مے خانہ، توہئیں مے رنگیں، تیرا نام صراحی تے جام اُتّے

سورہ فاتحہ کا پنجابی ترجمہ

ربا اسیں عبادت تیری صدق یقینوں کر دے
سوہنہ ویہنے ہاں تیں بن مانگت ہور کسے نہیں گھر دے

وہ امداد اساڈی ربا نظر کرم دی پائیں
تیں بن ہور سہارا کوئی دسدا ساڈی ناہیں

سنیں پکار اساڈی ربا ساڈیاں سنیں دعائیں
فضل کرم تھیں ساڈے تائیں سدھے رستے پائیں

ربّا جنہاں دے دل کھولی توں رحمت دی باری
جنہاں اوتے نازل ہوئی نعمت تیری ساری

اوہناں والے رستے اُتے فضلوں سانوں پائیں
اوہو وادی اوہو عادت اوہو ڈھنگ سکھائیں

مغضوباں تے گواہاں دے نہ پچھے مول نہ جائیے
ساری عمر عبادت اندر ایسے طور لنگھائیے

اسماعیل قلندر رہ

لاہور میں اپنا کاروبار کرتے ہیں۔ والد کا نام میاں نواب الدین موضع ماہنے ملیاں ضلع امرت سر کے مہاجر ہیں۔ قلندر اسی گاؤں میں ۱۹۲۶ء میں پیدا ہوئے۔ "اوکھے پینڈے" "منصور تے ابلیس" آپ کے دو مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ "سسّی پنّوں" زیر طبع ہے۔ نمونہ کلام

ویلا واجاں ماردا

پتن وہندیاں بیڑیاں بھر بھر جاندے پُور   دکھی دانوں جھیاں تے جھکھڑ دھر قلور
واچیڑاں ماردی رکھوں جھاڑے بور
چھیتی تریو پا ندیو جے کر جانا دور

داردے ریت نہ ایسراتے کہر   دھرتی ساری ہپنے کتھے رکھاں پیر
چڑھیاں لال ہنیریاں ربّا ہووے خیر
ویلے نیہوں آکھیا ٹی آ دین پیر

محمد حیات قریشی :۔

جامع مسجد قلعدار کے خطیب ہیں۔ فارسی اردو اور پنجابی میں شعر کہتے ہیں۔

نمونہ کلام

تھوڑی عمر بھیڑی آساں ماریاں نے قیدی زلف زنجیر دے ام دیاں
چھٹی جان مصیبتوں پار ہوئی آساں رہ گیاں تشنہ کام دیاں
سچ سُنیا شرع بجا کہندی اساں عشق سندے مہیاں ماریاں نوں
دس واعظا ہچ کرئی ماہن والا گلاں چھڈ حالال حرام دیاں
توبہ تاب کر کے بہہ تے کنیں واری ایسے طور اپنا من مار بہناں
یاد ول فیر وی اُٹھ کھلوندیاں نے نیتوں تھم کے سنیہاں جام دیاں
نالے عشق رکھنا نامے ہوئے مخفی جگ بہنا مُنہ چھپا دنی کی
جھگاگالنا جان رُلا دینی ایتھے ایہو گلاں ننگ و نام دیاں

مضطر تاتاری :۔

کُرکاں مار کے پرت جگاں والئے نشانے زندگی دے کٹھی جھنجھوڑ دا جا
بڑے مخملی فرش نوں روند بیٹھوں تے ہونٹ تیز تلوار تے نوڑ دا جا
رسی موت دی وٹنی چھڈ بیلی تے کوئی رشتہ حیات دا جوڑ دا جا
بن غزنوی بتاں نوں توڑ تا سکھ نہ فرہاد بن کے سر کھوڑ دا جا

جوہر جالندھری :۔

دل دا اشتوق دیلے دادیری دل دا درد گوادے نہ
پریم دا پیالہ ڈھ ڈلھ پیندا پریم دی جرت جگاوے نہ

نظر نظر دیاں تکھیاں نوکاں اُٹھی ہوک کلیجے دی
حُسن عشق دیاں گنجھلاں پیّاں کھولن دا ول آوے نہ
جوھن بالم کدی نہ آیا، برہا دی اَگ ڈھیندی رہی
آکے تپدے حال نہ دل دا بھا تپل جیہا بجھاوے نہ

طالب جالندھری :۔

رکھاں والے سدھراں والے کلیاں کھڑیاں پھل کھڑے
باگاں دے رکھوالے بن کے بیدرداں نے توڑ لئے
سالاں تے اس جیون اندر ہتھ پیاریاں دسدا نہیں
قبراں ورگی ہے ڈراؤنی ایہنوں کون سویر کہے

وحید اطہر :۔

اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور میں بی اے سال دوم کے طالب علم ہیں۔
اُردو اور پنجابی دونوں زبانوں میں لکھتے ہیں۔

عشق دی تپدی دھرتی اُتے
میرے پیر نہ ٹکدے
چار چوفیرے لبھناں پھرناں
اکھیاں دے پرچھاویں
ایس دھرتی نوں ٹھنڈا کر کر
تھک گئے نیں نماننے
پر نظراں دی سڑدی بلدی

تکھی دُھپ دے کارن

دھرتی اچھے وی لالی

دھرتی اچھے وی تتی

گوہر نوشاہی:۔

اردو اور پنجابی کے شاعر ہیں۔ اسلامیہ کالج سول لائنز میں بی اے کے طالب علم ہیں۔ کئی ادبی رسائل کے مدیر بھی رہ چکے ہیں۔

وچار

سوہنے ٹورے والیا ماہیا

جے توں ساڈے ویہڑے آنویں

چپ چپاتی آیا کر

دھرتی نہ دھمکایا کر

سعید جعفری:۔

۲۴ فروری ۱۹۳۱ء بروز منگل امرتسر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم امرتسر اور لاہور میں پائی۔ تقسیم کے بعد نئی انار کلی میں آکر مقیم ہوئے۔ پنجابی شاعری کی طرف ۱۹۶۰ء میں متوجہ ہوئے۔ اور پہلی نظم "آدر داں دیاں نڈاں پلیئے" لکھی جو بہت مقبول ہوئی۔ اس کے بعد "پنجابی" "پنجابی ادبی سوسائٹی" "پنجابی دربار" اور "جناب زنگ" کے مشاعروں میں آپ کی ادبی کاوشوں کو بہت سراہا گیا۔ "آدر داں دیاں نڈیاں پلیئے" "واوردے" "ریتلی کندھ" "ہڑھ" اور "پیار دی قدر" یہ نظمیں ہیں۔ "نویں جہات" نظموں کا مجموعہ زیر ترتیب ہے۔

نمونہ کلام

تینوں یاد تے ہون گے اج وی قسماں وعدے
توں تے کہنی سیں میں درد ونڈاواں گی
ساون کلیاں چھڈ کے رنگ پور رچا دسیوں
توں تے کہنی سیں میں ساتھ نبھاواں گی

داوردے

پُرہجدے اتھرو، تبرے ہوکے
دل دیاں زخماں نوں چھل دے نیں
داوردے لکھاں واری
اک رستے تے آملدے نیں

منظور احمد :-

منظور احمد صاحب ۲۵ مئی ۱۹۳۲ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے۔ آپ مغل خاندان کے چشم و چراغ ہیں تقسیم ملک کے بعد لاہور آ گئے۔ امرتسر میں مڈل پاس کیا اور لاہور آ کر میٹرک۔ پھر ملازمت کی لیکن شعر و شاعری کے ذوق نے انہیں شعر و شاعری پر ہی فریفتہ کر دیا۔ پنجابی نظم اور نثر خوب لکھتے ہیں۔ آپ کی مشہور نظمیں "شفنے" "مورت" ہیں۔ آپ پنجابی لوک گیتوں کو بھی جمع کر رہے ہیں۔

نمونہ کلام

جگنی

سپاہیاں دی ڈھیری دے گیر شہ سفنیاں دی اک پال

چار چو فیرے دیوے بلدے وِچ ہیرے دا اتھال
اُچا پربت چیر کے چُھٹی پارے دی کوئی جھال
اوہدی چھاتی مرمر دے پہاڑاں نوں سُٹے گال
اوہدے پنڈے مہدا دھبّہ یوسف مُٹھے خال
یا بجلی نے چنّ دے جنگل سُٹیا بال

محمد اکرم طاہر:-

۲۳ راگست ۱۹۳۲ء کو دوست پور ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئے والد چودھری محمد اسلم محکمہ تعلیم میں تھے۔ ۱۹۵۳ء میں پنجاب یونیورسٹی سے معاشیات میں ایم۔اے کیا گورنمنٹ کالج میرپور (آزاد کشمیر) میں لیکچرار ہیں۔ پنجابی کے علاوہ اُردو فارسی میں بھی شعر کہتے ہیں۔

نمونہ کلام

نگھی مجلساں چوں اُٹھ جاؤنا ہیں کوئی گل تھوہ، کوئی گل دسو
باہر گھور اندھیریاں لائے ڈیرے اتے ہوا وگدی ٹھنڈی سیت یارو
پہلے ہس ہس کے دل کھسدے نیں پھیر رو رو کے دُورنس دے نیں
کجھ تُھلے تے کجھ ہس دے نیں حُسن والیاں دی عجب ریت یارو
پتّ جھڑ دے سمے سی اکھ لگی، اکھ کھلی تے پھیر پت جھڑ ویکھی
پلک جھمکنے دی سانوں دیر ہوئی، خبرے سمے گئے کتنے بیت یارو۔

سلطان محمود آشفتہ:-

آپ ۱۳ر جنوری ۱۹۳۴ء کو بھیا ناتک لوہاری منڈی لاہور میں پیدا ہوئے۔

۱۹۵۱ء میں تعلیم سے فارغ ہو کر بیرونی ممالک کی سیاحت کو گئے۔ شاعری کی ابتدا اردو غزل اور ڈرامے سے ہوئی۔ ۱۹۶۱ء میں آپ نے سچی کہانیاں لکھنی شروع کیں۔ پنجابی شاعری کی ابتدا ۱۹۶۱ء میں کی۔ آپ نے پہلی نظم "گورکھ دھندہ" لکھی۔ اس کے بعد دوسری نظم "ونڈی مار" اور تیسری "اسیس" لکھی۔

نمونہ کلام

(۱) سویرا:- بلدا بلدا سورج چڑھیا جاگے چار چوفیرے
رات نے اپنا گدڑ چکیا چانن لائے ڈیرے

(۲) دوپہر:- وسدا شہر اجاڑاں وانگوں جداں جنگل بیلے
اُدکھے اُدکھے ساہ لیندا اے ویلا ایس کویلے

(۳) شام:- سورج ٹلیاں نکھٹے تھلیا، ڈھل گئی سرمے دانی
اکھیں سُرمہ بھتیں سُرمہ آئی شام دی رانی

(۴) رات:- چُپ چپاں تے کالے بدل ہنیاں ہنیاں راہواں
راہواں نوں پرچادن کارن ماہیے ڈھوے گاواں

(۵) گورکھ دھندا:- فیر سویرا، فیر ہنیرا، فیر دکھاں دے قصے
فیر اک واری سینے اندر رتے چھالے رسے
میریاں اکھاں اگے رہندا اک سدھراں دا بنّا
ربّا! تیری دنیا وچ ہیں اک سچا کھا انہّا

عابد جعفری:۔

آپ کا اصلی نام اللہ داد خاں ہے۔ تاریخ پیدائش ۲۴ اپریل ۱۹۳۴ء بمقام منگو وال تحصیل چکوال میں ہوئی۔ گاؤں کے مدرسے میں ہی پڑھاتے ہیں۔ شاعری ورثہ میں پائی ہے۔ آزاد نظم خوب لکھتے ہیں۔ نمونہ کلام

"موت"

درہیاں توں
لکیا چھپیا اک بھیت پرانا کھول رہی اے
چوتھے پنجویں اسمان اُتوں
میرے ناویں بول رہی اے۔
میرے عمر پیالے اندر
موت
سیاہیاں گھول رہی اے

ارشد میر:۔

۶ جون ۱۹۳۲ء لاہور میں پیدا ہوئے، والد میر عطا محمد صاحب ٹھیکیداری کرتے ہیں۔ تعلیم بی۔اے۔ ایل ایل بی لاہور سے ۱۹۵۶ء میں مکمل کر کے گوجرانوالہ میں وکالت کرتے ہیں۔ اردو نظم اور مزاحیہ انشائیے، مقالے لکھتے ہیں، حال ہی میں پنجابی میں لکھنا شروع کیا ہے۔ "مچھیاں" "پچھے دی جنج" "پنڈاں دے ٹانگے" وغیرہ مشہور مضامین لکھے ہیں۔

محمد اسحاق :-

گوجرانوالے کا یہ نوجوان شاعر بابو عبدالغنی صاحب وفا کا شاگرد ہے اور غلام یعقوب انور کا لنگوٹیا۔ پنجابی غزل میں اچھوتے خیال، عمدہ تشبیہات بیان کرنے میں لوگوں کے لئے جاذبِ نظر اور رونقِ محفل ہے۔ والد صاحب کا نام عبدالرحیم کھوکھر ہے اور تاریخ پیدائش اکتوبر ۱۹۲۵ء ہے۔

نمونہ کلام

جہدی واعظ ۔ دِتّی سی لاربیوں خورے لبھناں اِیں اکدن ثواب ساقی!
ایس توبہ توڑی میرے سو وار توبہ، میرے گلوں ایہہ لاہ عذاب ساقی!
بدلاں وِچ جو پینیدے نیں پی بیٹھنے عادت ہوندی نہیں اکو جیسی یاراں دی
ایہہ نی جانی رات دے پین والے، ذرا مکھ توں الٹ نقاب ساقی!
اِک جام دے دیویں تے گُٹ ہو کے اکالی کلی دے وچ میں لُک جاواں
سو وار پیا پیا حشر ہو دے، ہوندا رہوے حساب کتاب ساقی!

نذیر چودھری :-

نذیر چودھری کا آبائی وطن شادیوال ضلع گجرات ہے۔ لیکن آج سے پینتیس سال پہلے اِن کے دادا ترکِ وطن کر کے چک ۹۵ سرگودھا چلے گئے۔ نذیر صاحب کی پیدائش وہیں ہوئی۔ آپ ایک اچھے زمیندار گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں اور پنجابی کے اچھے لکھنے والوں میں سے ہیں۔

نمونہ کلام

نال گوڈیاں سِدّھے سِدّھے، ٹُردے پہنچے منزل اُتے
اسیں دی کوئی راہبر پھڑ دے، جیکر راہبراں دُکھے ہوندے

ہے پہچان نذیر اِک ایہہ آزاد ضمیراں والیاں دی
تلواراں دے اگے وی نئیں سر اوہناں دے جھکے ہوندے

دیگر

ہو سکے تے اپنے اندر جگنوں وانگوں لاٹ جگا تُو
بلدی اگ پرائی اُتے کوئی پتنگا ڈھین نہ دیہو
حشر دہاڑے میری نسبت حُوریاں نوں پیا زاہد آکھے
جا کے انہوں وچ دربارے کوئی دی گل کہن نہ دیہو
جا کے وچ مسیتیں واعظ سبھناں اگے گلاں کردا
ہن آیا تے میخانے وچ ہرگز اُس نوں بہن نہ دیہو

باقی صدیقی :-

آپ کی پیدائش ۱۹۰۸ء کے قریب ہوئی۔ آپ موضع سیام متصل ٹیکسلا کے رہنے والے ہیں۔ آپ کا اصلی نام محمد افضل ہے۔ ریڈیو پاکستان کے لیے پنجابی میں فیچر لکھتے ہیں۔

نمونہ کلام

سنگ

تیندڑی اکھیاں نی لو   میسنڈھے دِلے ناں قرار
تیندڑے شملے نی چھاں   میسنڈا ہار تے سنگار

میں کنکاں ناں سٹہ   توں جھینڑے نی وا
مینڈے ہرے تے جُھلّ   میںڈے نال نال آ

نور کشمیری

خواجہ نور محمد نام۔ والد کا نام خواجہ رحمت اللہ ہے۔ یکم جنوری ۱۹۳۰ء کو کھنہ ضلع لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ تقسیم ہند و پاک کے بعد باگڑیانوالہ ضلع گجرات میں آ گئے۔ پنجابی نظم و نثر لکھتے ہیں۔ عربی۔ فارسی۔ اردو۔ انگریزی۔ سندھی، کشمیری اور بنگالی زبانیں بھی جانتے ہیں۔ آج کل پنجابی ادبی پربیا کراچی کے رکن ہیں۔

انگریزی نظم سے (ٹینیسن) پنجابی

(۱)

جدوں اوس دے شہید نوں گھریں لیائے
اوہ روئی نہ ہر کھوہ سکی
اوہدیاں سبھے سہیلیاں سوچ رہیاں
مرجائے گی ایہہ جے نہ رو سکی

(۲)

مٹھی مٹھی فراوہناں تعریف کر کے
اوہدے شیر نوں منیاں پیار لائق
پر اوہ روئی ستے نہ کُرلا سکی
دیری سیانا وی کہیا تے یار لائق

(۳)

تدوں اُٹھ کے اِک سہیڑی نے
اوہدے شیر دے پلنگ تے اُدرخ کیتا
چادر سوہنے دے منہ توں لاہ دتی
پر اوہ روئی تے نہ اوس اُف کیتا

(۴)

حالا دیکھ کے نرس اِک بُڈھڑی جیہی
پُتّر اوس دے نوں جھولی دھرن لگی
لال میریا! جیئاں گی تُدھ خاطر
جھڑی ساون دی اکھیوں وہن لگی

تنویر تجاری :-

اصلی نام فقیر شاہ پیدائش ۱۹۲۹ء کرڑیال کلاں ضلع گوجرانوالہ کے رہنے والے ہیں مجموعہ کلام ولکنیاں شائع ہو چکا ہے۔ نمونہ کلام

صورت حسن جمال مصوّر دل دلبر دلداری
کھیڈن ملن رہسن دوں سنگ لاں سنگ یاری
درد کہانی وقت تقضئے نازنیاز نہورسے
خونی رتے نین کٹاری زلفاں سپ پٹاری

محمد عالم کپور تھلوی :-

۱۹۳۲ء کو ریاست کپورتھلہ میں پیدا ہوئے تقسیم ہندو پاک کے بعد ضلع شیخوپورہ میں آباد ہوئے۔ نظم و نثر میں طبع آزمائی کرتے ہیں اور ان کے اکثر نگارشات "روزنامہ امروز" میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ مولوی غلام رسول صاحب عالم پوری کے کلام سے ان کو خاصا شغف ہے۔ مولوی صاحب موصوف کا کچھ غیر معروف کلام "ست چُھل" کے نام سے مرتب کر کے شائع کیا ہے۔

غزل

اج ساون چھپدا پھردا اے کس کا فر توبہ کیتی اے
صد حیف پرانا پاپی کیوں جا وڑیا وچ مسیتی اے
انہاں کالیاں کالیاں بدلاں نے دِتّی سے دعوت پینے دی
اج صوفیاں رنداں رل مل کے وچ مے خانے دے پیتی اے
کجھ گلے نندکا نتاں کردائیں، دل آہندا اسی جدّ ملیا اد

ہن تاب رہی دا نہ بولن دی ایہہ جیبھ گئی کیوں سیتی اے
سجدہ جو عاشق کردے نیں اوہ ونڈی زاہد کیہہ جانے
پچھ ویکھ اونہاں دیوانیاں توں جنہاں سُولی اُتے نیتی اے
کئی وار نوں نکلے بہہ بہہ کے ہن عالَم نوں سمجھایا اے
گل عاماں دے وچ کیتی نہیں گئی فیر منوں پلیتی اے

ماجد صدیقی :-

اصلی نام عاشق حسین، قلمی نام ماجد صدیقی۔ تعلیم ایم۔ اے اردو پنجابی
نظمیں، غزلیں، افسانے اور ریڈیائی فیچر لکھتے ہیں۔

موسم وگدے کھوہ دے چکّر
اِکو گل دُہران
سدھراں پھُل فجر دے ماجد
شام پیاں مرجھان
کل دا مکھڑا اِلچ کردا
بھجدا تپدا ہاڑ
اکھیاں دے وچ لو دی بھُبّل
تپشاں دے جھاڑ
بھلکے دے مونہہ پیا ہویا
ٹھنڈا اکّر پوہ
دونہاں دے ہوٹھاں دی بو

اَج دا جُبّہ ریشم تاراں
دُھپ چڑھیاں بھخ جان
پالے دی کنسوئی سُن کے
دل لہو برسان

صلاح الدین ندیم :۔

نمونہ (آدرش)

اکھیاں نے تصویر بنائی
سینے وچ لُکائی
دن دے چانن توں گھبرا کے
رات وی کالی چدّر پائی
اپنے توں وی اوہلا کیتا
ویکھے ناں لوکائی
لکھ بہانے حیلے کیتے
بُلاں دے بوہے وی بھیڑے
فر وی چڑھدے سورج والی
لگدی نہیں روشنائی
پھٹ پرانے وگ پیندے نیں
ساون رت دے نال
کھل جاندے نیں چُھپے جندرے
اُڈ جاندے نیں بدل کالے
تیز ہوا دے نال

ننگا سورج رہ جاندا اے
دُنیا دی سُولی دے اُتّے
عیسیٰؑ ننگیا رہ جاندا اے

حمیدہ ظفر اقبال :۔

نمونہ

جد دل اوہ مسکرا کے بولدی اے
دلاں وچ پیار دا رس گھولدی اے
جبین شوق وچ سجدے وسا کے
کرم دے آستاں نوں ٹولدی اے
اندھیری شب دے پردے وچ حمیدہ
نہ جانے کون ڈھولے بولدی اے

شیر افضل جعفری :۔

نمونہ

اساڈی ترمدیاں ہنجواں دی قدر نہیئوں کیتی
لڑی سی موتیاں دی، کوڈیاں دے مُل گئی اے
توں آ کے ویکھ ذرا حال اپنی تتڑی دا
غماں دے مارو تھلاں وچ غریب رُل گئی اے
یار آیا نہ سدھراں دیاں ٹہنیاں پھٹیاں
بہار میریاں باغاں دی راہ بھل گئی اے

شیخ رؤف :۔

پیدائش ۱۹۲۴ء۔ حافظ آباد وطن ہے۔ آپ کے والد شیخ محمد شریف تقسیم ہند و پاکستان سے قبل کلکتہ میں ایک بڑے تاجر تھے۔

رؤف بڑے باذوق آدمی ہیں۔ پنجابی ادب کو آپ کی ذات پر ناز ہے۔ آج کل آپ لاہور میں ہیں۔

نمونہ

میں جھلا نے جھل ولا — لبھدا پھرناں اپنا اللہ
اوہ اُچا عرشاں دی ٹیسی — میں نیواں دھرتی دا تھلا
پار تے ہیں دی لنگھ جاناں سی — جے پھڑ لیندا اوہدا پلا
جان رہے تے اوہ مل جاوے — ایڈا نہیوں عشق سولا
پیار تیرا پیا جیوے شالا — تاں کیوں رووے خیریں سلا
شیخ دے سنجے ڈیرے آجا — بڑے چراں دا بیٹھا ای کلا

شیخ اقبال :-

شیخ شمس الدین کے ہاں ۱۱ ستمبر ۱۹۲ء سیالکوٹ میں پیدا ہوئے تعلیم شروع کی ہی تھی کہ والد کے ساتھ رسالپور چلے گئے۔ وہیں پرائمری کی تعلیم مکمل کی تھی کہ سکول چھوڑ دیا۔ دنیا کی کتاب کا مطالعہ کرتے کرتے آج بڑے آرٹسٹ بن گئے ہیں۔ سو کے قریب ریڈیو کے لئے ڈرامے لکھے۔ پنجابی ڈرامے میں آپ کا اونچا مقام ہے کئی فلمی کہانیاں لکھ چکے ہیں۔ اُردو کہانیاں اور شعر بھی لکھتے ہیں۔ شعری نمونہ عنوان ہے عشق دے بارے۔

عشق دی منزل ڈاہڈی اوکھی تے سولاں انگ پرونا
رات دنیں پیئے ہوکے بھرنے کلیاں بہہ بہہ رونا
دل وچ تاہنگ محبوب دی رکھنی نہ جیوناں نہ مرناں
چار چوفیرے دشمن گھیرے نہ ڈبنا نہ ترنا

محولا بالا شعراء کے علاوہ مندرجہ ذیل شعرا کا کلام بھی دورِ حاضر کے موقر جرائد میں دیکھا جاتا ہے جو بخوفِ طوالت حذف کیا جاتا ہے۔ اور ان احباب سے معذرت خواہ ہیں۔

تائب رضوی — سہیل یزدانی — زہرہ ڈار — غزالہ مرزا
منظور عارف — کاظم بھٹی — صابر کیفی — صفدر وحید
غلام سرور بھٹی — سعد اللہ خاں کلیم — سعید ساحلی — محمد اقبال طاہر
انور ادیب — طالب چشتی — نادر جاجوی — محمود اختر کیانی
گلزار دیپوی — انعام ادیب — ریاض نجیب — عباس اطہر
ریحان قیوم — تسنیم احمد خاں — اعجاز حسین رضوی — ابراہیم صائم
شاداب انصاری — خاقان خاور — انجم ضیائی — ظہور اظہر
سہیل جیلانی تبسم — افتخار رقاصی — سید مراتب علی — اختر واحد
خالد یزمی — فانی مراد آبادی — شاد فیروزپوری — حامد علی ہاشمی
آثم ہمراہی — محمد اسلم رانا — محمد دین بٹ — چوہدری احمد دین
مراتب اختر — قاصر امرت سری — محمد منشا — رشید احمد طاہر
طاہر پرویز — غلام فرید جعفری — اطہر نظامی — الطاف قریشی
جوہر میر — احمد تنویر — عاصی رضوی — نذیر ناجی
غلام رسول ناز — محمد دین زار — ارشاد گوسالی — عزیز شیدائی
چمن ماہی — اجمل ریحانی — علیمی — نذیر پنڈوی
طارق سعید رومی — عبدالحمید امر — کرامت شمسی — سلیم جہانگیر

عاصی واصفی　　بارغ حسین کمال　　محمود شام　　اشفاق کیلانی

اور بعض دیگر احباب

اِن کے علاوہ گوجرانوالہ میں ہر ماہ کی پندرہ تاریخ کو خانصاحب بابو عبدالغنی صاحب وفا کے دولت کدہ پر ایک پنجابی مشاعرہ ہوتا ہے۔ اس بزم میں حصہ لینے والے شعراء کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں :-

خانصاحب بابو عبدالغنی صاحب وفاؔ۔ محمد دین صاحب وصفؔ۔ ملک محمد دین فانیؔ۔ منشی برکت علی صاحب۔ خورشید جان سیالکوٹی۔ مولوی محمد علی فائقؔ۔ عبداللہ قبیںؔ۔ حاجی محمد اقبال زیدیؔ۔ محمد اسحاق صاحب اسحاقؔ۔ عبدالغنی گلشن وزیر آبادی۔ غلام نبی لشنؔ۔ نور حسین نور۔ محمد رمضان نرگسؔ۔

مشرقی پنجاب کا ادب

۱۹۴۷ء ـــــــ ۱۹۶۳ء

ہندو اور سکھ صاحبان کا پنجابی زبان کے متعلق رویہ شروع سے ہی مسلمانوں سے مختلف رہا ہے۔ وہ اس کو گوروؤں کی زبان تصور کرتے ہیں اور اپنا حقیقی ورثہ جانتے ہیں۔

مسلمانوں نے زیادہ سے زیادہ عربی فارسی اور ترکی الفاظ کو اِس زبان میں سمویا۔ سکھ اور ہندو صاحبان پرانی پراکرت اور گرنتھ کی زبان اپناتے رہے تقسیم ہندوپاکستان کے بعد ہندوؤں اور سکھوں کو وسیع میدان مل گیا۔ اور وہ اپنی زبان کی ترویج کے لئے اپنے عقیدے کے مطابق کوشاں ہیں۔ لہذا مشرقی پاکستان میں مروّج پنجابی زبان سکھی پنجابی کہلاتی ہے جو ہمارے ہاں کی پنجابی سے مختلف ہے یعنی اُس میں پُرانی ویدانت، پراکرت اور گرنتھ صاحب کی زبان کی چاشنی کو مقدم سمجھا گیا ہے۔

اِس جگہ ہندوستان کے جدید پنجابی شعراء کا نمونہ کلام اختصار سے درج کیا جاتا ہے تاکہ اُس طرف کا بھی کچھ اندازہ ہو سکے۔ پاکستان کی طرف سے جو لوگ اُس طرف گئے ہیں اور اب بھی اُس طرف کچھ لکھ رہے ہیں اُن میں سے بعض کا ذکر انگریزی عہد کے باب میں درج ہے۔ کیونکہ اُن کی شاعری انگریزی عہد میں پروان چڑھی اور وہ اُسی پُرانی ڈگر پر ہے۔ جو اُس دَور میں مروّج تھی۔ البتہ اِس باب میں جدید تقاضوں کے مطابق نئے لکھنے والوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

سنت سنگھ :-

نمونہ کلام

میرا رُس گیا ماہی مینوں لوکو نہ بلاؤ — میں ہاں بتبادی ماری مینوں ہور نہ ستاؤ
ٹُٹے دکھاں دے پہاڑ تساں ہار کیہہ نہ ڈاونا — مینوں پے گیاں اجاڑاں میرا ہور کیہہ جے ڈھاونا
اجے لگیاں بجھاواں مینوں ہور نہ تپاؤ
میرا رُس گیا ماہی مینوں لوکو نہ بلاؤ

پورن سنگھ پاہندی :-

مشرقی پنجاب کے مشہور شاعر ہیں۔

کہہ دے بے رحم نوں رحم دل کہنا ای پیندا اے
صبر نوں دی صبر کہہ کے کدی کہنا ای پیندا اے
کتے ہے ہوس دی بھٹی کتے بندے دی مجبوری
کر بالن دی جگہ انسان نوں دینا ای پیندا اے
ہے جگ تے آدمی دا آدمی محتاج جد تھوڑی
لیاقت نوں حماقت سامھنے دینا ای پیندا اے

ایشور سنگھ چنبر کار :-

آپ ۱۹۱۲ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کا وطن ضلع ہوشیار پور ہے۔ غزل اچھی لکھتے ہیں :-

تیری نظر تے شوق میں اپنا حال میلدا
الٹو میں ہاں اگ تے پانی وچ کھیلدا

تیری ہیں تے اُکیا راہ دل ہے اس طراں
کنڈے دی نوک تے جویں تبکا تریل دا
تیری نہار ملکڑی سرمن ترنگ تے
لہراں تے ناچ جس طراں چھلاں دی ویل دا

امرتا پریتم:-

گیانی کرتار سنگھ صاحب کی اکلوتی صاحبزادی ہیں۔ ۳۱ اگست ۱۹۱۵ء کو گوجرانوالہ میں پیدا ہوئی ۱۹۳۳ء تک گیانی مڈل کے امتحانات پاس کئے۔ باپ کی نگرانی میں نظم کہنی شروع کی ۱۹۳۵ء میں آپ کی مشہور کتاب "لہراں" شائع ہوئی۔ لاہور کے ایک اچھے گھرانے میں شادی ہو گئی لیکن تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رکھا۔ امرتا کی مشہور تصانیف حسب ذیل ہیں۔

(۱) جیوندا جیون (۲) تریل دھوتا پھل (۳) او گیتاں والیا (۴) بدّلاں دے پلّے وچ۔ (۵) سنجھ دی لالی۔ (۶) چونویں کوتا۔ (۷) لوک پیڑ (۸) پتھر گیٹے (۹) لمیاں واٹاں۔ ان کے علاوہ مفید کہانیاں اور اچھے اچھے ناول بھی لکھے۔ تین ناول چھپ چکے ہیں۔

ریڈیو اسٹیشن سے امرتا کے گیت اکثر نشر ہوتے رہتے ہیں۔

نمونہ کلام

(۱۹۴۷ء کے فسادات کا ذکر کرتی ہیں)

اج آکھاں وارث شاہ نوں کتوں قبراں وچوں بول
تے اج کتابِ عشق دا کوئی اگلا ورقا پھول

اِک روئی سی دھی پنجاب دی توں لکھ لکھ مارے وین

اج لکھاں دھیاں روندیاں تے وارث شاہ نوں کہن

اُٹھ دردمنداں دیا دردیا اُٹھ تک اپنا پنجاب

اج بیلے لاشاں وچھیاں تے لہو دی بھری چناب

کسے نے پنجابی پانیاں وچ دتی زہر رلا

تے اُنہاں پانیاں دھرت نوں دتا پانی لا

اِس زرخیز زمین دے لوں لوں پھٹیا زہر

گٹھ گٹھ چڑھیاں لالیاں فٹ فٹ چڑھیا قہر

وِہو ولسی وا فیر بن بن وگی جا

اوہنے ہر اک وانس دی ونجھلی دتی ناگ بنا

ناگاں کیلے لوک منہ بس فیر ڈنگ ای ڈنگ

چلو چلی پنجاب دے نیلے پے گئے رنگ

گلیوں ٹٹے گیت فیر ترکلیوں ٹٹی تند

ترنجنوں ٹٹیاں سہیلیاں چرکھڑے دی گھوکر بند

سنے سیج دے بیڑیاں لڈن دتیاں روڑھ

سنے ڈالیاں پینگھ اج پپلاں دتی توڑ

جتھے وجدی سی پھوک پیار دی اوہ ونجھلی گئی گواچ

رانجھے دے سبھ ویر اج بھل گئے اوہدی جاچ

دھرتی تے لہو وسیا قبراں پیاں چون

پربت دیاں شہزادیاں اج وچ مزاراں رودن
اج سبھے کیدو بن گئے حسن و عشق دے چور
اج کھوں لیا سیئے لبھ کے وارث اک ہور
اج آکھاں وارث شاہ نوں کتوں قبراں وچوں بول
تے اج کتاب عشق دا کوئی اگلا ورقا پھول

گوپال سنگھ دردی :-

۱۹۱۲ء میں پیدا ہوئے۔ ایم اے پی۔ ایچ۔ ڈی ہیں۔ ان کی شاعری میں فلسفیانہ حقائق موجود ہیں۔

ڈول

نہ جی بھر کے تکیا تینوں
نہ گل کیتی گھنگھٹ چا کے
کنڈھے جھناواں دے پیلے پیلے
چھنے دی لو وچ تاریاں دی چھاویں

نہ جگے مال نہ سکیا تینوں
نہ ہوئیاں منظور وے ماہیا
جھاں ڈھٹھے کئی تخت ہزارے
نہ دسیا تیرا نور وے ماہیا

بلبیر سنگھ :-

آپ کی عمر تقریباً ۳۶ سال ہے۔ اس حساب سے ۱۹۲۶ء تاریخ پیدائش بنتی ہے۔ بمبئی میں سکول ماسٹر ہیں۔ رسالہ چیتنا کے معاون ہیں۔ آزاد بحروں میں لکھتے ہیں۔

بھکھے کھیتاں دے چہرے اج کس دی پئی دھرتی دی اندر
کال اجے وی گھمدا گھمدا، گھمدے دھرتی تے اج ہنیرے

وارث دھرتی دے ہن اج بھی سربازاریں لٹے جاندے
راہاں دے ہر موڑ دے اُتے وھاڑدیاں نے پھند کھلیرے
ہاڑیاں ساونیاں دے ایہہ چکر بھر جاون بھانڈے نویں کجھ جھولاں
پرلے جاون سب کجھ ہو کجھ کے کالاں جائے ہتھ لٹیرے

سنتوکھ سنگھ دھیر :-

تقریباً ۲۳-۱۹۲۲ء سن پیدائش ہے۔ گیانی مڈل پاس ہیں۔ گوبند گڑھ میں گیانی کالج چلا رہے ہیں۔ شاعر ہونے کے علاوہ آپ ایک کامیاب افسانہ نگار ہیں۔

نہ ہو بدلاں دے اوہلے چناں لشکنیا
تلک تلک بدلیں ٹک جاویں میرے دل دی دنیا اُتے پے جاندے گالیے پرچھاویں
انھیاں ہویاں سیریاں اکھاں وچ انھیری کھویا آیا
کنج بھیڑاں تیرے لڑدیاں کنیاں
اودیاں چھپے ہے چھو ہے چناں لشکنیا!

پیارا سنگھ صحرائی :-

سن پیدائش ۱۷-۱۹۱۶ء ہے۔ دلّی میں عطر چند کپور اینڈ سنز میں پروف ریڈر ہیں۔ آپ کی مشہور کتابیں صحرائی پنچھی، سمے دی واگ، تاریاں دی لو وغیرہ ہیں۔

مٹ گئی ہیر نہ مٹیا جذبہ ہیر دا | روح سوہنی دا اجے جھناواں چیردا
سسی تھل وچ گھراپی اے ٹول دی | جھوجھے ہونی نال نہ اینویں چھو پیئے

مڑی چل، چل ٹری چل توں جنہدے میر پٹیے

ہرنام سنگھ ناز

پنجابی ساہتیہ سبھا بمبئی کے رُکنِ رواں ہیں اور پنجابی رسالہ چیتنا کے اسسٹنٹ ایڈیٹر بھی ہیں۔ آپ کی پنجابی ٹھیٹھ پنجابی ہے۔

میں ہاں نار پنجاب دی

جتھوں تیک لاوندے وارث شاہ دی ہیک
جتھوں تیک پگھلا سکے سوز میرے دا سیک
پچھوکڑ تے تہذیب دونویں مل کے اہن اِک
جتھوں تیک سُر گھلائے میرے پرن ہیکھ
جتھوں تیک پھیل جائے گھگرے میرے دی لون
جتھوں تیک نچ سکے گِدّے دے سنگ لَون
جتھوں تیک مس سکے جگنے میرے دی لاٹ
اوتھوں تیک پنجاب دی لکوڑے کو یادواٹ

سرجیت رامپوری:-

سن پیدائش ۱۹۲۶ء ہے۔ رام پور کٹانی ضلع لدھیانہ آپ کا وطن ہے۔
ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی ہیں۔ اور سام گورنمنٹ ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر ہیں۔ دو ہزار سے زیادہ آپ کے گیت ہیں۔

کوٹھے اُتے چڑھ کے اپنیاں زلفاں سنوار نہ
ویلے تڑکے پہلاں ساڈیاں نوں پکار نہ
بن ٹھن وہٹیاں لئی پھبدی پھار نہ

توں بیچ پیار دا کوئی ہکڑی میری کھلائی
ہونٹھاں دی پیاس ٹھلدی ہونٹھاں دے کول کول
سانجھے کدی تے دھڑکناں سنے ہون پیارے بول
بہہ کے اکلیاں نہ موتی ساگراں دے رول
تینوں اُڈیکدا پیا دو باہاں دا پیار

گورونت سنگھ کندن :-

زمیندار گھرانے کے ہیں۔ غزل لکھنے میں بہت مشہور ہیں۔

اوہ سدا میری محبت نوں اے ٹھکراندا رہیا
فیر بھی میں گیت اُس کافر دے ای گاندا رہیا
بے رُخی اوہدی تے دنیا ہے بدل دتی میری
پر سدا الزام میں تقدیر نوں لاندا رہیا
سُپنیاں وچ آئے نوں وی کہہ نہ سکیا دل دیاں
ستم ہے کہ تاریاں کولوں بھی شرماندا رہیا

گورچرن رام پوری :-

والد صاحب کا اسم گرامی موہن سنگھ ہے بزازی پیشہ ہے اور رام پور کی پنچایت کے صدر ہیں۔

دن دی تینیں ریک کجّل دی نوراں نیویں پائی
آخر ہار وچھوڑے کھانی شام ملن دی آئی
اقراراں دے مُنہ تے سورج دے منہ ورگی لالی

نیلی ورگی شام سلیٹی لگی جیوں متوالی
رات پئی مسکائے تارے چن چڑھیا شرما گئے
تیرے نیناں وانگ ٹمک کے سپنے لکھ ٹمکا گئے

ملک راج کومل :-

ہند یونیورسٹی بنارس میں انجینئر کے عہدے پر متمکن ہیں۔ رومانی شاعر ہیں۔ منکھ دی دھرتی۔ انسان بولیا۔ اور گلو گڑیاں آپ کی تصنیفات ہیں۔

میرے مٹھے ہوئے سپنے تے مسکن میریاں جاگاں
میرا انگ انگ ہل گیا تے اکھیاں منگن لاگاں
میرے اندر باہر بجرے تے مٹھن چار چوفیرے
میں کتھوں خوشیاں سانبھاں ہوئے چاننی گھپ انھیرے
کیہ اندر میرے ہو وے میں کنہوں دساں
ایہہ اکھاں نچن لگیاں ہنجھواں جیویں جیویں ہساں

امرچنتر کار :-

مائے نی میریاں بالیاں ڈبی اندر پیاں پیاں ہر چلیاں کالیاں
کدی نہ ڈبی وچوں کڈھیاں کدی نہ کنی پایاں
کدی نہ ڈھولن آکے تکیاں کدے نہ میں لشکایاں
کدے نہ ماں ہتھ دو ہا یا کدے نہ جھلیاں ڈالیاں
چھوٹی عمر ویاہ کے مینوں مائے نی پاپ کمایا
ہوئی سیانی اوسیاں پاواں راہ نہ نظری آیا
گھر میرے نہ جاتن آیا، آیاں کئی دیوالیاں

آشا ہوشیارپوری:-

چاندی دا اے تھال ‏ اُتے ریشمی رُمال ‏ وِچ پِنیاں دا جوڑا

کالا اے پراندا ‏ رہا جھلیا نہ جاندا ‏ مِٹھوں ماہی دا وِچھوڑا

وگدی ہنیری ‏ چُنی اُڈدی اے میری ‏ کویں جیت پرچاواں

کاہنوں کُرلاویں ‏ میرے زخم جگاویں ‏ ایتھوں اُڈجا وے کانواں

بیدی اجیت سنگھ:-

کٹ دِے نیں شام غم وِچ دن زندگی دے میرے

ناشاد ہو چکے نے جو شاد سن سویرے

جیوندا ساں جس عمر سہارے افسوس وہ نہیں ہے

جو ساتھی سن عمر دے سب ہو گئے لٹیرے

نیلا جیہا گگن وی مِٹھوں ہے مُنہ چھپاندا

کیہہ یاد کراں منزل راہ بن گئے ہنیرے

تیج کور وگ:-

گناہ

گوڈ بونا ثواب ‏ گھٹ تولنا ثواب ‏ روٹی کھوہنی ہے ثواب ‏ جند کوہنی ہے ثواب

پر پیار ہے گناہ

ماس کھانا ہے ثواب ‏ جال لانا ہے ثواب ‏ مدھ پینا ہے ثواب ‏ گند تھیپنا ہے ثواب

پر پیار ہے گناہ

اُتّھوں مالاتھوں بھنوانا موہنوں رام رام گاونا اُتّوں دیوے تے اکھانا وچّوں چھُریاں چلاونا
ایہہ تاں سب ہے ثواب
پر پیار ہے گُناہ

تارا سنگھ کومل :-

گھنگھرو چھنکاندا لنگھ دے اک وار ہالیا
میں بھی اونہاں یاداں سر وار ہالیا
کجلے والیاں سوہنیاں اکھیاں تیرے راہاں اُتے رکھیاں
ٹکدی میری جند دے آتا رہالیا
کن لا لا کے لیندی بڑکاں انبڑی سو سو دیندی جھڑکاں
تیرو وچھوڑے والے نہ مار ہالیا!

جیت سنگھ جیت :-

گوری دیاں پیراں وچ جھانجھراں سنے چاندی دیاں
بجے بجتے پیلیاں دے ہالیاں ڈے کول دی
جھانجھر جائے چھنکدی سوغات کسے ڈھول دی
کھڑ گئے نیں راہی تے کھلائے ہل ہالیاں نے
ٹھاؤں ٹھاؤں ہون گلاں سوہریاں توں جاندی دیاں
جھانجھراں دی واج سُن ہجے پھُل کلیاں
سوہریاں دے نچے انجیاں نے گلیاں

ایچ۔ ایس نیر:۔

پاک نراسیں جیوں سُنجھ دی لالی پھُل پھُل تے ہسّے
مُکھ مُکھ وچ گا دے گھُنبھ گھُنبھ تے اُڈے جی جی وچ دسّے
گگھ گگھ تے ٹکے لٹ لٹ وچ ٹکے، رگ رگ وچ پھڑکے
دل دل وچ دھڑکے، پر دُکھ سجھے، رچنا تے ہسّے
عرشاں تے بیٹھا، نرک، سورگ نے راہ پیا دسّے

عجائب چترکار:۔

تاریخ پیدائش ۱۰ر فروری ۱۹۲۵ء ہے۔ موضع گھنبدی ضلع لدھیانہ کے باشندے ہیں۔ آج کل لاہور بک شاپ لدھیانہ کے رسالہ ساہتیہ سماچار اور بال دربار کے دفتر میں سب کچھ آپ ہی ہیں۔

سڑی زمین جا پدی آکاش تنگ تنگ
شاہ حال اُداسس میریاں گوہڑا غماں دا رنگ
ہوٹھاں نوں رکنج سی لواں، ہنجواں نوں پی لواں
خاباں تے کپڑے نے ٹنگنے آساں دیاں ہیں ڈنگ
رہندے نیں تین دن رات میرے وکھیوال
مڑ پیار دیاں راتاں نے آونا نہ سنگ

کرتار سنگھ بلگن:۔

سن پیدائش ۲۲-۱۹۲۱ء ہے۔ رسالہ کوتا امرتسر کے ایڈیٹر ہیں۔ آپ کے گیتوں اور نظموں کا مجموعہ "برکھا" کے نام سے چھپ چکا ہے۔

گنہ بخشاں دا سہارا سمجھناں
تے زاہد گنہگار جھارا سمجھناں
جو دوزخ دی اگ کولوں ڈردا نہ پیوے
میں اوہنوں وی وڈا انکارا سمجھناں
اوہ کہندا اے جنت وِچ حوراں دِیاں گا
میں ایہہ بھی کوئی اوہدا لارا سمجھناں

گوردیو سنگھ مان۔

۱۹۲۲ء میں موضع کوٹ نہال سنگھ ضلع لائل پور میں پیدا ہوئے آج کل ریاست پٹیالہ میں رہتے ہیں۔ مان سرور، دوزخ۔ کوی دربار، چانن آپ کی کتابیں چھپ چکی ہیں۔

لکھاں ای وار میہنوں کہ اوہ انکار بیٹھی
وفا دی یاد پر اوہدی تے کراقرار بیٹھی
کیہا دیداں نے گول غم بجھالے تیرے اندر
میں جاتا سی میرے اندر میری سرکار بیٹھی
اوہدی سُتی دی گلہ اُتے پئی سی زلف کجھ ایسراں
مُنی تے جیس طراں ناگن آ پیچ مار بیٹھی

پربھ جوت کور۔

سن پیدائش ۱۹۲۴ء ہے۔ میجر نریندر پال سنگھ کی بیوی ہیں۔
سُپنے سدھراں۔ دو رنگ۔ لٹ لٹ جوت جگے۔ چکھیرو۔ ازل توں۔ پلکاں اوہلے

وغیرہ آپ کی تصنیفات ہیں۔

وداتھروں چھپائیے طوفان امنڈ آیا — جو ساتھی سی اپنا اوہ ہوگیا پرایا

سکا سکے جوڑی کج دھرہاں ہمارے — لے دوڑ کر اشارہ اور پھر مسکرایا

سال گردشاں وِچ رُلھتی ہیں بغیر ٹھوکراں دی

نیناں وِچ بھرے ہنجوے کون گھنگھنایا

راج بیدی :۔

۱۹۲۶ء سن پیدائش ہے۔ جالندھر ریڈیو میں ڈرامے نشر کرتی ہیں۔ نظم کا کوئی مجموعہ نہیں چھپا۔ ان کے افسانے "ساز تے پائل" چھپ چکے ہیں۔

ہنجوں اپنے وی نکلے نیناں چوں تلملاندے

چوری سی چرتوں رکھی پیالے توں پریت اپنی

ہنجوں دے نال نکلے سب راز پھڑ پھڑاندے

اپنے ستے انہاں دے وچ کجھ بے گیا بھلیکھا

ہائے تاں نکلی اپنے، جلدی چوں بڑبڑاندے

روکن جو گے ہنجواں وچ آپ آپ وہہ گئے

بشن سنگھ اُپاشک :۔

تیرا حُسن مکمل ہو نہ سکے، میرا عشق سدا ناکام رہے

میں ہین نوں ترلے کرداہاں تیرے ہتھ چھلکدا جام رہے

مَیں پاگل کہہ کے کڈھیا گیا، میں خوش ہاں اپنی قسمت تے

ہر بار تیری محفل وچوں مینوں لگدا ای الزام رہے

نہ چھڈ ای سکاں نہ پی ای سکاں، نہ مر ای سکاں نہ جی ای سکاں
کر دا ای رہسیں توں   ای میری   عمر دام رہے

گلونت فارغ :-

دھرتی دی ہِک وِچ   دھرتی دے گیت گونجے
دھرتی دے ہنجو اج   دھرتی نے آپ پونجے
دھرتی دے گیت اج   دھرتی دے ہو وندے
کون دیوے دھرتی دے بالے اج

شام کنول :-

نہ ای کسے بیتاب دیاں اکھیاں دا نور ہیں
میں کسے گود وچ نکا جیہا بال نہیں
دکھ دا فلسفہ فضول مینوں سمجھنا
سوہنا کر کے کوئی دا رنگلا خیال نہیں
گورے رخسار تے کالا جیہا تل بن ہیں
کسے سوہنی زلف دا کالا جیہا دال نہیں

گوربخش سنگھ بہلوی :-

سُتے ہی زندگی وچ ہیڑاں میں آ گیاں
کجھ میٹیاں، کجھ الجھناں ہور تے چھا گیاں
پرتیاں نوں آکھیا میں بے خبرتاں نہیں ملاں
جانناں ای مسیبتوں کجھ ہور نے کھا گیاں

ہوس کراسی کدے راہی منزل میں پالیندا
راہ نے صاف سُن کجھ گھراں ای چھا گیاں

سمن مچھانوی :-

جھلی توں سچ مچ جھلی ایں
ساڈوں پیار سکھا کے اکھاں نال
جی لا کے اوڈ دے لکھاں نال
ہُن خورے کتھے چلی ایں
جھلی ایں توں سچ مچ جھلی ایں

کرشن سرشار :-

کتے شعلہ نہ اگ دا مرا کوئی ارمان بن جائے
کتے باغی نہ میری دُکھ بھری ایہہ جان بن جائے
وقت نوں روکو سنبھالو، اجے تاں وقت ہے باقی
پتہ نہیں کد سماں اوہ کرڑکدا طوفان بن جائے
آبادی اج دی خونی زمانے وچ خبر کیہہ اے
کدوں کو سڑدیاں لاشاں دا اِک شمشان بن جائے

بھگوان سنگھ دیپک :-

ٹیاں دے دیس پنجاب دے نال ایدھر پیلیوں توڑ دیئے
ہتھ پھڑکے سوٹی کا ہنوں دی کھیتاں چوں ڈنگر موڑ دیئے
وٹ وٹ کے بوری سیر لئی ٹٹا ہویا رستہ جوڑ دیئے

شاں شاں کر کے تیرے کھوہ اُتّے کوئی گیت لوّن پئی گاندی اے
اج وا پُرے دی وگدی اے تیری چُھنبی اُڈدی جاندی اے

تیرے بیری والے کھوہ اُتّے کئی رانجھے الکھ جگان پئے
کلّے لہراندے وال تیرے راہیاں نوں بھا بیاں پان پئے
گا گیت کوئی جد جھومیں توں پنچھی دی تان نوں جان پئے
بڑا سوہنا سادہ جوبن تک جنّت دی حور شرماندی اے
اج وا پُرے دی وگدی اے تیری چُھنبی اُڈدی جاندی اے

ترلوک منصور :-

آس دا بھڑکے پلّا ودھدی ہی جا رہی آں
منزل ہے آن والی دل نوں سمجھا رہی آں
ناکام ای رہی آں، ہر روز ہر جنم وچ
میری دانائی دیکھو، پر پیار پا رہی آں
دل جان دا نہیں سی کس نوں خوشی نے کہندے
ہنجوں چھپان خاطر میں مسکرا رہی آں

ہمت سنگھ :-

اِس پار پیاری سب کجھ ہے اُس پار پتہ نہیں کیہہ ہووے
جیوں سُٹے ایدھر سولا رے اُس پار پتہ نہ جی ہوٹے
ساڈے تاں پتہ کیہہ کیہہ رجتا نے ٹھل ہے گلے سیتے کا دی
اپنے تاں پتیا عیب نہیں، اوہناں پتہ نہ پی ہوٹے

ایتھے قاتل دی چھٹ جاوے سو نال جے ساتھوں تول دیوے
اودھر پھس گئے نہ چھڑکن دی ہووے کیہہ پتہ نہ دی ہووے

کرتار سنگھ خاک :-

جھانی مینے جا   وڈی ہونا اے جے گناہ   نی توں اڈی رہ سدا
اینویں ہسدی زنی جا   نی توں تھوڑا تھوڑا کھا   جھانی مینے جا
بہتا رولا نہ توں پا   جھانی مینے جا

کھرل رائے پوری :-

حسن دی سرکار دا اعتبار کیہہ   اوس دی جانے بلا اے پیار کیہہ
جو نہیں جانے وفا دے نام نوں   اوس نوں ہوندے وفا دی سار کیہہ
چھل ہی چھل جیون توں چنگے جنہاں
کیہہ پتہ اوہناں نوں ہوندا اے پیار کیہہ

بلدیو اینجہ روہتکی :-

ساڈی سڑ گئی اے تقدیر کسے دا کوئی نہیں
ہن مٹ گئی لیکھ لکیر کسے دا کوئی نہیں
دل تے لگیاں چوٹاں بریاں
سینے دے وچ چبھنا چھریاں
ساڈا ویکھے جگر کوئی چیر کسے دا کوئی نہیں
ہن مٹ گئی لیکھ لکیر کسے دا کوئی نہیں

ڈاکٹر ٹھاکر بھارتی :-

اس بلیچ نہیں رہنا ایتھے، دو دن دا حُسن پروہنا ایں
جند صدقے اوس پرُوہنے توں جس نے مُڑ کدی آونا نہ ایں
پت جھڑ دا ڈر ہے پھُلّاں نوں، جاں پُھلّاں بجیاں سجاں لئیں
رُت آوے تے رُت مُڑ جاوے، اپنا سلڑا اہر بچھونا ایں
کیہ عشق بجھیا ہے سانوں، کیہ حُسن سمجھا ہے سانوں
ساڈے لئی عشق تماشا اے، ساڈے لئی حُسن کھڈونا ایں

اندر بی۔ اے

بے وفا توں وفا دی آس نہ کر
عرشوں فرش تے مارنا دستور ظالم دا
اکھاں چار نہ کر، کوئی اقرار نہ کر
جیون ہے جس لئی جیوں دل اناس نہ کر
بُوٹے چڑھا کے آکھنا بکواس نہ کر
منہ پھیرے بجانویں تکرار نہ کر

بولی شو کدی گولی کٹار تیز دو دھاری
میانوں کڈھ کے ظالم جگر تے وار نہ کر

رتن سنگھ :-

چن

چن چڑھیا، چن بدل گھیریا
رشم مُڑی وچ سینے شکھ اے
ادھ مہینہ چانن دیویں
سبھے دنیں نال اوہ مے چانن
ہر اک دا دل موہوے
وکھیا پیا پرووے
تے ادھ دی اوکھو رانا
جس جیوں چاننی ہووے

اُلفت حویلوی :-

ایہہ دُنیا بے دردی ایتھے دل نہ لگانا
لہو نہ پینا اجے غم نہ کھانا
دل دا درد تیرا کون جان پائے گا
جگر دے زخماں نوں کون ٹانکے لائے گا
دکھاں دے بھنور وچ کون نال جائے گا
بنی تے دوشنا دے کون کم آئے گا

عاجز جالندھری :-

میں اپنا آپ بھُل جاناں جدوں کائنات تکنا ہاں
تماشا چند سورج دا ، پیا دن رات تکنا ہاں
سہانے رنگ کھلاندے عجب ساز رنگے نیں
پر ہر رنگ دے وچ عاجز، میں اُس دی ذات تکنا ہاں

آر. ایس. راہبر :-

اک نظر محبوب دی شب جاندی دا حسن اکدے نہ مُکدا اے
چن چڑھے نوں ویکھدا جگ سارا حُسن پردیاں وچ نہ لُکدا اے
عاشق خون دا لاوندے نت پانی بُوٹا عشق دا تیرے رُکدا اے
سُولی چڑھے منصورؒ پریم تپّھے انا الحق کہنوں ناہیں رُکدا اے

جگنا تھ پپیہا :-

ضلع جالندھر کے ایک گاؤں راج گوماں کا رہنے والا ہے اور موجود

زمانے کا مشہور گیت کار ہے۔ اِس کے گیت پنجاب کی دیہاتی زندگی کی مُنہ بولتی تصویریں ہیں۔

دودھ چِٹّے تروڑ تروڑ کے ۔ میرے گھُگّھرے نوں لاڈیں تارے
نیر وچ چند چڑھ جائے ۔ میرے گھُگّھرے نوں ویکھن سارے
ست رنگی پینگھ ورگا میرے ۔ گھُگّھرے وچ نالا پاوے
گھُگّھرے دی شُوک سُن کے ۔ سٹ دیہن ڈے سہرے دیناں
کھیلی جاواں کیسے توں وے ۔ بن کے لڑدن سپ چھیناں ل
گھُگّھرے دا ہر دل نوں ۔ اج نہیر ناگ بناوے

حصّہ سوم

لوک گیت

لوک ناچ

پنجابی عشقیہ قصص

پنجابی عشقیہ قصص کا پنجابی ادب میں حصّہ

لوک گیت

لوک گیت :-

پنجابی شاعری کی یہ ایک صنف ہے جس کا تعلق عوامی یا انفرادی زندگی سے ہوتا ہے۔ یہ گیت کسی خاص شاعر کے طبعزاد نہیں ہوتے بلکہ خودرو پودوں کی طرح خود بخود معرضِ وجود میں آتے ہیں۔ پنجاب کا خطہ ایک ایسا جنت نظیر خطہ ہے جس میں زندگی کا ہر پہلو بڑے ذوق و شوق سے دیکھا جاتا ہے۔ اس کا اکثر حصہ دیہات پر مشتمل ہے۔ دیہات میں ترنجنوں میں بیٹھنے والی عورتیں، کھیتوں میں ہل چلانے والے کسان اپنی زندگیوں کی خوشگواری قائم رکھنے کے لیے اپنے تخیلات کو ترنم کی صورت میں گاتے ہیں جس سے یہ گیت معرضِ وجود میں آتے ہیں۔ پنجابی زندگی کا کوئی ایسا ماحول نہیں جو ترنم آمیز نہ ہو۔ اس لحاظ سے ان لوک گیتوں کی تعداد لاکھوں اور کروڑوں تک پہنچتی ہے۔ کھیتوں میں ہل چلانے والے کسان، مویشی چرانے والے لڑکے، ترنجنوں میں بیٹھنے والی عورتیں، بیاہ شادیوں کے مواقع، چاندنی راتوں کے مناظر، اور ان کے علاوہ ہر غمی شادی کا موقع میلوں کے اکھاڑے وغیرہ ان لوک گیتوں کے خاص محرک ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بعض سینکڑوں پہلو ایسے ہیں، جو ان لوک گیتوں میں گائے جاتے ہیں مثلاً حُسن و زیبائش کے خواہش مند اور شوقین لوگوں کے لئے یہ اعلان لوک گیت

کی صورت میں یوں کیا جاتا ہے۔ ع کالیاں نوں خبر کرو۔ چٹا رنگ بیاں وچ آیا۔
یا دُنیا کی بے ثباتی کے متعلق ع قبراں اُڈیکدیاں۔ جیویں پُتراں نوں ماواں
پنجاب کا اکثر حصّہ پہاڑی ہے۔ جہاں سے اکثر لوگ فوجی ملازم ہیں۔
وہاں کی نوجوان عورتیں اپنے محبوب خاوندوں کے فراق میں بھی اسی طرح کے
لوک گیت گاتی ہیں۔ نیز پنجاب کی سرزمین حُسن و عشق کا محور رہی ہے۔ اس میں رومانی
اشعار کا سلسلہ نہایت وسیع ہے۔ ان تمام خیالات کی ترجمانی جس قدر لوک گیتوں
سے ہو سکتی ہے کسی اور صنفِ سخن سے نہیں ہو سکتی۔

مثلاً حسن کی کرامات دیکھئے ؎

جتھے جتھے پیر دھردی   اوتھے اُگدا سرو دا بُوٹا

جوڑے کا انتخاب: ؎

اگوں تیرے جھاگ پھٹیے   مُنڈا دیکھ لے کبوتر ورگا

حُسن کی نمائش کا اثر: ؎

ہالیاں نے ہل ڈک لئے   تیرے لونگ دا پیا لشکارا

تشبیہہ کا کمال: ؎

رنّ نہا کے چھپڑ وں نکلی   سُلفے دی لاٹ ورگی

حُسن کے کارنامے: ؎

مُنڈا موہ لیا تویتاں والا   تے دمڑی دا سک مل کے

ان کے علاوہ کسی علاقے کے سماجی اور معاشرتی معلومات کا صحیح انسائیکلوپیڈیا
اُس علاقہ کے لوک گیت ہیں۔ یہاں ان لوک گیتوں کی چند صورتیں درج کی جاتی ہیں۔

چھلا:۔ اس انگوٹھی کا نام ہے جس میں نگینہ نہ ہو۔ چھلا گیت مرد اور عورت کے عشق کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ زیادہ تر چھچھ پوٹھوہار اور ملتان کے علاقہ میں گایا جاتا ہے۔

چھلا مہاڑا کیں کھڑیا مہاڑی انگلی کریندی پیڑ
ماہی لئی میں باغ لوائی آں وچ لوائی آں کیلا
ماہی مہاڑا گشتی نی گیا یا د کرنیں آں ویلا
چھلا مہاڑا کیں کھڑیا مہاڑی انگلی کریندی پیڑ

۱۔لوریاں:۔ چھوٹے بچوں سے پیار کا اظہار اور اُن کی آئندہ زندگی کے روشن توقعات کے پیشِ نظر اِن گیتوں سے اُن کو بہلایا جاتا ہے حقیقت میں لوری دینے والے کی خواہش ہوتی ہے کہ ہمارا بچہ ایسے روشن مستقبل کا مالک ہو جیسے کہ

الڑ بلڑ باوے دا   باوا کنک لیاوے دا
مائی بڈھی چھٹے دی   کوٹھی دے وچ گھتے دی
بڈھی کنک پکاوے دی   باوا روٹی کھاوے دا

۲۔گھوڑیاں:۔ یہ وہ لوک گیت ہیں جو خانہ بدوش عورتیں گھروں میں آکر بچوں کو سناتی ہیں۔ عورتیں اُن کے گرد بیٹھ جاتی ہیں۔ وہ گاتی ہیں اور پھر بطور خیرات کے کچھ آٹا، دانہ وغیرہ لے جاتی ہیں۔

نمونہ

گھوڑی دے لال میرے دی گھوڑی   سندر چالاں والی

چن میرے دی گھوڑی   ساز حمائلاں والی
لال میرے دی گھوڑی   اُچیاں چھالاں والی
گھوڑی دے لال میرے دی گھوڑی
رب رلائے جوڑی۔ گھوڑی .....

۳۔ ڈھولے یا ٹپّہ :- ان لوک گیتوں میں بہادروں، ڈاکوؤں، اور جنگی آدمیوں کی سوانحعمریاں بیان کی جاتی ہیں۔ نیز خانگی لڑائیاں۔ دھڑے بازیاں اور انتقامی واقعات بھی بیان کئے جاتے ہیں۔ بیاہ شادیوں کے موقعوں پر اور میلوں وغیرہ کے موقعوں پر لوک ڈھولے گانے والوں کو بلا لیتے ہیں اور وہ رات کے وقت ڈھولے گا کر سناتے ہیں۔

ماھیا :- عاشق اور معشوق کے مکالمے کے طور پہ یہ لوک گیت گایا جاتا ہے۔ یہ گجرات کے مشہور عاشق و معشوق ماہیا اور بالو کی ایجاد ہے۔ نمونہ

بوہے لشکائے ہوئے نی   وے ساڈے نالوں ٹٹن چنگے
جیہڑے سینے نال لائے ہوئے نی

چھلاّ ککڑ ڈبنیرے تے۔ کاشنی دو پٹے والیئے منڈا عاشق تیرے تے

جھوک :- یہ وہ لوک گیت ہے جس میں فریاد کی جاتی ہے۔ مثلاً :-

مار نہ شمرا میرا دیر حسینؑ وے   فاطمہ زہرا دا ایہہ نور العین وے
اکلّا مسافر کوئی ساک نہ سین وے   نام مولا دے ہیر علیؑ دیا جایا وے
پیر حسینا! تیں نے کیوں چڑلایا وے

سٹھنیاں :- برات کے موقعوں پہ دُولہا کے براتیوں اور براتی عورتوں کو

دُلہن کے گھر والی عورتیں خوشی میں طعنے دیتی ہیں جو ان کو ناگوار نہیں گذرتے۔

لمونہ

پیو نہ پڑھیا اتے دادا نہ پڑھیا — منڈا حرام دا پیسے نہ وڑیا

تھوڑا تھوڑا کھایا جے — گلیاں نہ نزکایا جے

الاہنیاں یا سیاپے:- یہ ایک مرثیے کی صورت ہے کسی کی موت پر عورتیں ادھر دبکے باندھ کر ایک حلقے میں کھڑی ہو جاتی ہیں۔ سینہ پیٹتی ہیں۔ رخسار نوچتی ہیں۔ اور مترنم آواز سے مرنے والے کی خوبیاں بیان کرتی ہے۔ اور اُس کے مرنے سے جو خلا پیدا ہوتا ہے اُس پر سر پیٹتی ہیں یہ رسم ہندوؤں میں عام ہے۔

ہائیا شیرا - ہائیا شیرا

تیرے نکّے نکّے بال — ہائیا شیرا۔ ہائیا شیرا

اہناں نوں بیندوں پال — ہائیا شیرا۔ ہائیا شیرا

تقیندی روندی تیری نار — ہائیا شیرا - ہائیا شیرا

گیوں بڈھی ماں نوں مار — ہائیا شیرا - ہائیا شیرا

تیرے پیو دا بھیڑا حال — ہائیا شیرا - ہائیا شیرا

کیوں نئیں گیوں اوہنوں نال — ہائیا شیرا - ہائیا شیرا

وَین:- یہ بھی ایک مرثیے کی صورت ہے جو مسلمان عورتوں میں مروج ہے طریقہ یوں ہے کہ مرنے والے کی ماتم پرسی کے لیئے رشتہ دار وغیرہ آتے ہیں۔ دو دو عورتیں ایک دوسری کے گلے میں باہیں ڈال کر بیٹھ جاتی ہیں اور ترنم میں رونا شروع کر دیتی ہیں اور مرنے والے کی خوبیاں بیان کر کے نہایت رقت

بھرے انداز سے گاتی ہیں۔ خود بھی روتی ہیں اور سننے والوں کو بھی رُلا دیتی ہیں۔

چھند:۔ دُولھا شادی کے بعد جب مکلاوا لینے کے لئے سسرال آیا ہوتا ہے تو گاؤں کی لڑکیاں مل کر اُس کے پاس جا بیٹھتی ہیں۔ مذاق کرتی ہیں اور وہ جو اپنے آپ کو اجنبی محسوس کرتا ہے اُن احساسات کو مٹاتی ہیں۔ وہ چھوٹے چھوٹے گیتوں میں جو تحت اللفظ پڑھے جاتے ہیں، دُولھا، دُولھا کی ماں اور بہن کو مزیدار گالیاں دیتی ہیں اور پھر دُولھے کو بھی جواب دینے کے لئے کہا جاتا ہے۔ یہ چھند کہلاتے ہیں۔ مثلاً:۔

ایک لڑکی:۔ چھند پراگے چھند پراگے چھند اگّے کہی
ماں تیری لومڑی، کوٹھے چڑھن گئی

جواب:۔ چھند پراگے چھند پراگے چھند اگے تھالیاں
جنیاں اٹھنے بیٹھیاں ہویاں سبھے میریاں سالیاں

اکھان:۔ اُردو میں اس کو ضرب المثل کہتے ہیں۔ اس میں ایک قسم کی سچائی پوشیدہ ہوتی ہے اور صدیوں کا تجربہ مضمر ہوتا ہے۔ مثلاً کم علم آدمی جب اپنی بساط سے بڑھ کر پاؤں مارتا ہے تو طعنے کے طور پر کہتے ہیں: "پانہ پڑھے وخت نوں پھرے"۔ اندھی تقلید کے بارے میں: "چار رکعت نماز میرا۔ جو حال اگلیاں دا سو حال میرا"۔ مسٹر ڈبلیو اے کیپن نے اس موضوع پر ریسرچ کی ہے اور ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس میں کوئی آٹھ سو اکھان موجود ہیں۔

مہندی یا سہاگ:۔ شادی سے آٹھ دن پہلے ایک رسم "مایاں" دن کو ادا کی جاتی ہے جس میں گندم اُبال کر "گھنگنیاں" بانٹتے ہیں۔ اُسی شام کو بہت

سی مہندی ایک برتن میں گھولی جاتی ہے۔ محلے یا گاؤں کی بڑی بوڑھیاں اور
لڑکیاں اکٹھی ہو جاتی ہیں۔ ڈھولکی پر گیت گائے جاتے ہیں۔ جب گا چکتی ہیں
تو تمام میں مہندی تقسیم کی جاتی ہے اور وہ لڑکا یا لڑکی جس کی شادی ہو
انہیں بھی مہندی لگائی جاتی ہے مہندی لگاتے وقت مہندی لگانے اور بانٹنے
والیاں "مہندی داگون" گاتی ہیں ؎

مہندی لا دن آیاں تینوں بھیناں سنے بھرجائیاں
کجھ چاچیاں تایاں، کجھ اپنیاں تے پرایاں —— تینوں مہندی لا دن آیاں

سُراں یا سدّاں :- یہ ایک خاص طرز کا گیت ہے۔ اس میں قصے وغیرہ
بھی بیان کئے جاتے ہیں۔ ہمارے ملک میں "مرزے دیاں سُراں" بہت مشہور
ہیں۔ دیہاتی لوگ انہیں نہایت شوق سے سنتے ہیں۔

رُخصتی گیت :- ان گیتوں میں جُدائی کا دردناک اور رُلا دینے والا منظر
بیان کیا جاتا ہے۔ دُلھن ڈولی میں جب بیٹھتی ہے اُس کی سہیلیاں یہ گیت گا گا
کر خود بھی روتی ہیں اور اُسے بھی رُلاتی ہیں۔ یہ منظر بھی نہایت دردناک ہوتا ہے۔
بالکل وہی نظارہ جیسے کوئی مر جاتا ہے اور اُس کی لاش قبرستان کو جا رہی ہوتی
ہے۔ وارث شاہ نے "ہیر کا ڈولی چڑھنا" میں اِن تمام خیالات کا اظہار کر دیا
ہے جو دُلھن بیان کرتی ہے۔

شادی کے گیت :- شادی سے چند دن قبل "مایاں" اور شادی کے
درمیانی آٹھ دن میں محلہ یا گاؤں کی لڑکیاں رات کو شادی والے گھر کے
کوٹھے کی چھت پر بیٹھ کر ڈھولک بجاتی ہیں اور یہ گیت گاتی ہیں۔ اِن گیتوں میں

"ساس کی مذمت۔ سسر کی بُرائی۔ نندوں سے نفرت، وفادار بیویوں کی صفات اور عشقیہ مضامین خوب گائے جاتے ہیں۔ مثلاً:۔

ڈوئی —— سیتے پیر لگ لین دے ڈھی جائے گی جیہڑی مڑ ہوئی

گنیریاں —— سیتے پیر لگ لین دے گلھاں نیریاں چرپیڑاں میریاں

پھیتا —— مرن تیریاں بوریاں مجھیں میرے دیہ گھڑے دا پانی پیتا

چھینی —— ستاں نی بھرانواں والیئے تیری سار کسے نہیں لینی

ناپے —— منہ تیرے اگ نی پے ساڑیں گے جمن والے ماپے

غرض اِن شادی کے گیتوں میں لاتعداد قسم کے مضامین پائے جاتے ہیں۔

چاندنی راتوں کے گیت:۔ دیہات میں اکثر رسم ہے کہ چاندنی راتوں میں خاص طور کتک اور چیت کی چاندنی راتوں میں لڑکے اور لڑکیاں مل کر کھیلتے ہیں اور خوشی کی رَو میں اِس رومانی منظر کے تاثرات گیتوں کی صورت میں بیان کرتے ہیں۔ مثلاً

چتاں وے تیرا چاننا۔ تاریا وے تیری لو (یہ ایک مشہور گیت ہے)

ہالیوں کے گیت:۔ ہل چلاتے چلاتے کسان لوگ تفریحِ طبع کے لئے اور اِس مشقت کی کوفت دُور کرنے کے لئے گاتے ہیں۔ مثلاً

نیرے لونگ دا پیا لشکارا   ہالیاں نے ہل چھڈ لئے

گندم کے گیت:۔ اِسی طرح گندم کی فصل کاٹتے وقت بڑی مشقت کا سامنا ہوتا ہے۔ گرمی کی شدّت، وقت کی تنگی تھکا دینے والی ہوتی ہیں۔ گاؤں کے دیگر لوگوں کو بلا کر شریک کار کیا جاتا ہے۔ اس کو پنجابی کی اصطلاح میں

"مانگی" بولتے ہیں۔ کام میں جوش و خروش پیدا کرنے کے لئے ڈھول بجتا ہے اور یہ گیت گائے جاتے ہیں۔ گندم کٹ رہی ہوتی ہے اور گیت گائے جاتے ہیں مثلاً

ہولکناں گوڈیاں ۔۔۔۔ کہندے لنگھ گئی اے رات کہندے آئی اے پربھات
میرے سرشاں تے شاہیاں ہاے اوڈیاں ہی اوڈیاں
ہولکناں گوڈیاں

برسات کے گیت :- موسم برسات پنجاب میں ایک خاص خوشگواری کا حامل ہے۔ اس سہانے سماں کا منظر اردو اور پنجابی کے جید شعراء نے اپنے اپنے مخصوص انداز سے بیاں کیا ہے۔ ان پڑھ لوگ دیہات میں اس موسم کی خوشگواری کی خوشی کا اظہار خاص قسم کے گیتوں سے کرتے ہیں، جنہیں "برسات کے گیت" کہتے ہیں، مثلاً

ساون مینہ آیا ڈڈواں شور مچایا
کڑیاں پینگھاں پایاں ساون بہاراں آیاں

میلوں کے گیت :- پنجاب میں میلوں کا اکثر رواج ہے کسی بزرگ یا پیر کی خانقاہ پر ہر سال عرس منایا جاتا ہے۔ ڈھول بجتا ہے جھنڈا اٹھتا ہے۔ نوجوان گروہ در گروہ آتے ہیں۔ طرح طرح کے گیت گاتے ہیں۔ رنگ رنگ کے ڈھولے گاتے ہیں۔ ڈھول بجتے ہیں۔ بھنگڑا اور لڈی ناچ ہوتا ہے۔ ساتھ ساتھ گیت بھی گائے جاتے ہیں۔ ان میلوں میں موسم بہار کا میلہ بیساکھی بھی شامل ہے۔ یہ گیت اکثر فحش قسم کے ہوتے ہیں۔

فلمی گیت :- سینما کی ایجاد سے ان گیتوں کی بھرمار ہے۔ کوئی فلم ایسی

نہیں جس میں دس بارہ گیت نہ ہوں۔ یہ لوک گیت نہایت دلکش ہوتے ہیں اور اکثر مضامین عشقیہ ہوتے ہیں ؎

ڈھول دِلے جانی اجے نہیں آیا ‏ ‏ ‏ ‏ ٹٹے سے کے دردلشانی چن پھیرا نہیں پایا

رسیا :۔ ایک خاص قسم کا گیت ہے جس میں لفظ رسیا بار بار آتا ہے جو کہ شاید محبوب کے لیئے استعمال کیا جاتا ہے۔ مولوی جان محمد کا رسیا مشہور ہے

چھلی :۔ ایک خاص قسم کا گیت ہے جو عموماً میلوں میں نوجوانوں کے گروہ گاتے پھرتے ہیں۔ اس کے ہر مصرع میں چھلی کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس سے بیان میں زور پیدا ہوتا ہے۔ خیالات فحش قسم کے ہی ہوتے ہیں۔ مثلاً

چھلی رن گئی بھرے ... موڑیں بابا ڈانگ والیا

بلّی :۔ یہ بھی اسی قسم کا گیت ہے جس میں معشوق کو "بلی" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ مثلاً

بلیے! اوترا گواہنڈ نہ ہووے ‏ ‏ ‏ ‏ لائی لگ نہ ہووے گھر والا

بلیے انی ڈویں گی چوپٹر کھاویں گی ‏ ‏ ‏ ‏ چپ کر کے گڈی وچ بہہ جا!

اِن کے علاوہ سوہلے۔ کھیوڑی۔ باتاں۔ بولیاں۔ پیتا۔ وغیرہ بھی لوک گیتوں میں شامل ہیں جن کا آج کل رواج نہیں۔

لوک ناچ

لوک ناچ بھی لوک گیتوں کی ایک قسم ہے جس میں فرق صرف اتنا ہے کہ لوک ناچوں میں کچھ عملی اقدام ہوتے ہیں اور جسم کو حرکات دی جاتی ہیں۔

۱۔ **ککلی**:۔ اس مشہور ناچ کو کہتے ہیں جس میں دو الھڑ لڑکیاں ایک دوسری کے ہاتھ پکڑ کر تیزی سے اس طرح گھومتی ہیں کہ ایک ہی مرکز کے گرد ایک چکر بندھ جاتا ہے اور ساتھ ساتھ یہ گیت بھی گائے جاتے ہیں۔

ککلی کلیر دی۔ ککلی کلیر دی

پگ میرے ویر دی۔ دوپٹہ میرے بھائی دا

سیر سپاہی دا۔ فٹے منہ جوائی دا

ککلی کلیر دی۔ ککلی کلیر دی۔

ککلی کا یہ گیت اتنا مشہور ہے کہ اکثر شعراء نے بھی ککلی گیت لکھے ہیں مثلاً احمد راہی کی ککلی جو گذشتہ اوراق میں لکھی جا چکی ہے نہایت عمدہ ہے۔ نیز بابو عبدالغنی دفا کی ککلی جس کا محور کشمیر ہے نہایت اعلیٰ پائے کی ہے۔

۲۔ **بھنگڑا**:۔ یہ نوجوانوں کا گیت ہے۔ ڈھولچی کے ارد گرد حلقہ باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ایک آدمی کوئی سُر یا ڈھولا گاتا ہے۔ سُر ختم ہونے پر آخری لفظ کو لمبا کر کے کوک لگاتا ہے اور ڈھول والے کے سامنے ایک ٹانگ اٹھا کر اور دونوں بازو اوپر پھیلا کر ایک ٹانگ پر ناچتا ہے۔ مثلاً

آئی رت بہار دی - مینوں سوہنی واجاں مار دی

ایہہ خوشی دہاڑے چار دی - اوہ گئی جوانی -- گئی -- اوہ گئی

ایہہ جوانی چار دہاڑے - جاندی کسے نہ ڈھٹی

اوہ گئی ... جوانی گئی .. گئی جوانی گئی .. اوہ گئی

۴ - لُڈّی :- ڈھول کے ارد گرد نوجوان حلقہ باندھ کر ناچتے ہیں۔ چکر کاٹتے جاتے ہیں۔ اس میں پاؤں کی حرکت زیادہ ہوتی ہے۔ یہ پٹھانوں اور بٹھوہاریوں کا خاص ناچ ہے۔ بڑا دلکش، جوش انگیز اور جاذب نظر ہوتا ہے۔ ناچنے والے تو ایک طرف رہے دیکھنے والے بھی ناچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ آج کل فلموں میں بھی یہ ناچ نہایت مقبول اور عام ہے۔ ویسے یہ مردانہ ناچ ہے۔

سمی :- پوٹھوہاری علاقے کا ناچ ہے جس میں عورتیں اپنی کمر کے گرد دوپٹہ باندھ کر ڈھول کے ارد گرد چرتی ہیں اور یہ گاتی ہیں۔

سمی میری دن میں ماری ہیں اریاں نی سمیاں

گِدّا :- مردوں کے لُڈی ناچ کے مقابلے میں یہ لڑکیوں کا ناچ تھا۔ لڑکے کی شادی رچتی ہے۔ جب برات چلی جاتی ہے تو دولہا کے گھر میں گاؤں محلے اور میل کی تمام عورتیں اکٹھی ہو جاتی ہیں۔ ایک لڑکی" لاڑے کی وہٹی" بن جاتی ہے اور دوسری دولہا (لاڑا) ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر ناچ ناچتی ہیں۔ اس میں اُٹھنا اور بیٹھنا ہوتا ہے۔ گدّا مارنا۔ گدّا پانا۔ اسی لفظ سے پنجابی محاورے بنے ہیں جن کا مطلب بے تحاشہ خوشی کا مظاہرہ کرنا ہے۔

گھڑولی :- دولہا کو نہلانے کے لئے گھر کی عورتیں اُسے باہر کنوئیں پر لے

جاتی ہیں۔ دولھے اور دولھا کی ماں کے سر پر سرخ رنگ کا ساگو تانا جاتا ہے۔ دولھا کے ہاتھ میں "لوہے کی کھنڈی" ہوتی ہے جس سے اس نے ساگو کو اٹھایا ہوتا ہے۔ اس وقت عورتیں جلوس کی شکل میں کنوئیں پر جاتی ہیں اور دولھا کو نہلا کر واپس لاتی ہیں۔ اس وقت میراثن آگے آگے ناچتی ہے اور گیت بولتی جاتی ہے۔ دوسری تمام عورتیں اس کے پیچھے پیچھے گیت گاتی ہیں۔ اسے گھڑولی بھرنا اور گھڑولی ناچ کہتے ہیں۔

چینا :۔ یہ ایک سادہ سا ناچ ہوتا ہے۔ صرف ایک ٹانگ اس میں حرکت کرتی ہے اور جس طرح "چاول چھڑنے والی مُوسلی" "اوکھلی" میں پڑتی ہے۔ اس طرح زمین پر پاؤں مارا جاتا ہے۔ ریچھوں والے بھی اپنے ریچھوں کو چینا ناچ سکھاتے ہیں اور ساتھ ساتھ یہ گیت گایا جاتا ہے۔ مثلاً

چینا ، چین ، چینا . . . . چینا اج چھڑیندا ے یار

چینا اج چھڑیندا اے یار

بیندی مُوہلی دی گھمکار . . . . چینا اج چھڑیندا اے یار

چھیٹی :۔ چھیٹی اگرچہ ایک قسم کا گیت ہے لیکن اس کے ساتھ جسم کی حرکات بھی نمایاں ہوتی ہیں۔ جس سے یہ بھی لوک ناچ میں شامل ہے۔ اس میں لفظ چھیٹی پر زور دینے کے لئے کمر پر جھٹکا ڈالا جاتا ہے اور ہاتھ کے جھٹکے زیادہ نمایاں کئے جاتے ہیں۔ یہ گانا بھی فحش قسم کا ہے لیکن ناچ بہت مضحکہ انگیز اور مفرح ہوتا ہے۔ مثلاً

چھیٹی رن گئی بھر ے   موڑیں یا باڈانگ والیا

درحقیقت لوک گیت اور لوک ناچ تمام کا محور عورت ہے۔ ان تمام لوک گیتوں اور لوک ناچوں میں مخاطب عورت کا حُسن ہوتا ہے اور عاشق کی وارفتگی اور دیوانگی دکھائی جاتی ہے۔

پنجابی قصص

پنجابی قصص

پنجابی قصص پنجابی ادب میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ اسلامی اور مذہبی لٹریچر کے بعد پنجابی ادب میں زیادہ تر ذخیرہ عشقیہ قصص کا ہے جن کی تفصیل گذشتہ اوراق میں درج کی جا چکی ہے۔ اس جگہ اُن قصص کا لب لباب درج کیا جاتا ہے۔ جن کو پنجابی شعراء نے جزدی تغیر سے بیان کیا ہے۔ ان میں سے قصہ ہیر رانجھا۔ سسّی پنّوں۔ مرزا صاحباں اور سوہنی مہینوال زیادہ مشہور رہیں۔ ان قصص کا خلاصہ یہاں درج کیا جاتا ہے اور بعد میں اُن شعراء کی فہرست دی جاتی ہے جنہوں نے ان قصص کو مختلف انداز میں بیان کیا ہے۔

قصہ ہیر رانجھا:۔

ضلع سرگودھا میں تخت ہزارہ ایک مشہور گاؤں تھا۔ دھید وعرف رانجھا وہاں کے چوہدری اجّو یا موجُو کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا۔ ہیر کے حُسن کی تعریف سُن کر وہ ہیر کے وطن جھنگ میں پہنچ گیا۔ رانجھا کی ہیر سے دریائے چناب کے کنارے پر ملاقات ہو گئی۔ دونوں ایک دوسرے کے عاشق ہو گئے۔ ہیر نے رانجھے کو اپنے

ہاں بھینسوں کی خدمت پر ملازم رکھ لیا۔ عشق اور مشک چھپے نہیں رہتے۔ ہیر کے والدین نے فوراً اس سلسلہ کو توڑنے کے لیے ہیر کی شادی موضع رنگ پور کھیڑیاں کے رئیس کے بیٹے سید سے کر دی۔ رانجھا فقیر ہو گیا۔ وہ ضلع جہلم میں بمقام ٹلہ، گورکھ ناتھ گورو کے پاس پہنچ گیا۔ اور جوگی بن کر رنگپور میں پہنچا۔ وہاں ہیر کی نند سہتی تاڑ گئی لیکن چونکہ وہ بھی مراد نام ایک بلوچ پر مرتی تھی۔ اس لیے اپنا مقصد حل کرنے کے لیے اس نے ہیر اور رانجھا کو اپنا رازدار بنا لیا۔ ہیر کو یونہی جھوٹا سانپ لڑا دیا اور رانجھے کو ماندری ظاہر کر کے ان دونوں کو ایک کوٹھڑی میں بند کر دیا۔ رانجھے نے دیوار میں نقب لگائی۔ ادھر سے مراد آ گیا۔ وہ سہتی کو لے کر رفوچکر ہوا اور رانجھا ہیر کو نکال کر چلتا بنا۔ صبح راز فاش ہوا۔ کھیڑے بھاگے۔ رانجھا مع ہیر پکڑا گیا۔ لیکن مراد ہتھے نہ چڑھا۔ مقدمہ قاضی کے روبرو پیش ہوا۔ رانجھے کو جس طرح بھی ہوا ہیر مل گئی۔ وہ واپس موضع جھنگ آ گئے۔ یہاں ہیر کے وارثوں نے رانجھے کو بہلا پھسلا کر برات لانے کے لیے تخت ہزارہ بھیجا اور اس کی عدم موجودگی میں ہیر کو زہر دے کر ہلاک کر دیا۔ رانجھے کو خبر ملی۔ روتا ہوا ہیر کی قبر پر پہنچا۔ رانجھے کا قبر پہ کھڑا ہونا تھا کہ قبر پھٹ گئی اور رانجھا بھی قبر میں داخل ہو گیا اور ان دونوں کو یوں دائمی وصال نصیب ہوا۔

قصہ سوہنی مہینوال :-

سوہنی گجرات کے ایک مشہور کمہار عزت اللہ عرف تلا کی حسین ترین بیٹی تھی۔ عشق کے کرشمے ملاحظہ کیجیے۔ عزت بیگ نام ایک بخارا کا سوداگر دہلی سے واپس وطن لوٹتے ہوئے گجرات آ ٹھہرا اور سوہنی کے حسن کا شکار ہو گیا۔ عزت بیگ

بس اب یہیں کا ہو رہا۔ اُس نے اپنا تمام اثاثہ تباہ و برباد کر دیا۔ اُدھر سوہنی کی شادی اور کہیں ہو گئی۔ عزت بیگ کی حالت اب دھوبی کے کتّے کی سی تھی۔ آخر اس نے گجرات کی گلیوں میں گداگری اختیار کی۔ اب سوہنی کو اس کی قربانی اور عشق کا پتہ چلا۔ پروگرام بنا کہ عزت بیگ دریا کے کنارے جھونپڑی بنا کر رہے اِدھر سے سوہنی دریائے چناب کے کنارے رات کو پہنچ جایا کرے گی اور اُدھر سے وہ آ جاتے۔ مہینوال کو معلوم تھا کہ سوہنی کو مچھلی کے کباب بہت مرغوب ہیں۔ وہ روزانہ مچھلی بھون کر لاتا۔ اتفاق سے ایک دن اُسے مچھلی نہ ملی۔ اُس نے اپنی ران کو چیر کر مچھلی کی شکل میں بھون کر سوہنی کے حضور پیش کیا۔ امتحان کی حد ہو گئی۔ اب سوہنی نے کہا کہ میں دریا کے اُس پار آؤں گی۔ بدقسمتی سے سوہنی کی نند کو اس کے آنے جانے کا علم ہو گیا۔ اُس نے پکّے گھڑے کی بجائے کچّا گھڑا رکھ دیا۔ سوہنی اسی کچّے گھڑے پر تیر کر چناب عبور کرنے لگی۔ لیکن کہاں تک۔ آخر ڈوب گئی۔ مہینوال کو بھی اطلاع ہو گئی۔ وہ بھی دریا میں چھلانگ لگا گیا۔ اور آخر کار دو لاشیں دریائے چناب میں مل گئیں۔

قصّہ سسّی پنوں:۔

سسّی بھنبور کے بادشاہ آدم جام کی بیٹی تھی۔ پیدا ہوتے ہی نجومیوں کے کہنے پر آدم جام نے اسے ایک صندوق میں ڈال کر دریا میں بہا دیا۔ سسّی ایک دھوبی اتّا نام کے ہاتھ لگی۔ وہاں پل کر جوان ہوئی۔ اُس کے حسن کا شہرہ چار دانگِ عالم میں پھیلا۔ پنّوں کیچ کا شہزادہ اسے ملنے کے لئے آیا اور یہیں کا ہو رہا۔ آدم جام نے بھی سسّی سے شادی کرنے کی خواہش کی لیکن اُسے

معلوم ہو گیا۔ کہ یہ وہی ہے، جسے میں نے دریا کی نذر کر دیا تھا۔ آدم جام نے لاکھی باغ اُسے عطا کیا۔ سسی کی پنوں سے شادی ہو گئی۔ لیکن کیچکران کے بلوچ اپنے شہزادے کو رات کے اندھیرے میں بے ہوش کر کے لے گئے۔ سسی جاگی تو پنوں غائب۔ بے حواس ہو کر دوڑی۔ اور اسی بھاگ دوڑ میں تھلوں میں مر گئی۔ اُدھر پنوں کو جب ہوش آیا تو وہ سسی سسی پکارتا پیچھے کو بھاگا اور عین اُس جگہ آ پہنچا جہاں سسی کی لاش ریت میں دب چکی تھی۔ پنوں وہاں پہنچ کر سسی کی لاش کے ساتھ لپٹ گیا اور اُس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

مرزا صاحباں:۔

خان مرزا دانا باد (ضلع شیخوپورہ) کے ایک بڑے زمیندار کا بیٹا تھا۔ یہ ننھیال میں رہا کرتا تھا اور تعلیم حاصل کیا کرتا تھا۔ وہاں اس کی محبت صاحباں (جو اس کے حقیقی ماموں کی بیٹی تھی) سے ہو گئی۔ وہ اِس کے بغیر اور یہ اُس کے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔ معلوم ہونے پر صاحباں تو مسجد جانے سے روک لی گئی اور مرزا واپس اپنے گاؤں میں بلا لیا گیا۔

صاحباں کی شادی رچا دی گئی۔ اُس نے تمام حال اپنی پھوپھی بیبو کو کہہ سنایا۔ بیبو ادھر صاحباں کی پھوپھی اُدھر مرزے کی خالہ تھی۔ اُسے صاحباں کی حالت پر رحم آ گیا۔ اُس نے مدد کا وعدہ کرتے ہوئے مرزے کو پیغام بھجوا کر منگوا لیا۔ مرزا اپنی گھوڑی بکی نام پر سوار ہو کر آیا۔ اور اپنی بہن چھتی کی شادی درمیان میں چھوڑ کر آیا۔ اور چھتی کو روتے چھوڑ کر آیا۔ مرزے نے براتیوں سے شرط بد کر اُن کی پگڑیاں اُتار لیں۔ یہ بھی ایک نہایت بُری حرکت تھی۔ خیر معاملہ رفع دفع

ہو گیا۔ رات کو مرزا صاحباں کو لے کر فرار ہو آیا لیکن راستے میں نیند کے غلبے کی
تاب نہ لاتے ہوئے ایک جنڈی کے درخت کے نیچے صاحباں کے زانو پر سر رکھ
کر سو رہا۔ صاحباں نے یونہی اُس کی کمان مع تیروں کے درخت کے ساتھ لٹکا
دی۔ مرزا اُس وقت جاگا، جبکہ صاحباں کے لواحقین سر پر آ موجود ہوئے۔ مرزا مقابلے
کے لئے اُٹھا تو سہی لیکن نہتا تھا۔ زخمی ہو کر گرفتار ہوا۔ انہوں نے مرزے کو
جلتی آگ میں پھینک دیا۔ صاحباں یہ برداشت نہ کر سکی۔ اُس نے بھی چھلانگ
لگا دی اور مرزے کے ساتھ ہی بھسم ہو گئی ٭

فہرست قصہ ہائے ہیر ورانجھا

نمبر شمار	نام مصنف	جب تصنیف ہوا	کیفیت
۱	دمودر	سنہ ۱۵۶۹ء	سنہ ۱۹۲۶ء میں شائع ہوئی
۲	احمد	سنہ ۱۶۶۹ء	ابیات کی صورت میں شائع ہوئی۔
۳	میراں	عہد عالمگیر	سی حرفی کی صورت میں لکھی گئی۔
۴	حافظ برخوردار	" "	نایاب ہے۔
۵	مقبل	سنہ ۱۱۶۰ھ	مشہور تصنیف ہے۔
۶	وارث شاہ	سنہ ۱۱۸۱ھ	شہرۂ آفاق تصنیف ہے۔
۷	ہاشم شاہ	سنہ ۱۲۴۴ھ	نایاب ہے
۸	علی حیدر	سنہ ۱۱۰۱ھ	سی حرفی کی صورت میں ہے۔
۹	حامد شاہ	سنہ ۱۲۲۰ھ	مشہور تصنیف ہے۔
۱۰	چراغ دین اعوان	سنہ ۱۱۲۱ھ	مشہور تصنیف ہے۔
۱۱	بھگوان سنگھ	نامعلوم	
۱۲	گورداس	سنہ ۱۷۰۷ء	پنجاب یونیورسٹی لائبریری
۱۳	فضل شاہ	سنہ ۱۲۸۶ھ	
۱۴	محمد شاہ		سی حرفی کی صورت میں ہے۔
۱۵	کالی داس	انگریزی عہد	نام اس کا جیرا الگی رکھا ہے۔

۱۶	گورا منشی	انگریزی عہد	غیر مطبوعہ اور نایاب ہے۔
۱۷	اقبال دائم	" "	
۱۸	گوپال سنگھ	" "	
۱۹	بھگوان داس		
۲۰	کشن سنگھ		
۲۱	گوکل چند		
۲۲	کشور چند		
۲۳	امام دین منشی	انگریزی عہد	
۲۴	رن سنگھ		
۲۵	عبدالستار		
۲۶	کشتہ	انگریزی عہد	مشہور و معروف ہے
۲۷	بہیل		سی حرفی کی صورت میں ہے
۲۸	حسین		سی حرفی کی صورت میں ہے
۲۹	میران		ملتانی شاعر ہے۔
۳۰	میراں شاہ مانسروری		سی حرفی کی صورت میں ہے۔
۳۱	جگ سنگھ		قریشی عبدالغفور صاحب ذکر کرتے ہیں۔
۳۲	میاں محمد عمر		" " " "
۳۳	شاہ شرف		" " " "
۳۴	الہ دتہ ارائیں		بنارسی داس نے ذکر کیا ہے۔

۳۵	عبدالواحد عزیز	انگریزی عہد	تا حال طبع نہیں ہوئی
۳۶	ڈاکٹر فقیر محمد فقیر	” ”	قریشی صاحب نے ذکر کیا ہے۔
۳۷	غلام جیلانی رہتکی	” ”	” ”
۳۸	مولوی عبیداللہ	انگریزی عہد	سی حرفی کی صورت میں ہے۔
۳۹	مولا شاہ	” ”	
۴۰	نوردین		قریشی صاحب ذکر کرتے ہیں۔
۴۱	رام سنگھ	انگریزی عہد	
۴۲	روشن	” ”	
۴۳	لاہورا سنگھ	” ”	
۴۴	محمد دین سوختہ		
۴۵	کاہن سنگھ		
۴۶	چراغ	انگریزی عہد	

سسّی پنوں

۱	ہاشم شاہ	۱۱۶۶ھ پیدائش	طبع ہو چکی ہے۔
۲	غلام رسول صاحب قلعوی	۱۲۸۸ھ	طبع ہو چکی ہے۔
۳	نور محمد		قلمی نسخہ ہمارے پاس موجود ہے۔
۴	غلام محمد		
۵	حافظ برخوردار	عہد عالمگیر	مشہور و معروف ہے۔

۶	احمد یار	۱۷۶۸ء	
۷	مولا شاہ		
۸	سندر داس آرام		
۹	فضل شاہ	۱۳۰۲ھ	مشہور و معروف ہے
۱۰	عبدالواحد عزیز		"وقائع بیژن" کا لفظ بلفظ ترجمہ ہے
۱۱	محمد بوٹا	۱۳۲۰ھ	
۱۲	ملکھی رام		
۱۳	محمد رمضان وزیر آبادی		نایاب ہے
۱۴	اکبر شاہ	انگریزی عہد	
۱۵	میر حسین		
۱۶	اقبال دائم	انگریزی عہد	طبع ہو چکی ہے۔
۱۷	وارث شاہ	۱۱۵۰ھ پیدائش	ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ نے ذکر کیا ہے
۱۸	شاہ محمد	۱۷۸۵ء	سی حرفی کی صورت میں ہے
۱۹	ہاشم شاہ مخلص	۱۸۳۰ء	سی حرفی کی صورت میں ہے۔
۲۰	مولا شاہ مجیٹھوی	انگریزی عہد	
۲۱	عشق لہر	"	سی حرفی کی صورت میں ہے۔
۲۲	استاد نذیر احمد بٹ	موجودہ دور	
۲۳	مرزا نذیر اختر	"	
۲۴	بہبل	۱۱۹۲ء	

۲۵	کریم بخش جہلمی	انگریزی عہد	
۲۶	الٰہی شاہ	" "	موہن سنگھ صاحب دیوانہ نے ذکر کیا ہے
۲۷	سلطان احمد	" "	" " " " "
۲۸	خواہش علی		ڈاکٹر بنارسی داس نے ذکر کیا ہے۔
۲۹	مُکھ شاہ		" " " " "
۳۰	ہر سنگھ		" " " " "
۳۱	ہرنام سنگھ		" " " " "
۳۲	کشور چند		" " " " "
۳۳	سدارام		" " " " "

سوہنی مہینوال

۱	وارث شاہ	۱۱۵۰ھ پیدائش	اصل میں مرزا عبدالحمید کی تصنیف ہے
۲	فضل شاہ	۱۲۶۵ء	مشہور و معروف ہے
۳	ہاشم شاہ	۱۱۶۶ھ پیدائش	مشہور ہے۔
۴	احمد یار	۱۷۶۸ء	"
۵	چراغ دین		
۶	میاں محمد	انگریزی عہد	نایاب ہے۔
۷	قادر یار	سکھی عہد	مشہور ہے۔
۸	بوٹا		

۹	میاں احمد دین منڈھیالوی	انگریزی عہد	تا حال طبع نہیں ہوئی۔
۱۰	عبدالواحد عزیز	" "	تا حال طبع نہیں ہوئی قلمی نسخہ موجود ہے۔
۱۱	میراں شاہ جالندھری	" "	نایاب ہے۔
۱۲	فیروز دین	" "	
۱۳	سندر سنگھ		
۱۴	بھگوان سنگھ		
۱۵	اقبال دائم	انگریزی عہد	
۱۶	خیر محمد		قلمی نسخہ ڈاکٹر وحید قریشی صاحب کے پاس ہے۔
۱۷	فضل دین		ڈاکٹر بنارسی داس نے ذکر کیا ہے
۱۸	امیر علی		" " " "
۱۹	سدا رام		" " " "
۲۰	گنگا رام		" " " "
۲۱	سندر سنگھ		" " " "
۲۲	غمناک		" " " "

مرزا صاحباں

۱	پیلو	۱۵۶۳ تا ۱۶۰۶	ناپید ہے۔
۲	حافظ برخوردار	عہد عالمگیر	مشہور و معروف ہے۔

۳ بوٹا انگریزی عہد

۴ چراغ دین

۵ میاں محمد انگریزی عہد نایاب ہے

۶ اقبال دائم " "

۷ منشی خواہش علی

۸ میاں محمد دین لاہوری

۹ حشمت شاہ

۱۰ محمد شفیع

۱۱ جیون خاں مخدوم

۱۲ میراں شاہ جالندھری

۱۳ مستری مولا بخش انگریزی عہد ۱۸۸۵ء سے ۱۹۴۵ء تک مطبوعہ ہے ۔

۱۴ محمد شاہ

۱۵ جیون سنگھ

۱۶ سندر سنگھ انگریزی عہد ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ نے ذکر کیا ہے۔

۱۷ میاں شیر محمد نایاب ہے

۱۸ مولا شاہ مجیٹھوی ۱۳۲۵ھ

۱۹ بھگوان سنگھ مہراجیا

۲۰ قاضی فقیر محمد شاہ

۲۱ مرزا نذیر احمد اختر موجودہ دور گلزارِ عاشقاں نام ہے ۔

۲۲	شاہزادہ شاہد رضا	موجودہ دور	
۲۳	ایم۔ اے حشمت	" "	
۲۴	سید نواب شاہ		ڈاکٹر بنارسی صاحب نے ذکر کیا ہے۔
۲۵	شیر محمد	" "	" " " "

یوسف زلیخا

۱	حافظ برخوردار	۱۵۹۵ء	مشہور و معروف ہے۔
۲	مولوی غلام رسول صاحب عالم پوری	انگریزی عہد	مشہور و معروف ہے
۳	عبدالستار	" "	مشہور و معروف ہے
۴	عبدالحکیم ملتانی	۱۲۱۸ھ	مشہور و معروف ہے
۵	حشمت شاہ		طبع ہو چکی ہے۔
۶	دلپذیر	انگریزی عہد	" " "
۷	صدیق لالی	۱۱۳۳ھ	نایاب ہے۔
۸	احمد یار	۱۷۶۸ء پیدائش	طبع ہو چکی ہے۔
۹	فضل شاہ	۱۳۰۲ھ	مشہور ہے۔
۱۰	بہادر علی	انگریزی عہد	ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ نے ذکر کیا ہے۔
۱۱	گوپال سنگھ	"	" " " "
۱۲	اظہر بھیروی	"	"

۱۳ نامعلوم مصنف ۱۵۷۴ء سب سے قدیم نسخہ ہمارے پاس ہے

۱۴ ہاشم شاہ ۱۱۴۴ پیدائش محمد سرور صاحب نے ذکر کیا ہے۔

۱۵ عبدالرحمٰن فرد قادری۔

۱۶ اقبال دائم انگریزی عہد طبع ہو چکی ہے۔

۱۷ منظور ریٹ " بزبانی محمد عالم کپور تھلوی۔

لیلیٰ مجنوں

۱ ہاشم شاہ ۱۱۴۶ پیدائش نایاب ہے۔

۲ قادر بخش وزیر آبادی ۱۲۴۳ھ قلمی نسخہ ہمارے پاس موجود ہے۔

۳ فضل شاہ ۱۲۸۸ھ مشہور ہے

۴ احمد یار ۱۷۶۸ پیدائش نایاب ہے۔

۵ اقبال دائم انگریزی عہد

۶ ایم۔ اے حشمت " " طبع ہو چکی ہے۔

دل خورشید

۱ برکت علی طبع ہو چکا ہے۔

۲ خواہش علی " " "

۳ محمد بخش " " "

۴ روشن دین " " "

پُورن بھگت

۱	قادر یار	سکھی عہد	عام مشہور ہے
۲	کالیداس گوجرانوالیہ	انگریزی عہد	عام ملتا ہے
۳	بالک رام		″ ″
۴	دولت رام		
۵	مہاج چند		
۶	رام دھن		ڈاکٹر بنارسی داس ذکر کرتے ہیں۔
۷	دیو دیال		″ ″ ″ ″
۸	لدھا رام		″ ″ ″ ″
۹	بیلی رام		″ ″ ″ ″
۱۰	جوالا سنگھ		″ ″ ″ ″
۱۱	کشن سنگھ عارف		″ ″ ″ ″
۱۲	نند سنگھ		″ ″ ″ ″
۱۳	برج لعل		″ ″ ″ ″

احوال الآخرت

۱	غلام قادر		
۲	میاں محمد	انگریزی عہد	نایاب ہے۔

۳	فقیر درزی	۱۱۰۶ھ	مشہور ہے۔
۴	میاں رمضان چک سکندر	۱۱۹۶ھ	قلمی نسخہ ہمارے پاس موجود ہے۔
۵	دلپذیر	انگریزی عہد	طبع ہو چکی ہے۔
۶	مولوی حیات محمد واعظ سکنہ جوئیں پور	انگریزی عہد	طبع ہو چکی ہے
۷	عبدالعزیز	״	״
۸	قادری		
۹	روشن دین		
۱۰	راست گفتار		قلمی نسخہ ہمارے پاس موجود ہے۔
۱۱	محمد شفیع عاشق		

جنگ نامہ

۱	پیر محمد کاسبی	۱۵۹۲ء	قلمی نسخہ ہمارے پاس موجود ہے۔
۲	حافظ برخوردار	عالمگیری عہد	״ ״ ״
۳	مقبل	۱۱۶۰ھ	مشہور ہے
۴	احمد یار	۱۲۶۸ء ایڈیشن	نایاب ہے
۵	حسین		سترِ شہادتین کا ترجمہ ہے۔ درگلزار حسینی نام ہے۔
۶	حامد شاہ	۱۱۹۱ھ	

۷	شاہ چراغ		
۸	بوٹا	انگریزی عہد	
۹	اقبال دائم	" "	
۱۰	مولوی رکن دین	۱۱۳۶ھ	نایاب ہے
۱۱	مولوی نجم الدین ناز	انگریزی عہد	قلمی نسخہ راقم کے پاس موجود ہے۔
۱۲	محمد اعظم		
۱۳	غلام حسین شفیق		
۱۴	مرزا عبدالحمید		
۱۵	اکبر علی قانونگو	انگریزی عہد	جنگ نامہ زین العرب کے نام سے موسوم ہے۔
۱۶	حاتم علی ڈسکوی	۱۲۲۷ھ	جنگ نامہ امام علی الحق۔ قلمی نسخہ ہمارے پاس ہے۔
۱۷	میاں مصطفیٰ	۱۲۳۰ھ	جنگ نامہ امام علی الحق۔ طبع ہو چکا ہے۔ تا حال طبع نہیں ہوا۔
۱۸	قالی محمد بخش		
۱۹	مولوی نجم الدین فائز	انگریزی عہد	
۲۰	منظور احمد بٹ	موجودہ عہد	
۲۱	کریم بخش		جنگ نامہ علیؓ
۲۲	امیر علی جالندھری		" جنگ نامہ کربلا کے نام سے طبع ہو چکا ہے۔

۲۳ ایم۔ اے حشمت "کارنامۂ کربلا" تا حال طبع نہیں ہوا۔

سیرت النبیؐ و معراجنامہ

۱ خادم حسین ہاشمی

۲ اشرف فاروقی

۳ حکیم عبداللطیف عارف گجراتی۔

۴ مرزا نذیر احمد اختر

۵ منظور احمد بٹ۔

حصّہ چہارم

نثر

۱۔ مذہبیات
۲۔ شرعیات
۳۔ ناول
۴۔ ڈرامہ
۵۔ کہانی
۶۔ مقالے
۷۔ تاریخ و تنقید
۸۔ فنون
۹۔ پنجابی مجالس
۱۰۔ پنجابی فلمیں
۱۱۔ اخبار و رسائل
۱۲۔ طابع و ناشرین

پنجابی زبان کا نثری ادب

پنجابی ادب کا دوسرا اہم حصّہ نثر ہے۔ اگرچہ یہ فطری عمل ہے کہ ہر زبان کی نظم و نثر برابر ترقی کرتی ہے بلکہ نظم سے نثر کا پہلو زیادہ نمایاں ہوتا ہے کیونکہ روزمرّہ کی گفتگو میں نثر ہی ایک اہم جزو ہے۔ اس لحاظ سے نظم کا پہلو ہی عموماً مختصر رہا ہے۔ لیکن پنجابی ادبیات کے باب میں نظم کا پلّہ بھاری ہے۔ اس میں نظم کے مقابلہ میں پنجابی نثر کی مقدار بہت ہی کم ہے۔ اگرچہ پنجاب کے موجودہ علاقہ میں لودھیوں کے زمانے سے ہی پنجابی بولی جاتی رہی لیکن تعجب ہے کہ پنجابی نثر کی کتاب ایک بھی نہیں ملتی۔ سوائے اس کے کہ شروع میں گورو صاحبان کے دَور میں بابا نانک یا دیگر گوروؤں کی جنم ساکھیاں پنجابی نثر میں لکھی گئیں لیکن اُن میں بھی بعض کی زبان پنجابی نہیں بلکہ ہندوی ہے۔ جنم ساکھیوں کے علاوہ بعض اور بھی سکھ مت کی مذہبی کتابیں پنجابی زبان میں ملتی ہیں۔ جن کی تعداد معدودے چند ہے۔ اور زبان بھی صاف پنجابی نہیں یا ہندوی ہے یا مخلوط ہندی پنجابی۔

دراصل پنجابی نثر کی ابتداء انگریزی عہد سے ہوتی ہے۔ جس وقت پنجاب کے علاقہ میں ۱۸۶۲ء میں پنجاب یونیورسٹی کی بنیاد رکھی گئی اور انگریزی کالجوں کالجوں کا اجراء ہوا، اور لوگ انگریزی کے اسلوبِ تحریر سے متاثر ہوئے اور اُس وقت انگریزی کے اسلوب سے پنجابی زبان متاثر ہوئی۔ اور اب اس میں مقالے، مضامین، ناول، ڈراما، کہانیاں، اخبار و رسائل وغیرہ کا اجراء ہوا۔

مذہبیات :-

پنجابی نثر میں ابتدائی تحریریں جو دستیاب ہوتی ہیں وہ سکھ گوروؤں کی جنم ساکھیاں وغیرہ ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

سب سے پہلی اور پرانی جنم ساکھی وہ سمجھی جاتی ہے جس کو گورو انگد دیو کے بھائی بالے نے ۱۵۳۵ء میں مرتب کیا۔ دوسری جنم ساکھی بھائی منی سنگھ کی بتائی جاتی ہے جو کہ بھائی گوردواس کی ایک وار کی شرح ہے۔ تیسری جنم ساکھی ۱۵۸۸ء بھائی سیوا سنگھ نے لکھی۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی جنم ساکھیاں ہیں۔!

جنم ساکھیوں کے علاوہ بعض گوشٹاں (ملاقاتی گفتگو) پر بھی کتابیں ملتی ہیں جو کہ جنم ساکھیوں کا حصہ بتائی جاتی ہیں۔

ان گوشٹاں میں گوروؤں فقیروں، سادھوؤں، سنتوں اور پیروں کی آپس میں گفتگو درج ہے مشہور گوشٹاں حسب ذیل ہیں:-

(۱) اچتے رندھاوے دی گوشٹ (۲) مکے دی گوشٹ (۳) جنگمی دی گوشٹ (۴) نرنکار دی گوشٹ (۵) بڈھن دی گوشٹ۔ (۶) کلجگ دی گوشٹ (۷) بابا لال دی گوشٹ (۸) قارون دی گوشٹ۔ (۹) سدھ دی گوشٹ۔

پرچیاں ٹیکے :- پرچیاں ٹیکے وہ الفاظ ہیں جو گرنتھ صاحب کے شبدوں کی تشریح کرتے ہیں۔

ان جنم ساکھیوں، گوشٹوں اور پرچی ٹیکوں کی زبان خالص پنجابی نہیں! ان پر ہندی اور پراکرت کا اثر غالب ہے۔ البتہ پنجابی کی ابتدائی صورت گورو گرنتھ صاحب کی طرح کہی جاسکتی ہے۔

مذہبیات کے سلسلہ میں اسی طرح عیسائی مت کا بھی کافی سلسلہ پنجابی ادب میں پایا جاتا ہے۔ ڈاکٹر ڈگ ایم بیلی نے انجیل کا پنجابی میں ترجمہ کیا ہے جو گورمکھی رسم الخط میں شائع ہوا۔ پادری رحمت مسیح نے متعدد کتابیں پنجابی میں لکھیں۔ زبور کا پنجابی میں ترجمہ پادری امام دین نے عبرانی زبان سے کیا جو امریکہ میں بہت مقبول ہوا اور اس کے صلہ میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری ملی۔ اب حال ہی میں جوشوا فضل دین نے بائبل کا ترجمہ شائع کیا ہے۔

پنجاب پر جب انگریزوں کا تسلط ہوا تو انہوں نے سیاسی طور پر قدم جمانے کے علاوہ کچھ مذہبی اشاعت کی طرف بھی قدم اٹھایا۔ اُن کے پاس بھی پنجابی لوگوں کی مادری زبان کے سوا کوئی اور اہم حربہ نہ تھا۔ انہوں نے اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے مذہبی کتابوں کو پنجابی زبان میں ڈھالنے کا کام شروع کیا۔ چنانچہ عیسائی مشنریوں نے لدھیانہ، لاہور، نارووال، سیالکوٹ اور ترنتارن اس مقصد کے لئے مراکز مقرر کئے۔ جہاں مذہبی کتابوں کے ترجمے گورمکھی رسم الخط میں شائع ہوئے۔ مسٹر واٹلی نے مشن پریس جاری کیا۔ پھر پادری ایگل فورڈ نے ترنتارن میں ایک پریس جاری کیا۔ اس پریس میں عیسائی لٹریچر کی بہت سی کتابوں کے ترجمے ٹھیٹھ پنجابی میں شائع ہوئے۔ انجیل کا پنجابی میں ترجمہ ہوا اور انگریزی زبان میں پنجابی لغات اور گرامریں انگریزوں نے لکھیں۔ فقیر نور حسین نے محمد شاہ کے زمانے میں بھگوت گیتا کے فارسی ترجمے کو پنجابی میں منتقل کیا۔ اس کے علاوہ عیسائی اور ہندو مذہب کی بے شمار کتابیں پنجابی نثر میں منتقل ہوئیں جو گورمکھی رسم الخط میں ہونے کے سبب سے عام نہ ہو سکیں۔

شرعیات:۔

مذہبیات کا وہ حصّہ جو اسلامی علوم سے وابستہ ہے شرعیات کے نام
سے موسوم ہے۔

سب سے پہلی کتاب جو اس موضوع پر ملتی ہے وہ حافظ برخوردار ساکن تخت ہزارہ کا رسالہ بوہلی نماز ہے جو ۱۱۰۶ھ کے قریب تالیف ہوا۔ اس رسالہ میں نماز کے متعلق فقہی مسائل ہیں۔ زبان ٹکسالی ہے اور ادب کی چاشنی بہت کم، جو کہ نثر کی ابتدائی صورت پر دال ہے۔ حافظ برخوردار کے کافی عرصہ بعد کچھ رسالے نثر میں لکھے گئے جو کہ بچوں کے لیے اسلامی تعلیم کی غرض کے لیے تصنیف کیے گئے۔ ان میں سے پکی روٹی، مٹھی روٹی، مسّی روٹی خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔ یہاں کتابوں کے نام کے ساتھ روٹی کا التزام روٹی کی افادیت کے پیش نظر کیا گیا ہے۔ ان کتابوں کا انداز تحریر سوالاً جواباً ہے۔ لیکن سوال وجواب کا ڈھنگ نرالا ہے۔ ہر ایک سوال اس طرح کیا جاتا ہے "جیکر تینوں پچھے پنج بنا اسلام دے کیہڑے ہین۔ تو آکھ جے۔ کلمہ پڑھنا ہک۔ نماز پڑھنی دو۔ روزے رکھنے ترے۔ زکوٰۃ دینی چار تے حج کرنا پنج"۔ مذہبیات کی تمام کی تمام کتابیں اسی اسلوب میں لکھی گئی ہیں۔ جیسے دو آدمی بالمشافہ گفتگو کرتے ہیں اور یہ ڈرامائی انداز تحریر مسلمانوں ہی کی اختراع ہے۔

ان فقہی رسائل سے قطع نظر قرآن پاک کے بھی متعدد ترجمے پنجابی نثر میں ہوئے جن میں سے عبداللہ جکڑالوی، میاں محمد لکھوی اور میاں محمد حیٓنو والے ترجمے خاص طور پر مشہور ہیں۔ ان کے علاوہ عبدالکریم ساکن جھنگ گھیانہ کی مشہور کتاب

نجات المومنین کی مبسوط شرح پنجابی نثر میں میر سید مخدوم ساکن لنگر شریف نے لکھی دریہ پہلی شرح ہے جو پنجابی نثر میں لکھی گئی۔ مخدوم صاحب نے افزاع مولوی عبداللہ کی شرح بھی لکھی ہے لیکن وہ اردو زبان میں ہے۔

ناول :-

داستان گوئی ہر ملک اور ہر زبان میں قدیم سے چلی آ رہی ہے کہ بوڑھی عورتیں اپنے چھوٹے بچوں کو کہانیاں سنایا کرتی تھیں۔ اور انہی بنیادوں پر ناول کی عمارت کھڑی کی گئی۔ جن میں مغربی ادب کے زیر اثر بعض فنی خصوصیات بھی آگئیں جو ہماری قدیم داستانوں میں نہ تھیں۔

ناول ایک طویل داستان کو کہتے ہیں جس میں کسی ملک یا خاندان کی پوری معاشرتی زندگی دکھائی جاتی ہے۔ ان ناولوں سے کئی مذہبی، اخلاقی، سماجی، سیاسی اور رومانی کام لئے گئے اور انہیں انہی حصص میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ تاریخی لحاظ سے ناول کو چار ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

پہلا دور :- اس دور میں سب سے پہلے ناول نگار بھائی ویر سنگھ امرت سری ہیں جن کا زمانۂ حیات ۱۸۷۲ء سے ۱۹۵۷ء تک بتایا جاتا ہے۔ ان کے چار ناول سندری۔ بجے سنگھ۔ ستونت کور۔ اور بابا نودھ سنگھ مشہور ہیں۔ پہلے تین ناول مذہبی اور تاریخی قسم ہیں اور بابا نودھ سنگھ اِس سماج کا اصلاحی ناول ہے۔

چرن سنگھ شہید :- ۱۸۹۳ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۵۷ء میں وفات پائی۔ ان کے ناول رنجیت کور اور دلیر کور نیم تاریخی قسم کے ناول ہیں۔ ان کے علاوہ شرابکے۔ چنچل مورتیاں۔ دو وہٹیاں۔ ڈاکٹر دی ڈائری مشہور ناول ہیں۔ ان کی ناول نگاری

کا خاصہ یہ ہے کہ یہ حقیقت نگاری کے شیدائی ہیں اور اپنے ارد گرد کا ماحول ان کے پیشِ نظر رہتا ہے۔

موہن سنگھ وید :۔ موہن سنگھ وید کے ناول اک سکھ گھرانہ۔ سریشٹ کُلاں دی چال، سُکھی پروار۔ دلتی پیارہ مشہور رہیں۔ ان میں یورپی تہذیب کی بُرائیاں اور سکھی مذہبی خیالات کے تاثرات پائے جاتے ہیں۔

ماسٹر تارا سنگھ اور نرندر سنگھ نے مشترکہ طور پر پریم لگنی، پتیا سنگھ پریم لگن سُتھے۔ جن میں سے قومی بیداری کا سبق ملتا ہے۔ اور مُردہ روحیں بیدار ہوتی ہیں۔ اِس موضوع پر سب سے پہلے انہی لوگوں کے ناول ملتے ہیں۔

دُوسرا دَور :۔ دوسرے دَور میں نانک سنگھ۔ الیشور چند رندا۔ گور بخش سنگھ۔ جوشوا فضل دین اور میراں بخش منہاس کا نام سرِفہرست ہے۔ ان ناول نگاروں نے سکھی سماج سے نکل کر سارے سماج کو اپنایا جس میں عام لوگوں کے دُکھ درد چھیڑے گئے اور مذہبی راہنماؤں کی خامیاں بیان کی گئیں۔ اور انگریزی پالیسی اور ہندو مسلم نفاق کی تردید کی گئی ہے۔

نانک سنگھ نے چٹا لہو۔ ادھ کھڑیا پھُل۔ کُوڑی دنیا۔ اگّ دی کھیڈ۔ آدم خور وغیرہ پینتیس ناول لکھے ہیں جن میں اُس نے محولہ بالا خیالات کو خوب اُجاگر کیا ہے اور ہر کہانی میں اپنے موضوع کو خوب بیان کیا ہے لیکن جدّت پیدا نہیں کی۔ نانک سنگھ کے ناولوں کا اُردو کے مشہور ناول نگار ایم۔ اسلم سے اچھی طرح مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔

الیشور چندر رندا :۔ آپ نے مرادادہ تیج کور دو ناول لکھے ہیں۔ یہ حقیقت

میں ڈراما نویسی ہے۔ ناول نویس اتنا اچھا نہیں اور نہ ہی نانک سنگھ کی کہانیوں جیسی خوبی اس کے پاس موجود ہے۔

ہربخش سنگھ نے شکنتلا کے نام ایک ایسا ناول لکھا جس میں اس دور کے تمام سیاسی رجحانات کو آزادی کی لہر میں سمویا ہے۔

جوشوا فضل دین۔ پنجابی زبان کی خدمت، مذہبی فریضہ سمجھ کر کرتے ہیں انہوں نے پتی ورتا کملا، ۱۹۲۳ء میں پرجا، ۱۹۴۶ء میں، برکتے ۱۹۵۲ء اور ایک اور ناول منڈے والی، لکھے جو سب کے سب پسندیدہ ہیں۔

میراں بخش منہاس پہلے مسلمان ناول نگار ہیں جنہوں نے پنجابی میں ایک ناول "جٹ دی کرتوت" عرف "نواب خاں" لکھا جس میں دیہاتی زندگی کی جھلک دکھائی گئی ہے۔

تیسرا دور:۔ یہ دور سنت سنگھ سیکھوں، سریندر سنگھ نرولا اور کرتار سنگھ دگل پر مشتمل ہے۔ اس دور میں ناول پرانی مذہبی اور سماجی رٹ سے ہٹ کر ذرا وسیع ماحول میں نظر آتا ہے جس کے تقاضے پہلے سے بہت وسیع ہیں۔ اس موضوع کا سب سے بہتر نمونہ سنت سنگھ سیکھوں کا "لہو مٹی" ہے۔ سنت سنگھ نے چرن سنگھ شہید کی حقیقت نگاری اور نانک سنگھ کی خوبی کو آسمان تک پہنچایا ہے۔

سریندر سنگھ نرولا۔ سریندر سنگھ نرولا کے ناول پیو پتر۔ اپنے پرائے جگراتا۔ دل دریا۔ رنگ محل۔ لوک دشمن۔ نیلی بار۔ دین دنیا۔ جگ بیتی بہت مشہور ہیں۔ سریندر نرولا بھی مارکسزم سے اسی طرح متاثر ہے جس طرح سنت سنگھ، لیکن اس کی حقیقت نگاری دوسرے ناول نگاروں سے علیحدہ قسم کی ہے۔ اس

نے اپنے ناولوں میں لوگوں کو دوست و دشمن کی پہچان بتائی ہے۔

کرتار سنگھ دُگل :- کرتار سنگھ دُگل کے دو ناول آندراں۔ نَوْنہہ تے ماس مشہور ہیں۔ ان میں جنسیاتی رنگ زیادہ نمایاں ہے۔ اس کے ناولوں کا مقابلہ عصمت چغتائی اور سعادت حسن منٹو سے بآسانی کیا جا سکتا ہے۔

چوتھا دَور :- اس دَور کے ناول نگار جسونت سنگھ کنول۔ نریندر پال سنگھ۔ امرتا پریتم۔ سرجیت سنگھ سیٹھی۔ عبدالمجید بھٹی اور افضل احسن ہیں۔ ان ناول نگاروں نے ناول میں جدّت پیدا کی ہے اور پُرانے ناولوں کی طرح ایک ہی موضوع کو مدِّ نظر نہیں رکھا بلکہ ناول میں تاریخی اور سماجی حالات بتاتے ہیں۔ ان کے سامنے زندگی ایک اتھاہ سمندر ہے جس میں طرح طرح کی موجیں اٹھتی ہیں۔ ان کے ناول تقسیم ہند و پاکستان سے بھی متاثر ہیں۔

جسونت سنگھ کنول :- کے ناول پاپی۔ پورن ماشی۔ رات باقی ہے۔ روپ دھارا، مسیح نوں پھانسی۔ رومان کا رنگ نمایاں ہوتا ہے اور کہانی سیدھی سادی۔

کرنل نریندر پال سنگھ :- کے ناول ملاح۔ سیناپتی۔ انتالی ورھے۔ بھید اِک راہ۔ والوں نی۔ ٹھنڈیوں کھی۔ اِک پڑا تُسکی تیر با جال۔ امن دے راہ۔ بت مارگ جانا ہیں۔ نریندر پال سنگھ کے سوائے ایک دو ناولوں کے باقی تمام ناول تاریخی نوعیت کے ہیں جن میں فوجی زندگی کا رنگ نمایاں ہے۔ ان کا سب سے بہتر ناول "امن دے راہ" ہے جس میں انہوں نے جنگ کے خلاف نعرہ بلند کیا۔ ان کے ناولوں میں حسبِ دستور تاریخ نویسوں کے اپنے ہنر کی سب سے

زیادہ تعریف اور اُس کی خامیوں سے چشم پوشی ہے۔

امرتا پریتم :۔ امرتا پریتم نے ڈاکٹر دیو۔ پنجر۔ آہلنا۔ بُلاوا۔ تیاگ۔ اِک سوال۔ آشو نام کے ناول لکھے ہیں۔ امرتا پریتم بنیادی طور پر شاعرہ ہے اِس لئے اِس کے ناولوں میں شاعرانہ رنگ زیادہ ہے اور زندگی کو خوشگوار رنگ میں دیکھتی ہیں۔

سرجیت سنگھ سیٹھی :۔ آپ کے ناول جنتا جاگی۔ ریت دا پہاڑ۔ اک خالی پیالہ۔ شہر دی گل۔ کندھی تے رُکھڑا مشہور ہیں۔ سرجیت سنگھ کا مطالعہ بہت وسیع ہے اور مشاہدہ بہت گہرا۔ اس کے ناولوں میں طرح طرح کی باتیں ہوتی ہیں اور موضوع کے ہر پہلو کو غور سے دیکھتا ہے۔ ناول دلچسپ اور پُرمزہ ہیں۔

عبدالمجید بھٹی :۔ پاکستان میں سب سے پہلا ناول جوشوا فضل دین کا برکتے شائع ہوا۔ اُس کے فوراً بعد عبدالمجید بھٹی کا ناول ٹھیڈا شائع ہوا۔ ٹھیڈا میں شہری زندگی کے موضوعات پر بحث ہے اور ناول نہایت کامیابی سے لکھا گیا ہے جس کا ہر پہلو دلچسپ اور پُرلطف ہے۔ ٹھیڈا کا شمار بہترین ناولوں میں ہے۔

افضل احسن :۔ افضل احسن پاکستان میں مشہور ادیب ہیں جنہوں نے پنجابی میں کہانیاں، ڈرامے اور ناول لکھے۔ اِن کی تمام کہانیوں میں بڑا زور اور خلوص ہے۔ اِن کا ناول "دیوا تے دریا" مجید بھٹی کے ناول ٹھیڈا کے مقابلے میں دیہاتی موضوعات کو اجاگر کرتا ہے اور دیہاتی زندگی کی ایک عمدہ اور دلکش تصویر ہے۔

ان محولہ بالا ناول نگاروں کے علاوہ پاکستان میں نیاز۔ الطاف قریشی۔ شوکت چودھری۔ ریاض احمد سلیم اور افضل طاہر ہیں لیکن افسوس ان کے ناول تاحال شائع نہیں ہوئے۔ سلیم خاں گمی کا ناول سانجھ اور منظور انور قریشی کا بولدے پتھر اس موضوع میں اعلیٰ پائے کی چیزیں ہیں۔

ناول کی عمر تاحال کوئی پچاس ساٹھ برس کی ہو گی۔ اتنے عرصہ میں تقریباً پانچسو سے زیادہ ناول لکھے جا چکے ہیں اور لکھے جا رہے ہیں۔ اور یہ رفتار کوئی مایوس کن نہیں۔

آخر میں مشرقی پنجاب میں شائع شدہ ناولوں کی ایک طویل فہرست محترم ملک شہباز صاحب کے شکریہ کے ساتھ درج کی جاتی ہے۔

نانک سنگھ ناولسٹ:

(۱) آستک ناستک (۲) ان سیتے زخم (۳) مٹھا موہرا (۴) پریم سنگیت
(۵) متریئی ماں (۶) پجاری (۷) چتر کار (۸) آدم خور (۹) جیون سنگرام
(۱۰) غریب دی دنیا (۱۱) ٹٹی دنیا (۱۲) دور کنارا (۱۳) کاغذاں دی بیڑی
(۱۴) فولادی پھل (۱۵) پوتر پاپی (۱۶) سوہن کا نتا (۱۷) پاپ دی کھٹی
(۱۸) بنجر (۱۹) ناسور (۲۰) منجدھار (۲۱) پیار دی دنیا (۲۲) گنگا جلی وچ شراب
(۲۳) دھندلے پرچھانویں (۲۴) سنگم (۲۵) چٹا لہو (۲۶) ادھ کھڑیا پھل
(۲۷) کٹی ہوئی پتنگ (۲۸) رجنی (۲۹) سولاں دی سیج (۳۰) کال چکر
(۳۱) چھلاوا (۳۲) پراسچت (۳۳) اگ دی کھیڈ (۳۴) خون دے سوہلے
(۳۵) لومیرج (۳۶) اک میان دو تلواراں (۳۷) ور نہیں سراپ۔

ترلوک سنگھ :-

(١) صبر دے گھُٹ (٢) سردارنی سداکور (٣) گونگی چلدی رہی (۴) مہارانی جند کور (٦) مہارانی جنداں (٧) سکھ راج دیاں شاماں (٨) سندر ناری (٩) باغی ناری۔ (١٠) پریت ادھولئے (١١) خون کس کیتا (١٢) اڈیک وا انت (١٣) دیوی (١۴) سماج دے اگو (١٥) لال قلعے دی قیدن (١٦) سوہن دی ہٹی (١٧) جلیانوالہ باغ (١٨) بہادر شیرنی کور۔

سوہن سنگھ

(١) جنگ یاں امن (٢) دیوے دی لو (٣) وجھ گن (۴) انتی سندرتا (٥) تپو نستھاتل (٦) مُل دا ماس (٧) دُکھے ماں پُت (٨) بدلہ۔

موہن سنگھ ایم ۔ اے (١) بیتنگھ (٢) ناٹک

ہرسندر کور گریوال (١) چِھڈیا گھر (٢) ڈھنڈیا گھر

سادھو سنگھ ہمدرد (١) جیت گجھیل سنگھ

گورچرن سنگھ (١) وگدی سی راوی۔

بھائی ویر سنگھ (١) بابا نودھ سنگھ (٢) سبے سنگھ (٣) دشنت کور (۴) سندری۔

دامودر سنگھ ۔ (١) لوک راج۔

بلونت گارگی ۔ (١) ککاریتا۔

رام سنگھ دت ۔ (١) ندی کنارے

ہرنام داس صحرائی ۔ (١) لوگڑھ۔

دیوندر ستیارتھی ۔ (١) خوشبو۔

ایس ایس اموّل ۔ (١) گلابا (٢) جیون گنجھلی (٣) سیوادار

سنت سنگھ سیکھوں ۔ (١) لہو مٹی۔

ہری سنگھ دلبر ۔ (١) ندیاں ٹُبے ویہن

ہری سنگھ ۔ (١) بانہہ جنہاں دی پکڑیئے۔

گوربخش سنگھ ۔ (١) ان ڈِیاہی ماں۔ (٢) ماں (ترجمہ)

جوگندر سنگھ ۔ (١) کملا ۔ (٢) کامنی۔

سوڈھی برجندر سنگھ ۔ (١) خونی (٢) دلائے

کیسر سنگھ عاجز۔ (۱) لہر دوہھدی گئی
سریندر سنگھ کوہلی۔ (۱) پاروں آئے چار بنے
نریندر سنگھ سورج۔ (۱) ماں (۲) مزدور (ترجمہ)
(۳) بھانتاں ماراں (۴) ٹھیے تارے
(۵) بھانسی (۶) جبت
جمنا داس اختر۔ (۱) بھی (۲) بیتیارا
پیارا سنگھ داتا (۱) دھوتی لالولال ۱۹۴۴ء
پرتھوی راج شرما (۱) سمے اسینہاں
میجر اے ایس مان (۱) انوکھا پردیسی۔
جگجیت سنگھ آنند۔ (۱) گنجی دی کہانی۔
(جاپانی توں ترجمہ)
مہندر سنگھ سرنا۔ (۱) کانگاں دے کندھے
(۲) پیڑاں ملے راہ
خوشونت سنگھ۔ (۱) پاکستان میل۔
آنریبل ہرنام سنگھ (۱) موہن بھرا۔
جوشوا فضل دین (۱) برکتے (۲) کملا
کرتار سنگھ۔ (۱) ڈھٹے (ترجمہ) (۲) قسمی پرانہ
(۳) کرماں دی کھیڈ (۴) ماتا ہیری
ڈاکٹر مقبول سنگھ۔ (۱) ستریا موہن۔

بلبیر سنگھ دل۔ (۱) ان چھٹ سیکھراں
وشیشر ناتھ ایم۔اے۔ (۱) عورت
(۲) مردوی دنیا (۳) منڈو۔
کرتار سنگھ سوری (۱) ٹٹیا آہلنا۔
ایم۔ایس سیٹھی۔ (۱) پرچھاویاں دی کھیڈ (ترجمہ)
پرنسپل سردار سنگھ ستر (۱) فوجی (۲) پھڑلدا پنچھی
(۳) روپ دا پجاری۔
موہن سنگھ پریم۔ (۱) دل ٹوٹے ٹوٹے
(۲) نواں جیون۔
گورتخت سنگھ۔ (۱) گھاہ دیاں پتیاں (ترجمہ)
سردار گورمکھ سنگھ۔ (۱) دھان دا ٹوپہ۔
(ملیالم توں ترجمہ)
بنکم چیٹرجی۔ (۱) رجنی۔ (۲) پریم دی دنیا۔
(۳) دیوی چودھرانی (۴) وصیت نامہ
بلونت سنگھ صید۔ (۱) انبھول پنچھی۔
درشن اشیش۔ (۱) بوٹا سنگھ۔
ایس۔ایس کنول (۱) چوٹ سنے چوٹ۔
(۲) خونی ہوبیاں (۳) مزدور کرن۔
(۴) لال پنجا۔ (۵) خونی گنگا۔
(۶) [illegible]

سرنیدر سنگھ۔ (۱) پیڑاں ملے راہ
(۲) کانگاں دے کنڈھے
کلدیپ سنگھ۔ ایم۔ اے (۱) راج کماری
آنریبل درشن سنگھ۔ (۱) کپتان دی دھی۔
کرتار سنگھ سچدیو۔ (۱) گمنام کڑی دے خط۔
درشن سنگھ آوارہ۔ (۱) پردیسی سجن آئے۔
جیون سنگھ۔ (۱) مردوال دے ملک
(مختلف زبانوں میں ترجمہ)

سریندر جیت برار۔ (۱) داداتل
جسونت کور ایم۔ اے (۱) بل دان
ماسٹر تارا سنگھ (۱) پریم لگن (۲) بابا تیغا سنگھ
شرت چندر چیٹرجی۔ (۱) چھجا (۲) دیوداس
(۳) بڑی بی بی۔
سنتوکھ سنگھ دھیر (۱) برہٹرو (۲) پت جھڑ پرانے
گورنام سنگھ تیر (۱) مسلمان دا لوٹا
حنیف چوہدری۔ (۱) مہندی والے ہتھ۔

ڈرامہ:۔

ڈرامے کا وجود پنجابی لٹریچر میں اگرچہ انگریزی عہد سے قبل کا ہے لیکن فرق نمایاں ہے کہ پہلے پہل ناٹک عملی طور پر دکھائے جاتے تھے۔ بعض تحریر کی صورت میں بھی آئے لیکن ان کا موضوع راجاؤں مہاراجاؤں، دیوی دیوتاؤں اور مذہبی موضوعات کے ارد گرد ہوتا مثلاً رام لیلا، کرشن لیلا۔ اسی طرز کے ناٹک ہیں۔ انگریزوں کی آمد سے یورپین انداز فکر کے ڈرامے لکھے جانے کا رواج ہوا۔ بھائی ویر سنگھ نے راجا لکھی ناٹک لکھا جس میں سکھوں کی حالت کا نقشہ کھینچا گیا۔ بھائی دت سنگھ نے راج پربودھ لکھا جس میں رعایا اور راجاؤں کے عمدہ اسلوب کا سبق دیا۔ لالہ کرپا رام ساگر نے تاریخی ناٹک "رنجیت سنگھ دی بہادری" ٹھیٹ پنجابی زبان میں لکھا جس میں مزاح کا رنگ نمایاں ہے۔

پروفیسر برج لعل۔ پروفیسر ایشور چند نندا بھی پنجابی کے ڈرامانگاروں میں ہیں۔ پورن ادیش
پروفیسر برج لال کے مشہور ڈرامے ہیں۔ سبھدرا اور بلی دادا یاد۔ ایشور چند نندا
کی ڈرامانگاری کی عمدہ مثالیں ہیں۔ باوا بدھ سنگھ نے نار نویلی۔ سردار گوربخش سنگھ
نے (پریت لڑی رسالہ ہے) بن باہی ماں۔ راجکماری لتیکا پروفیسر گوپال سنگھ
دردی نے رانی جنداں۔ سردار ہرچرن سنگھ نے راجہ پورس۔ کلا کماری۔ دو دو ندا ڈے
شہروں۔ جوشوا فضل دین نے پنڈ دے ویری۔ سردار مان سنگھ نے "وکرم اروسی"
ڈاکٹر چرن سنگھ نے شکنتلا اور ایشور چند نندا نے شاموں شاہ کے نام سے ڈرامے
لکھے۔

ایکانکی ناٹک دوسرے ناٹکوں سے پنجابی ادب میں زیادہ مؤثر ثابت ہوئے
جن میں اخلاقی۔ سماجی اور معاشرتی بدعنوانیوں پر عمدہ طریق سے چوٹ کرنے کے
طرز طریق موجود ہیں۔ ان ناٹکوں کی زبان نہایت عمدہ اور پُرمزہ ہے۔ مندرجہ ذیل
ایکانکی ناٹک بہت مشہور ہیں۔

پروفیسر سنت سنگھ سیکھوں کا مجموعہ "چھ گھر" سردار بخش سنگھ کا پریم مکٹ پورب پچھم
سردار ہرچرن سنگھ کا جیون لیلا۔ پریتم سنگھ سفیر کا پنج ناٹک۔

ان سکھ یا ہندو مصنفین کے علاوہ مندرجہ ذیل مسلمان مصنفین کے مختصر ڈرامے
بعض جرائد میں دیکھنے میں آتے ہیں۔ ان میں صوفی تبسم صاحب پیش پیش ہیں۔ ان کا
دو ناٹک کا ترجمہ نہایت عمدہ ہے۔ سجاد حیدر ایم۔ اے کے ہوا دے ہو کے ۔۔
چھا گجھرے مگر مگر۔ ونجارا میرے ہان دا۔ دل دریا۔ اعلیٰ پایہ کی چیزیں ہیں۔ اس
کے علاوہ شفقت تنویر مرزا کا ڈرامہ "اک حقیقت دی روشنی" سلیم خاں گمی کے "چل موتیے دے"

"چیچی شاہ" محبت خاں سومری اعلیٰ درجے کی چیزیں ہیں۔ مسٹر سلیم خاں گمی ذات کے پٹھان ہیں۔ جین پور تھانہ دینا نگر تحصیل، ضلع گورداسپور اُن کا اصل وطن ہے۔ اب بارہ منگا، تھانہ کوٹ بینا، تحصیل شکر گڑھ ضلع سیالکوٹ میں رہائش پذیر ہیں تاریخ پیدائش ۲۹ جون ۱۹۳۲ء ہے۔ آپ متعدد روزناموں کے ایڈیٹر رہ چکے ہیں۔ آج کل ریڈیو پاکستان راولپنڈی میں کام کر رہے ہیں۔ شہباز ملک کے تریت۔ دُھواں رولی۔ اُچے نگ۔ لیادر۔ اکت تے کمی۔ ونجارے۔ نادر دی وار دی تشکیل پنجابی ادب میں اعلیٰ پائے کے ڈرامے ہیں۔

اس کے علاوہ حسن اعرافی کا ڈھلدے پرچھاویں۔ افراسیاب کا حبال۔ ریاض احمد سلیم کا دلاں دی چانی۔ نذر قریشی کا چلتر۔ محمد صدیق کا سپیرا موجودہ دور کے ڈراموں کی عمدہ مثالیں ہیں۔ شیخ اقبال۔ سلطان علی کھوسٹ۔ اشفاق احمد۔ بانو قدسیہ۔ نواز۔ رفیع پیرزادہ۔ شہباز ملک۔ آغا اشرف۔ راجہ رسالو۔ منصور قیصر۔ ریاض احمد سلیم۔ کشور نصیر پاکستان کے موجودہ دور میں اچھے ڈرامہ نگار ہیں۔

مشرقی پنجاب (ہندوستان) میں صنف ڈرامہ نگاری کو خاص طور پر ترقی ہوئی تھوڑے عرصہ میں بے شمار ڈرامے لکھے گئے جن کی صرف فہرست ہی اوراق کی کوتاہ دامنی کے پیش نظر شامل کی جاتی ہے۔ یہ فہرست شہباز ملک کی وساطت سے میسر ہوئی۔ جس کے لیے مرتبین ان کے شکر گزار ہیں۔

گوربچن سنگھ: پریت مکٹ، سکے دی ہوا، راج کمار رلتیکا، کودھرے دی روٹی، کیہردے دو ناٹک۔ (ترجمہ)

موہن سنگھ دیوانہ:- ایکانگی ڈراما، پنکھڑیاں۔

بلونت گارگی :- مونیلاٹ ۔ سل پتھر ۔ سوہنی ۔ کنارگی دے ناٹک ۔ سوگند سمیر
(اس ڈرامہ پر انعام حاصل کیا) کنک دی بلی۔

جسونت کور آہلووالیہ :- ریت (دسمبر ۱۹۶۱ء میں اس ڈرامہ پر انعام ملا)

کرتار سنگھ دگل :- منظوم ڈرامہ اک ۔ آتم گھاٹ ۔ تین ناٹک ۔ ست ناٹک ۔
پرانیاں بوتلاں ۔ مٹھا پانی ۔ کوہکن ۔

بلبیر سنگھ :- اودوں تے ہن ۔ سپنا ٹٹ گیا ۔ ست جگ توں کل جگ ۔ موہ مایا ۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ ۔ پر راج ۔ جوڑیں اک رنگی ۔ سب چور ۔ پھل نیر پیلے سنے ۔
اروند ۔ ونجارے ۔

گوردیال کھوسلہ :- بوہے بیٹھی دھی ۔ بے گھرے ۔ تنے ہور ڈراما ۔ مرمٹن والے
لوک انگی ۔

ایس ۔ ایس مول :- تپست پون ۔ سردار جسا سنگھ آہلووالیہ ۔ سمے دے تن رنگ ۔
سنت سنگھ سیکھوں :- مارث ۔ نال سینیہہ ۔ بابا بوہڑ منظوم ۔ ویاہی (منظوم) ۔
تپسیا کیوں کھپیا ۔ سویاں سار نہ کوئی ۔ کلاکار ۔ چھ گھر ۔ ہیرے دی اک انگی ۔
نارکی ۔ سندر پدھ ۔ بھوداں ۔ داترجمہ ۔ دمیانتی ۔ بیالاں دی ٹھیکی (ترجمہ)

ہری سنگھ دھیر :- دیش دی خاطر ۔ پھل دار بوٹے ۔

گوربخش سنگھ :- پریت لڑی ۔ پریت مکٹ ۔

نرنجن سنگھ :- تن کانے ۔ چھ ادسنے ۔ جاگیردار ۔ قوماں دا اکسارو ۔

جگجیت سنگھ دوہرا :- جیون دے موڑ تے ۔ نویں دنیا نویں راہ ۔

کپور سنگھ گھمن :- جوڑیاں جگ تھوڑیاں ۔ دو جیتاں دو موتاں ۔

کنور سنگھ: ذیلدار۔ رب دے رنگ۔ ان ہونی۔ غلط قیمتاں۔
سرجیت سنگھ سیلیٹھی۔ وس چونوے۔ اک رنگی۔ کافی ہاؤس۔ چلدے پھر دے بت۔
کچا گھڑا۔
گوردیال سنگھ بہل: ادھڑک پیچ رہے۔ ناری دی جاگ۔ آدمی دی عقل۔ کالجیٹ۔
رات کٹ گئی۔ کلا تے زندگی۔ نیک۔ کنبدے عشوہر جوڑی۔ اج کل۔
سواد دے ناٹک۔ ساتھی کالجیٹ جوڑی۔ کنک ما بوبل۔ پیسا۔ لالہ حق۔
نریاں جرتاں۔ جیون۔
پیارا سنگھ پھوگل:۔ دن رات۔ ساڑ۔ دھن پر۔ اج کاج سواہیلے۔
نہال سنگھ رس:۔ جیوں پھا دے (ترجمہ)
دنیا دیچ پہلی موت۔ بدلی دنیا۔
کرپا ساگر۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ۔
گوردیو سنگھ مان۔ چانن راہ دے روڑے۔
میجر مکھن سنگھ:۔ کالا مندر۔
آئی۔ اے۔ تندا:۔ دو گھر جھلکارے لشکارے۔ سوجھ دھراں۔
گوربخش پال سنگھ:۔ اشٹ پر دھان۔
اندر سنگھ چکرورتی:۔ پورب، پچھم۔
ہرسرن سنگھ:۔ پھل کملا گئے۔
ہرچرن سنگھ:۔ پونیاں دا چن۔ راجہ پورس۔ دوش۔ تیرا گھر سو سیرا گھر۔
بلیس اک رنگی۔ ان جوڑ۔ جیون لیلا۔ دور دوراڈے شہروں۔ سپت رشی۔

جگرا. داس پر انعام ملا) گیڑا. ساہنجھ راز. کھیڈن دے دن چار.

کملا کماری. میرے چونویں اک رنگی. رتاں نو. ہر رُتے دی خوشبو.

جوشوا فضل دین:. دیہاتی نلوا. ذیلدار. پنڈ دے ویری.

اشفاق احمد:. ٹاہلی دے تھلے.

سجا سنگھ زخمی:. زردوش دوش.

اوکار ناتھ:. نگری بل اوہدے.

امریک سنگھ:. جیون چھکاں. آساں دے انبار. راہاں تے نکھیڑ تے. یکم کہ کہ دم.

مان سنگھ:. چھ اک انگی. کالیداس دے ناٹک وکرم

ڈاکٹر روشن لال آہوجہ:. میرے نو اک انگی. کلاتی. وکاش. سہوگ. ہریو رتن.

کامنگا دی دکھانت. کا ہندی ناٹک (دو حصے) نویں کھوں.

نرمل پابندی. سنگار. پھلدار بوٹے.

غلام نبی بشیر احمد. ڈنمارک دا شہزادہ.

گورچرن سنگھ. جبو جا. گادکھا. شبر لکھا. مکڑی دا جال

سکھراج سنگھ. چندر گپت موریا

ہربھجن سنگھ. ٹیگور ڈرامے. (ترجمے)

کہانی :-

کہانی یا گلپ :- گلپ ایک ہندی کا لفظ ہے جو بنگالی زبان سے لیا گیا ہے
انگریزی میں اسے RT STORY کہتے ہیں۔ یہ پہلے پہل بنگالی میں
لکھی گئی۔ بنگالی سے ہندی میں آئی بعض لوگوں کا خیال ہے کہ کہانیاں یا داستان
ہائے کوتاہ انگریزی، وسے پنجابی میں منتقل ہوئیں۔ لیکن ہمیں اس سے اختلاف
ہے۔ داستان طرازی یہ ملک اور ہر ایک زبان کا محبوب مشغلہ ہے۔ پنجاب
میں خاص طور پر قدیم الایام سے بوڑھی عورتیں اپنے بچوں کو کہانیاں سنایا کرتی تھیں
جو ان کی تعلیم و تربیت میں ممد و معاون ہوتیں۔ ہمارے ملک میں فارسی کا اثر بہت
نمایاں ہے۔ سعدی کی گلستان اور بوستان کلیلہ و دمنہ۔ انوار سہیلی انہی داستانوں
کے عمدہ مجموعے ہیں جو سالہا سال سے ہمارے اسلامی مدارس میں درساً پڑھائے
جاتے رہے۔ کہانیوں کا دوسرا دور انگریزی عہد میں شروع ہوتا ہے۔ انگریزی
میں مشہور کہانی کار اڈگر ایلن پو۔ سمرسٹ ماہام اور موپساں اس موضوع کے لئے
خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔

پنجابی میں تقسیم ہند و پاکستان سے پہلے ہمارے محترم دوست رشید احمد صاحب
بی۔ اے شیشیانوالہ گیٹ گجرات نے تین افسانے لکھے میرے نزدیک افسانہ اور
کہانی کی ابتدا ان سے ہوتی ہے۔ یہ افسانے ماہنامہ "پنجابی" لاہور میں شائع ہو چکے
ہیں اور سکھ صاحبان نے ناول اور ناٹک کے بعد ان کو اپنانا شروع کیا۔ سب سے
پہلے نانک سنگھ ناولسٹ نے سدھراں دے ہار۔ ہنجواں دے ہار۔ مدھے ہوئے پھل
سفنیاں دی قبر۔ سنہری جلد۔ ٹھنڈیاں چھاواں۔ تصویر دے دو پاسے (ترجمہ)

وغیرہ کتابیں لکھیں۔ سردار گوربخش سنگھ نے پریت کہانیاں۔ انو لکھے تے اسکلے نام
کے دو مجموعے شائع کئے۔ ان کے بعد اس موضوع پر بہت کچھ لکھا گیا۔ جوشوا
فضل دین نے ادبی افسانے سنت سنگھ سیکھوں نے سماچار۔ پروفیسر موہن سنگھ
نے نکی نکی واشنا۔ سجان سنگھ نے دکھ سکھ کے نام سے کتابیں لکھیں۔ اس کے
علاوہ اس موضوع پر اور بہت کچھ لکھا گیا۔ اس میں مندرجہ ذیل احباب کی مندرجہ
ذیل کہانیاں اعلیٰ جرائد میں دیکھی جاتی ہیں:۔

شمس نعمان۔ چیت چور۔ اوس   حنیف باوا، ٹہنی اُتلا پھل۔ ڈما۔ چانن۔
اصغر سرحدی؛ نویں منزل دا راہی۔   سکھدی حیاتی۔ الہڑاں سدھراں۔
ماجد صدیقی؛ دو بیڑیاں دا ملاح۔ گناہ   ڈوہنگھیاں جڑھاں۔ جفا کشی۔
گلگن نعمانی؛ آس۔ کملی ہوش۔   کرن ایں توں بوہا کھڑکاندی۔
عبدالحمید آمر؛ جیتیا۔ بے زبان پیار۔   مقصود اختر؛ غیرت
اعجاز بھٹی؛ اڈیک   امتیاز خانم؛ ہرنی دا ڈنگ۔
نجیب اسلم؛ قربانی   مراتب علی اختر؛ تتّے اتھرو۔
سلیم چودھری؛ کون دلاں دیاں جانے   منصور قیصر؛ رات دی گل۔

لطیف منہاس: مسٹر لطیف منہاس بی۔ اے ایل ایل بی۔ ولد چودھری محمد یوسف منہاس
لائل پور وکالت کرتے ہیں۔ پنجابی ادب کے زبردست ادیب ہیں کہانی خوب
لکھتے ہیں۔ ان کی مندرجہ ذیل کہانیاں مشہور ہیں:۔
بھرا پیار۔ موجو چودھری۔ وان۔ شیرا۔ موت دا لاڑا۔ کچیاں کلیاں۔ کچیاں کندھاں۔
شوکت چودھری۔ دیوتا۔ پُل دے اُتے۔ منگتی۔

صادق قریشی ایم اے : چودھری شیر علی — شبنم عابد علی : دُرّانی

سمیع اللہ قریشی : جوار دے ٹانڈے — انور سجاد : لیاں واٹاں

محمد آصف خاں ۔ دو چھڑے ۔ ساون دی پہلی جھڑی ۔

محمد نواز ۔ ان کی کہانیوں کا مجموعہ "ڈوہنگیاں شاماں" شائع ہو چکا ہے جو کہ نہایت پسندیدہ ہے ۔

شہباز ملک : پیار دا بھٹ ، اُلیلاں ، آپ مہاریاں ، سرمئی سر گھاٹ ، کھُلیں پیا ویر ۔ آتم گھاٹ ۔ مٹھی چوہنڈی ۔

افضل پرویز : میں امانت رانجھے دی ۔ — رحمان مرزا : انھیریاں راتاں ۔

جی ایں پرویز : دو کلیاں — مجید بھٹی : جوانی دے پیر ۔

چودھری محمد اکرم : کالے بدل — ظہور احمد ظہور : ہاناں ۔

محمد ممتاز لیاقت : راج ۔ — طاہر پرویز : یاد ۔

امین کشمیری : بھرادی سفارش — ریحان قیوم : جنگ ۔

ضیاء چودھری : کچ دی گڈی — افضل طاہر : اُڈیکاں دی رات ۔

نظام دین تونگی : اہلکاں دی پنڈ پچھی ۔ — صفدر کمال : خوشیاں دے بلاوے ۔

مرتضیٰ نقوی : میرا لنگوٹیا ۔ — امرتا پریتم : چمک چمک ۔

زاہد منصور : لوک راج ۔ — کل دیپ : تمس ۔

کرتار سنگھ دُگل : چانی رات ، اک کہانیاں — جگونت ودک : ماتراں وعتیاں ۔

سریندر ندولا : تُوت پک گئے نیں ۔ — اپندر ناتھ اشک : گیانی

سلیم خاں گمی : دل والا ، موم دا پتھر ، سپ دیوا تے تتیارہ ، اسارو ، غسل دین ۔

سُندر سنگھ : کوشش مہاراج — راجندر کور : پارٹی۔
پیارا سنگھ : کاکے دا جنم۔ — مہندر سرنا : تہ کالاں۔
دلیپ کور : ماں۔ — امین کور : دیوتا کہ آدمی۔

اِن کے علاوہ محمد آصف خاں، محمد عظیم بھٹی اور شہباز ملک صاحبان نے "اجو کی کہانی" کے نام سے ایک مجموعہ شائع کیا ہے جس میں ماہر فنکاروں کی عمدہ کہانیاں انتخاب کر کے درج کی گئی ہیں۔

مشرقی پنجاب میں اِس موضوع پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے جس کی یہ فہرست محترم دوست شہباز ملک کی وساطت سے درج کی جاتی ہے۔

موہن سنگھ : نکی نکی واشنا۔ — ہر تیندر کور گریوال : ہنجو تے مسکان۔
گورچرن سنگھ : دُنیا تموں ہری گل؛ دن تے رات۔ — دُوروں نیڑے ہوں۔
نریندر پال سنگھ : گل تے کامے۔ — ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ : رنگ تماشے؛
رُوپ لال : دھڑکناں۔ — پراندی؛ دیوندر ستیارتھی۔
بلونت گارگی : ڈھلے بیر؛ پتّل دا پتّا۔ — ہرنام داس صحرائی : بھو بزار
کرتار سنگھ دُگل : ڈنگر؛ پپل پتیاں؛ سویر سار؛ پھُل توڑنا منع ہے؛ لڑاں آدمی۔
اگ کھان والے؛ میری چونویں کہانی؛ کرامات؛ گوبرج۔
بلبیر سنگھ : دس چونویاں کہانیاں؛ کیلے دُدھ کریر۔
سنتو کھ سنگھ دھیر : ساجھی کندھ؛ سٹیاں دی چھاں؛ سویر ہون تک؛ پنجابی دیاں لوک کہانیاں؛ آنند پور دی کہانی۔
کنول جیت سُورمی بہ کرناں۔

دیویندر ستیارتھی : مٹی دیاں مورتاں ؛ سونا گاچی ؛ کنگ پوش ؛ دیوتا ڈگ پیا ؛
تیں لوہیاں والا گھر۔

ایس۔ ایس۔ امرول : پریت کہانیاں ؛ ویلے کویلے ؛ پنجابی بھورے۔

سنت سنگھ سیکھوں : تیجا پہر ؛ باراں وری ؛ کامیں تے یودھے ؛ سماچار۔
ادھی واٹ ؛ بارا سدھاں نوں ندھاں ؛ پُنیا۔

کلونت سنگھ ورک : چھاہ ویلا ؛ دوا دشی ؛ تُوڑی دی پنڈ ؛ اکیس کہ ہم بارک
دودھ دا چھپڑ ؛ دھرتی تے آکاش۔

گورمکھ سنگھ جیت : کالے آدمی ؛ دھرتی سون سنہری۔

ہربنس سنگھ جوشی : ادھونک کہانیاں ؛ چیکاں۔

تواڑی : لنگاوٹ تے ہور کہانیاں پرنسپل تیجا سنگھ : سمرتیاں۔

ہری سنگھ دلبر : کستی واہانی ، مستیا دے دیوے ؛ یاراں لاڑیاں ؛ جھرڑ۔
ہونا ؛ کونجاں اڈ چکیاں۔

نوریج سنگھ : نویں رت ؛ دلیں واپسی ؛ باکمی دی مہک۔

التبیلا ہیجی : اداسی تے ویرانے گیانی رکھا رام اگروال : سنیہاں دی مالا۔

گوربخش سنگھ : بھوکھت دے دکھوالے ؛ چن تارے ؛ عشق جنہاں دی ہڈیں رچیا۔
ریکھاں دی پنڈ ؛ انوکھے تے اکلّے ؛ پریتاں دی پہرے دار ؛ شبنم۔
بھابھی مینا ؛ میریاں چونویاں کہانیاں ؛ زندگی وارث ہے ؛ آخری سبق
تے ہور کہانیاں ؛ دنیا ونود تے ہور کہانیاں۔ ناگ پریت اجادو ؛ پریت کہانیاں

ڈاکٹر گوربخش سنگھ : شکدے تارے۔ جگت سنگھ ہنس : کٹ کناریاں۔

مہندر سنگھ پریت پجاری : ادھورے سپنے — گلونت فارغ : چاندی دا پُل
آنند کمار : امر کہانیاں ، سدا بہار دیاں کہانیاں ، منور نجک کہانیاں۔
ہیرا سنگھ : پنجابی سدھراں ، آس دی تند — ہربھجن کور : دس سال بعد۔
مہندر سنگھ : نویں سانجھ۔ — اجیت سینی ایم۔ اے : لوآں پور ح۔
جوگندر سنگھ : ون دن دے پھل ، منکھ تے دُکھ ، دوڑل نیڑلیوں ، سنجھ تے مسکان۔
کیسر سنگھ عاجز : وِلکدیاں سدھراں۔ — بلبیر سنگھ موجی : مسالے والا گھوڑا۔
سجان سنگھ : سب رنگ ، دُکھ سُکھ ، دُکھ سُکھ تے بچھوں ، نواں رنگ ، منکھ تے پشو۔
ہردیال سنگھ : چُھپے دوا سے۔ — نرکاں دے دیوتے۔
سُشیل ملک : اَن گُندے ہار۔ — سرِندر سنگھ کوہلی : پنجابی دیاں پریت کہانیاں
جوگندر سنگھ شاد : کلیاں تے کنڈے۔ — گوردیل سنگھ پنّوں : سُپنا ٹُٹا ، امانت۔
دلیپ کور ٹوانہ : پریل ویہن ، نوں بھریں سنگارا ، سادھنا ، زندگی دُور نہیں۔
کنڈے ، سندھور ، تراٹاں ، ورا سگے نین ، ویدنا۔
زینور سنگھ : سیل پتھّر۔ — جے دیو سنگھ بندرا ، کھوٹا پیسہ۔
سر جیت سنگھ سیٹھی : مہینوال ، کوڑے گھٹ ، سولہ سنگار ، انگریز انگریز ہن۔
ایوں ذرا۔ — پریتم سنگھ پنچھی : ڈاک پتھّر۔
گوردیال سنگھ پھُل : ایہہ کیہ ، سگّی پھل ، لیراں ، ہُن دسّو ، دھپّا
کرتار سنگھ سُور ، سوگراں مہنگا ہے ، پُرانا پنجرا ، پربھات کرناں ، عرش تے فرش۔
پریتم سنگھ : سِپّیاں ، نویں سویر : ۱۹۵۹ دیاں چونویاں کہانیاں۔
گیان کور زمان : پنج کلیاں۔ — برکت سنگھ : آندراں دا ساک۔

کرپال کور سرُج : سروج کہانیاں۔
پرنسپل سردار سنگھ سر : اکھیں ویکھے، مرلی منوہر۔
اندرا پریمی : دیس پردیس دیاں پریت کہانیاں
گنگا سنگھ : بیتیاں۔
پیارا سنگھ داتا : مانگویں کھنب ۱۹۴۱ء، میری پہلی پریت۔
گوربخش باہلولی : موسم دی کڑی، سمے دے ہانی۔
تیجا سنگھ صابر : لہو چوس، سمرتیاں۔ کنول جیت : دو انھرد۔
پروفیسر پریتم عرشی : گراچی گاں، ۱۹۵۹ء دیاں چونویاں کہانیاں۔
اوتار سنگھ دیپک : دلیوا بلدا رہیا، جادو دا کنول۔
میجر اے۔ ایس عامل : دُوجا سنسار
لوچن سنگھ بخشی : ورتے سرپ، پاپ پُن تُس پرے۔
گوربکھ سنگھ مسافر : ٹہلنے دے بوٹے، سب اچھا، وکھری دنیا، سستا تماشا، گٹار، چونویاں کہانیاں۔
ایس۔ ایس بے انت سنگھ : ہسدیاں کھیڈدیاں۔
مہندر سنگھ جوشی : ترمیاں تے ترپتیاں، پریتاں دے پرچھانویں۔
اندر سنگھ چکرورتی : ستنا جا۔
پروفیسر بیر سنگھ : ملک ماہی وادسے۔
ترلوک منصور : موسم خراب ہے، ادھوری کہانی۔
ہرکشن سنگھ : نویں موڑ نویں راہ۔
اوپندر ناتھ اشک : واوردے۔
صوبہ سنگھ : اگ تے پانی۔
موہن سنگھ جوش : آزادی دے پروانے، بنگالی ساہت دی ونگی۔
ایس۔ ایس۔ ندھاوا : پریت کہانیاں
مبارک سنگھ ادب لے تھےشاں۔ نواں جیون۔
مکرم سنگھ گنگا والہ : سیٹھ روڑا تے رب۔۔۔ ہاکیاں۔ ناگ پریت اجادو پہ یہ
ہرچرن سنگھ : سپتیاں۔ نرا ہمارے۔
جگت سنگھ ہنس : کُت کنآریاں۔

سُورج سنگھ اُپل : ڈھیندے منارے ، بھرا بھراواں دے۔

امرتا پریتم : آخری خط ، گوجرہ دیاں پریاں ، چانن دا ہوکا۔

امرجیت کور : دلاں دے بنیڑے بنیڑے۔ لال سنگھ زمل : گھنڈ دے اوہلے۔

مہندر سنگھ سرنا : چھویاں دی ترت ، شگناں بھری سویر ، سپنیاں دی سیماں۔

پتھر دے آدمی ، وگھلی دے ولکنی۔

ہرنجن سنگھ : گھٹکتے پتھر۔ خشونت سنگھ : ماں وچ کیہ پیار لے۔

سریندر سنگھ نرولا ایم۔ اے : دو روپ دے پرچھاویں ، لوگ پرلوک ، جنجال۔

سکھدیو مادپوری : زری دا ٹوٹا۔ بلونت سنگھ صید : منگیتر۔

بلونت سنگھ : آہنڈھ گواہنڈھ۔ نواز : دُو دنگھیاں شاماں۔

جوشوا فضل الدین : ادبی افسانے ، اخلاقی کہانیاں ، مُنڈے دا مُل ، پربھا۔

پنڈ دے ویری۔

بلبیر ڈھلوں : دل ہی تاں سی۔ کے ایس پارس : مُٹھے دِل۔

ونجارا بیدی : پنجاب دیاں لوک کہانیاں ، پنجاب دیاں جنور کہانیاں۔

رام کرشن لسی پوری : مٹی دیاں مورتاں۔ پیارا سنگھ پدم : آزادی۔

سرجیت سرنا : تیں کی درد نہ آیا۔ سکھ پال سنگھ : اک سی چڑی۔

نورنگ سنگھ : مرزے دی جُوں ، بُوہا کھُل گیا ، اتہا کھوہ۔

گورنجن سنگھ : اگ دی کہانی۔ راج بیدی : ساز تے بائل۔

دھرچرن سنگھ : سیتیاں ، نویں سویر۔ گوٹکا سنگھ : لوچیار سے دی۔

گیان کور زمان : پنج کلیاں۔ برکت سنگھ آنند : اُپکار درشن ، نرنکاری جوتاں۔

پاندھی، منگھتا رونڈی ہی: اک سڑک دا جنم۔
جسونت سنگھ: کھوٹا کھیا۔ سکھبیر سنگھ: ڈبدا چڑھدا سورج۔
پروفیسر وریام سنگھ: اِک سی راجہ۔ ایس ایس کنول: بکھڑا پینڈا۔
جسونت سنگھ کنول، زندگی دور نہیں؛ کنڈھے سندھور؛ بھادناء روپ ٹڈے ملکے۔
رنجیت سنگھ جیترتھ: رنجیت کہانیاں؛ دس مودار؛ سورنگ وچوں؛ سردارنی۔
ترلوک سنگھ، سندر تادی دیوی؛ انمول کہانیاں۔
سوہن سنگھ سیتل: جاگدے سپنے؛ قدراں بدل گیاں۔
سیجا سنگھ ہمدرد: دل بول پیا۔ کلدیپ سنگھ ایم اے: فزیں پنجابی کہانیاں۔
سردار جسونت سنگھ دوست: اج دی کہانی۔
ابھے سنگھ: چھبے دیاں کلیاں۔
امر سنگھ: نیبرپٹش؛ سپ تے ساگر۔
دلیپ تندر سنگھ ایم۔ اے: گیت تے پتھر؛ دو کنارے۔

مقالے:۔

مقالے یا مضامین کا انگریزی عہد سے قبل کوئی وجود نہیں تھا۔ پنجابی ادب میں یہ انگریزی اور اردو سے براہِ راست داخل ہوئے۔ جب سے پنجابی اخبار و جرائد کا سلسلہ شروع ہوا اچھے اچھے مصنفین علمی، ادبی، مذہبی اور سیاسی مقالے لکھنے لگے۔

قاضی فضل حق پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور، ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ کے مضامین پنجابی موضوع پر خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔

موجودہ دور میں روزنامہ امروز۔ پنج دریا۔ پنجابی ادب میں اعلیٰ پایہ کے مقالہ نگار مقالے لکھ رہے ہیں۔ آئے دن ریڈیو اسٹیشن لاہور اور راولپنڈی سے بھی پنجابی میں عمدہ مقالے اور مضامین نشر ہوتے ہیں۔ بعض ادبی جرائد میں مندرجہ ذیل احباب کے مقالے یا مضامین دیکھنے میں آئے ہیں جو اس موضوع کی زینت ہیں۔ شریف کنجاہی کی کتاب جھاتیاں اور شہباز ملک کی "چانن" اس موضوع کی مستقل کتابیں ہیں۔ عبدالمجید سالک:۔ ڈلیاں وچ جے حیاتاں کجھ یاں بساں پنجابی بولی نے فخرا ہے اردو دا انواں دور۔ ان کی کتاب "پنجابی تے سالک" حال ہی میں لاہور سے شائع ہوئی ہے۔

نواب زادہ مہدی علی خاں:۔ شیکسپیئر دی انگریزی تے ساڈی پنجابی۔

جوشوا فضل دین:۔ بہشت دی تصویر۔

عبدالسلام خورشید:۔ پنجاب دی تاریخ تے ادب۔

مرزا مقبول بیگ بدخشانی۔ ایم۔ اے۔ ہاشم شاہ۔

شہباز ملک: شرف اک لوکائی کوی۔ پنجابی دا راں وچ منظر کاری۔

نذیر احمد بی۔ اے۔ بی۔ ٹی: جنت دا محل۔

نعیم [illegible] رانا: اقبال تے تصوف۔ بلھے شاہ اک آفاقی شاعر۔ خواں دا محل ڈھلیاں۔

[illegible] تبسم: پنجابی شاعری وچ تصوف۔

وا[illegible] لودھی: بلھے شاہ دا تصوف۔

ڈاکٹر [illegible]: سسی پنوں۔ پنجابی املا تے معیاری لکھت۔

[illegible]: شہید دا منظر خو۔ وار۔

کیپٹن حق فریدکوٹی: اصلی نام فضل الٰہی ریاست فریدکوٹ کے باشندے۔ موجودہ رہائش بورے والا ضلع ملتان ہے۔ پنجابی تے یونانی زبان دا اثر۔ پنجابی زبان دیاں جڑھاں۔

اختر آفتاب: پنجابی املا۔

محمد عالم کپورتھلوی: پنجابی املا۔ وارث شاہ دا عشق۔ علم نال تجزیہ دا علم۔ جہالت دا علاج۔

سردار محمد: اختر لاہوری۔ سو دن چوراں دا اک دن سعد دا۔ پیر فضل گجراتی۔ پنجابی املا۔

راجہ رسالو: جشن نسرید۔

اصلی نام محمد صادق عاجز۔ ضلع شیخوپورہ کے باشندے ہیں۔ پنجابی ادب سے خاص لگاؤ ہے۔ موجودہ دور کے موقر جرائد میں آپ کے نگارشات اکثر شائع ہوتے رہتے ہیں۔ پنجابی ادب کی سرپرستی میں خاص مقام رکھتے ہیں۔

غلام یعقوب انور: ناواں دی کہانی۔ ایشیا دی چانن۔ ہاسے بکھیڑے۔ تخیل گہ۔

بیداری دے سُفنے۔

محمد آصف خاں:۔ واراں دے پاتر۔ علاقائی زباناں دی کانفرنس۔ پنجابی املا۔
ساڈا ادبی ورثہ۔ کجھ ناول دے بارے۔

سلیم الرحمٰن:۔ مادھو لال حسین۔

گوبند سنگھ لانبھا:۔ کجھ دمودر بارے۔

ظہور نذر۔ خواجہ فرید دا اصلی روپ۔

مرزا مراد پرویز۔ نویں تقاضے نویں رستے۔

نصیر اے انور۔ اقبال تے جمہوریت۔

میاں اخلاق احمد۔ پنجابی زبان دے ادب تے تاریخ دل جھات۔

احمد حسین احمد۔ عیدی نے عبداللہ بزدی۔

شفقت تنویر مرزا۔ ماہ نامہ پنجابی ادب لاہور وچ اک مستقل عنوان۔ سدھ سرلیکھ
لکھتے ہیں۔

اِس موضوع کا ذوق روز بروز بڑھ رہا ہے اور اعلیٰ سے اعلیٰ ادیب اپنے
کمالات دکھانے میں مصروف ہیں۔

سرجیت سیٹھی نے "پنجابی ناول" لکھے۔

محمد سرور نے "پنجابی ادب" اُردو زبان اور اُردو رسم الخط لکھی جس کو ادارہ مطبوعات پاکستان کراچی نے شائع کیا۔

عبدالغفور قریشی نے "پنجابی زبان دا ادب تے تاریخ" پنجابی زبان اور اُردو رسم الخط میں لکھی جو لاہور سے شائع ہوئی۔ اب افسانوں اور ڈراموں کے دو انتخاب مرتب کیے ہیں۔

فقیر محمد فقیر نے ... پنجابی زبان اور اردو رسم الخط میں لکھی۔

منشی مولا بخش کشتہ نے "پنجابی شاعراں دا تذکرہ" پنجابی زبان اور اُردو رسم الخط میں لکھا۔

سلطان محمود صاحب نے "پنجابی شہ پارے" اردو زبان اور اردو رسم الخط میں لکھے۔

راقم قریشی احمد حسین احمد نے "تاریخ ادب پنجابی" ایک مبسوط کتاب اردو زبان اور اردو رسم الخط میں لکھی جو تا حال شائع نہیں ہوئی۔ اس میں زبان کا تاریخی پس منظر رسم الخط کا مسئلہ اصنافِ سخن شروع سے لے کر آج تک کے شعراء کے حالات مع نمونہ ہائے کلام نثر میں ناول۔ افسانہ۔ ڈرامہ۔ تاریخ و تنقید اخبار و جرائد کے موضوع پر مفصل بحث کی گئی ہے۔

"پنجابی ادبی تذکریاں تے اک تنقیدی نظر" کے نام پنجابی اور اردو ہر دو زبانوں میں راقم قریشی احمد حسین احمد نے ایک طویل مقالہ لکھا جو پنجابی ادب کے خاص نمبر کی صورت میں شائع ہوا۔ اس کتاب میں تمام مطبوعہ کتابوں کی تحقیقی اور تاریخی غلطیاں با حوالہ بیان کی گئی ہیں۔ مقالے کی زبان پنجابی اور رسم الخط اردو ہے۔

(اس مقالے کی تحریر پر پاکستان رائٹرز گلڈ نے انعام دیا ہے)

حال ہی میں راقم قریشی احمد حسین احمد کا ایک تنقیدی اور تحقیقی مضمون عبیدی تے عبداللہ لاہوری" کے عنوان سے ماہنامہ پنجابی ادب میں شائع ہوا سی تے اوہ عبدالغفور قریشی کی کتاب پر پنجابی زبان دا ادب تے تاریخ پر تبصرہ تین اقساط میں ہفتہ وار چٹان میں شائع ہوا۔

میاں اخلاق احمد صاحب ایم۔ اے، ایم۔ او۔ ایل کا ایک تنقیدی مضمون "پنجابی زبان دے ادب تے تاریخ دل جھات" کے عنوان سے ماہنامہ پنج دریا لاہور میں شائع ہوا۔ ان کے علاوہ مزید کوششیں بھی جاری ہیں۔

ان کے علاوہ تاریخ و تنقید کے موضوع پر کام کرنے والوں دی ایک مبسوط فہرست شہباز ملک صاحب نے ترتیب دی ہے جو شکریہ کے ساتھ شامل کتاب ہذا کی جاتی ہے۔

موہن سنگھ اگدیہ چنا؛ تنقید رسا بنا سرور۔

گوربچن سنگھ؛ موہن سنگھ تے اوہدی کویتا؛ پنجابی بولی دا وکاش؛ ساہت پڑچول۔
پنجابی کتاب کار؛ پنجابی ناٹک کار؛ ورتمان پنجابی وارتک ملکاری (پروفیسر سریندر سنگھ جوہر نے مل کر لکھی)

پروفیسر پریم پرکاش سنگھ: پنجابی بولی دا نکاس تے وکاش؛ پنجابی کوی دی کلا پکھ۔

ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ: بلھے شاہ؛ کبیر تے بھگتی لہر؛ انگریزی نیلی دھارا صوفیاں دا کلام؛ پنجابی ادب دی مختصر تاریخ؛ آدھنک پنجابی کوِتا

(A HISTORY OF PUNJABI LITRATURE)

پنجابی بھاکھا تے چھند ابندی۔

بلونت گارگی : رنگ منچ (ہندوستانی ڈرامہ پر لکھی کتاب یہ امریکہ میں بھی ترجمہ ہو کر چھپ گئی ہے۔ گارگی کو امریکہ کے دورے کی پیشکش بھی ہوئی۔ گارگی نے یہ دورہ کیا۔ کتاب کی قیمت بھارت میں ۲۴ روپے ہے۔)

ہیرا سنگھ درد : پنجابی ساہت دا اتہاس۔ بلبیر سنگھ : موہن سنگھ دی کوی کلا۔

ایس ایس امول : پنجابی لکھن کلا؛ پراتن پنجابی کاو وکاس؛ کوی ادھن۔

سنت سنگھ سیکھوں : سرسدھ پنجابی کوی؛ ساہت ارتھ۔

باوا بدھ سنگھ : پریم کہانی؛ پپیہا بول؛ کوئل کو؛ ہنس چوگ۔

گوربچن سنگھ جیت : امرتا پریتم دی کوی کلا؛ سمکالی پنجابی کہانی۔

ہربنس سنگھ جوشی : بھائی وید سنگھ تے اوہناں دی رچنا۔

پرنسپل تیجا سنگھ : پنجابی کویں لکھیے؛ ساہت درشن؛ شبد انجلی؛ لگاں تے ماتراں۔ شبد ارتھ؛ نویاں سوچاں۔

گوربخش سنگھ : میرے جھروکے وچوں۔ بلبیر سنگھ دل : پنجابی کہانی دا وکاس۔

بلونت سنگھ : پستک کلا دا پربودھ۔ محمد لطیف : پنجابی دا اتہاس۔

پروفیسر منشا سنگھ : یاد دے ڈھولے۔ اتر سنگھ : کاو دھیان؛ درشٹی کون۔

سریندر سنگھ کوہلی : پنجابی ساہت دا اتہاس؛ پنجابی ساہت دستو تے بنتر؛ پروفیسر پورن سنگھ؛ لالہ کرپال ساگر تے اوس دی کرتا؛ پنجابی ساہت بارے۔

آزاد : پنجابی ساہت دے اسیرے۔ گورچرن سنگھ طالب : ادھونک ڈرامہ کلا سکھاری۔

پال سنگھ : پنجابی کلا النکار۔ دشیشر ناتھ ایم۔اے : ساہتک لیکھ۔

ڈاکٹر ہرت سنگھ : ساڈا دیس۔ ہرنیال سنگھ : ساہتک سکھیا۔

ڈاکٹر ہرنام سنگھ شان : اُسرا پنجاب ؛ ستی ہاشم ؛ چٹھیاں دی وار (ایڈیٹ)
سرجیت سنگھ سیٹھی : کوی چاترک ؛ پنجابی ناول ؛ ناٹک کلا بارے۔
پیارا سنگھ : پنجابی کوتا پروفیسر تے دکانش۔ کرتار سنگھ سوری : ساہت درپن۔
پیارا سنگھ بھوگل : ساہت دی روپ ریکھا ؛ پنجابی کوتا دے سو سال۔
پریتم سنگھ : سکھاں دے راج دی وتھیار ؛ ہاشم بارے۔
دریام سنگھ ، ونیادی کہانی ؛ بھارت دی کہانی ؛ پرسدھ ہندستانی ؛ دشوں بھاشا دا اتہاس
ستبیر سنگھ : ساڈا اتہاس۔ ہرچرن سنگھ : پنجابی ساہت دا اتہاس (جیبی)
سوندر سنگھ اُپل : پنجابی کہانی کار۔ گنڈا سنگھ : پنجاب اُتے انگریزاں دا قبضہ۔
ڈاکٹر گوپال سنگھ : پنجابی ساہت دا اتہاس ؛ ساہت دی پرکھ۔
امرتا پریتم : پنجابی ساہت (ادب) دا وکاش۔
سریندر سنگھ نرولا ایم اے ؛ ساڈا اتہاس ؛ پنجابی ساہت دا اتہاس ؛ پروفیسر
پورن سنگھ ؛ ساڈے ناول کار۔ پنجابی ساہت دی جان پچھان ؛ بھائی ویر سنگھ ساہت سماچار۔
ڈاکٹر فقیر محمد فقیر : مہکدے پھل۔ محمد سرور : پنجابی ادب (اردو میں تاریخ۔)
پیارا سنگھ پدم ؛ ہندوستانی ملکہ ؛ پرسدھ ہندوستانی کوتا ؛ پرسدھ پنجابی کوی ؛
ہاشم رچناولی ؛ پنجابی بولی دا اتہاس ؛ پرسدھ ہندوستانی کوی۔
عبدالغفور قریشی : پنجابی زبان ادب تے تاریخ۔ پنجابی ادبی اکیڈمی : سالک تے پنجابی۔
ڈاکٹر روشن لال آہوجہ : ساہت دے مکھ روپ ؛ الوچنا دے سدھانت ؛
ادھونک پنجابی ناٹک (گوردیال سنگھ پھل کے ساتھ) (دیوان سنگھ کے ساتھ)
ساہت شاستر ؛ پچھمی الوچنا دے سدھانت (انعام یافتہ ترجمہ)

کرپال سنگھ کسیل : ادھونگ گھرکار، پنجابی شاہت دی اُتپتی ، ساہت دی اُتپتی تے وکاس (دو حصے) ، ساہت دے روپ ، ساہت پرکاش ، پنجابی ساہت دا اتہاس ۔

فنون :-

پنجابی ادب میں اِن فنی کتابوں کا بھی اچھا خاصا ذخیرہ موجود ہے۔ ان میں اس سے پنجابی گرامر، لغت اور فالوجی کے موضوع پر بعض کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

جس وقت پنجاب میں عیسائی مذہب کی تبلیغ کی تحریک شروع ہوئی۔ تو بعض انگریز لوگوں نے پنجابی زبان کی گرامر بھی انگریزی میں لکھی۔ ان میں سے ڈاکٹر کیری پادری جے نیوٹن کی گرامریں مشہور ہیں۔ ۱۸۶۷ء میں بہاری لعل نے پنجابی زبان میں ایک گرامر لکھی۔ پھر پروفیسر رام سنگھ کا پنجابی ویاکرن بھی اِس موضوع میں خصوصیت سے قابلِ ذکر ہے۔ جدید اسالیب کے پیشِ نظر اگر دیکھا جائے تو پنجابی زبان میں تا حال پنجابی کی کوئی گرامر نہیں لکھی جا سکی۔ اِس کمی کو محسوس کرتے ہوئے محمد علی فائق نے ایک گرامر کی کتاب قواعد پنجابی کے نام سے لکھی ہے جو عنقریب پنجابی ادبی بورڈ لاہور کی طرف سے طبع ہونے والی ہے۔

البتہ پادری جے نیوٹن نے ۱۸۹۴ء میں اور بھائی بشن سنگھ ٹوری نے پنجابی لغات تصنیف کی تھی لیکن ابھی رسم الخط میں کوئی قابلِ ذکر کتاب تالیف نہیں ہوئی۔

فلالوجی کے باب میں ڈاکٹر بنارسی داس جین سابق اورینٹل کالج لاہور کی کتاب انگریزی زبان میں موجود ہے۔

ان کتب کے علاوہ دیگر زبانوں کی فنی کتابیں بھی پنجابی نثر میں کہیں کہیں نظر آتی ہیں جن میں سے قانونچہ کھیوالی عربی صرف و نحو کی پنجابی زبان میں مشہور کتاب ہے۔ حافظ نور دین چکوڑدی ضلع گجرات متوفی ۱۳۰۲ھ نے رسالہ بسم اللہ، پکی روٹی کے اسلوب تحریر میں تحریر کیا جس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پر ایک سو ساٹھ صرفی نحوی اعتراضات کے جوابات لکھے ہیں۔ یہ رسالہ طبع نہیں ہوا۔ قلمی نسخہ ہمارے پاس موجود ہے۔

علم قرأت میں حاجی محمد دین صاحب گجراتی نے زینت القادری نام کی ایک کتاب لکھ کر شائع کی جو اس موضوع پر ایک جامع کتاب ہے۔ مولوی حیات محمد صاحب واعظ حقیقی تایا مولوی محمد علی فائق مصنف نورانی شعلے (قرآن مجید دا بامحاورہ پنجابی منظوم ترجمہ) نے رموز قرآن کے نام سے ایک کتاب پنجابی نثر میں تحریر کی جس میں قرآن حکیم کے اعراب و الفاظ کے متعلق بحث ہے۔

انگریزی عہد میں جبکہ جدید سائنسوں نے ترقی کی تو جدید سائنسوں کے متعلق پنجابی نثر میں دیکھنے میں آتے ہیں جن میں سے عارف رضا۔ ایم۔ اے کا مضمون نفسیات کے بارے میں "سفنے" کے عنوان سے دیکھنے میں آیا ہے۔

جناب م۔ ح۔ رانا نے طب کے متعلق ایک مقالہ تحریر کیا ہے۔ مراد پردیز صاحب کا مضمون سائنس قابل ذکر ہے۔

ان کے علاوہ

سائنس طب، پامسٹری۔ انجینئرنگ اور اصطلاحات کے انگریزی سے پنجابی میں تراجم ہو رہے ہیں۔

پنجابی اکھان: سلطان بیگ عرف نظام دین ریڈیو پاکستان لاہور کا ایک مجموعہ

چھپا ہے۔ "سو ستایا اِکو مت" کے نام سے مسٹر شہباز ملک نے بھی ایک مبسوط کتاب لکھی ہے جس میں تقریباً چار ہزار کے قریب پنجابی اکھان درج کئے ہیں۔ - - - - - - - - - - - - پنجابی گرامر کے متعلق پنجابی میں اور دیگر زبانوں میں پنجابی گرامر وغیرہ کے متعلق بعض کتب کی فہرست محترم دوست عبدالغفور قریشی مصنف پنجابی زبان دا ادب تے تاریخ نے ارسال کی ہے جو کہ شامل ہذا ہے۔ ان چیزوں سے پنجابی ادب - - - - - - کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

پنجابی گرامر لالہ بہاری لاہور۔ ۱۸۶۷ء

پنجابی دیاکرن سار۔ لدھیانہ۔ ۱۸۶۹ء

قواعدِ زبان پنجابی۔

۱۸۸۴ء

منشی کاشی رام کھتری۔ لاہوری

پنجابی بات چیت۔ ۱۸۷۵ء

لے سی پال اینڈ سنز۔ امرتسر

پنڈت شردھا رام پھلوری۔

متفرق کتب نثر:۔

ان فنی کتابوں کے علاوہ متفرق کتب نثر اس دور میں بے شمار لکھی گئی ہیں۔ [ان]ھی سے بعض کے نام (بشکریہ شہباز ملک) ذیل میں درج ہیں۔
[...]شو شرن سنگھ ورما: بدھیاں دائی۔

[...]رنام داس: ہدایت نامہ خاوند، ہدایت نامہ بیوی۔

[...]چرن سنگھ: آزاد ہند فوج، پنجابی انگریزی کوش، فصل رکھیا۔

بھائی ویر سنگھ: گورو نانک چمتکار، کلگیدھر چمتکار، آشٹ گورو چمتکار، سنت گاتھا۔
نریندر پال سنگھ: ٹک ٹک، پردیسیاں وچوں، بھارت دے نہار، میرا دیسی سفر۔
دامودر سنگھ: استری دی کہانی، پرار بھک ارتھ وگیان۔
ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ: جگت تماشا، پت جھڑ۔ بلونت گارگی: نم دے پتے (مضمون)
باوا بلونت سنگھ: کس کس طرحاں دے ناچ۔ کرتار سنگھ دگل: بند دروازے، سفید کوتا۔
ہیرا سنگھ درد: امتحانی لیکھ، برج بھولی تے ملایا یاترا۔
نانک سنگھ ناولسٹ، رسوئی سکھیا۔
ایس ایس امول: نریں لیکھ پٹاری، جیون سوجھ، انگریزی پنجابی ڈکشنری۔
پنجابی شبد جوڑ، امول یاترا، سنگیت پربھاکر، پردیسی رچنا، سستی پنول۔
ہیر وارث شاہ (ایڈیٹ)، ہیر دمودر (ایڈیٹ)، درشٹی کون۔
سنت سنگھ سیکھوں، پنجابی شبد بوجھ، پنجابی شبد آلوی۔ (دو حصے)
ہربنس سنگھ جوش: یہ گئو پالن۔ کشن سنگھ عارف: کلیاں والی ہیر۔
سنت سنگھ: بجلی گائیڈ، ٹکنالوجی کا، سائنس دا پربھاو سماج اتے۔
پرنسپل تیجا سنگھ: انگلو پنجابی ڈکشنری، آرسی، سبھیاچار۔
گوربخش سنگھ: نواں شوالا مضامین، سکھاویں سدھری زندگی، جنگیری دنیا، کھلا در، پرسن لمی عمر، ساڈے وارث، میریاں کرجگی یاداں، نویں تکڑی دنیا، بھنڈی جیون انگیاری، رچھیاں دی کھڈی۔ زندگی دی راس، اک دنیا دے تیراں سپنے، سوے پرانتا دی لگن۔
جوگندر سنگھ: پنجابی شارٹ ہینڈ، کنجی شارٹ ہینڈ۔

پروفیسر رام سنگھ: کشمیر تے لدّاخ، پنجابی ویاکرن، پنجابی شبد چمتکار۔

بخشیش سنگھ: موج اُڈاری۔ ڈاکٹر ارجن سنگھ: تہاڈی نس تے سنس۔

پروفیسر لویسان سنگھ: کھلے لیکھ۔ کپور سنگھ: سپت سرنگ، بہو وستار۔

جگدیش سنگھ: گنجدار بچے، زندگی دے راہ تے، ساڈے بچے، بچے دے پہلے سال۔ ڈھاہدے گھڑے۔

راجندر سنگھ: پنجابی شارٹ ہینڈ۔

ہرندر سنگھ روپ: چنجاں، پہنچے، سکھ تے سکھی، بھائی گورداس، روپ رنگ۔

ہرندر سنگھ کوہلی: ہیر وارث شاہ (ایڈٹ) آزاد: ست ستارے، شہید بھگت سنگھ۔

ورلیہ سنگھ: مولانا آزاد۔ ایشر سنگھ چتر کار: گل بات، قلم دی آواز۔

ڈاکٹر ہربرت سنگھ: پورب تے پچھم، من بینتی۔

لال سنگھ کمل اکالی: سیلانی پرنبھگی، میرا اولاتی سفرنامہ، موت رانی دا گھنڈ۔

جیون نیتی، من دی موج۔

ہردیال سنگھ: راہاں دے راہی (سفرنامہ)، اِک سنہری دل۔

پرتاپ سنگھ: پاکستانی کھلکھاڑا، ساڈا دیش، قدرت تے چمتکار، ساڈا دیس تے اوہدیاں سمسیاواں۔

ڈاکٹر بھگوان سنگھ: بال مرکھیا۔ کیلاش جے پوری: رسوئی کلا۔

نرندر سنگھ سوچ: لوہ پار جیتو، نہرو پریوار، چڑیا گھر۔

پرنسپل اندر سنگھ: کھیتی باڑی دی پاٹھ پستک۔ تخت سنگھ: شہید کرنیل سنگھ۔

بابا پریم سنگھ: ہری سنگھ نلوا، مہاراجہ رنجیت سنگھ، مہاراجہ شیر سنگھ۔

نواب کپور سنگھ، بابا پھول سنگھ، کنول نونہال سنگھ۔

سرجیت سنگھ سیٹھی: نیتاجی، جرنیل موہن سنگھ۔

سد سٹیک شلوک کبیر سٹیک ، متے بلونت دی وار سٹیک ، سد گور گوشٹ سٹیک ،
برائی دا ٹاکرا ، سریت دا بھلا ، دھرم تے سداچار ، چانن منارے ، جاپ صاحب ،
شلوک فریدجی ، بانی سرگورو انگد دیوجی ۔ پنجابی شوبھ پرکاش ۔
سیٹھ آدم جی عبداللہ : پنجابی بول چال ، پنجابی بھارتاں ۔
تیجا سنگھ صابر : جگدیاں جوتاں ۔ اوتار سنگھ : شہید بھگت سنگھ ۔
پروفیسر جگجیت سنگھ ایم اے : اتہاس غدر پارٹی گوراندتہ کھنہ : پرسدھ جیونیاں ۔
سردار سنگھ امرل : جیون جوتاں ، پرسن جیون ۔
مہتاب سنگھ : جیون کرناں ، نواں تھالواں داکرش ۔
گورمکھ سنگھ سانسر : نیتاجی آزاد ہند فوج ، باغی جرنیل ۔
پنجابی ادبی اکیڈمی : ہیر وارث شاہ (ایڈٹ عبدالعزیز بیرسٹر) کلیات بلھے شاہ ۔
سوہن سنگھ جوش : میری روس یاترا ۔
سوہن سنگھ : مان سرور ۔ مبارک سنگھ ایم اے : نواں جیون ۔
ایم ۔ ایس ۔ رندھاوا : پریت کہانیاں ، پنجابی چارک دی پسنک ، کانگڑا ۔
شہباز ملک : (چانن) ، ادبی ۔ علمی ۔ سیاسی ۔ مذہبی مضامین) ، پدھرے اہ (حل پرچہ جات)
سوکھے پینڈے ۔ (حل پرچہ جات) ، اجوکی کہانی (پنجابی ایکانکی کہانی کا انتخاب)
کرم سنگھ : صحت خوراک تے سندرتا ، کھیتی باڑی بابے ، راجہ دھیان سنگھ ۔
بابا آسر سنگھ ۔ آدرشک سنگھنیاں ، سہاگ سکھیا ۔
امرتا پریتم : موم بتیاں ، اجیت ، باریاں جھروکے (سفرنامہ)
لال سنگھ : یونیورسٹی پنجابی لیکھ ، نت درتوں دی سائنس ، سرل ہیٹی پتر ۔

دیوان سنگھ مفتون : ہڈبیتیاں : ناقابلِ فراموش

پروفیسر دیوان سنگھ : امرجوتاں : سونیوا دتے ہوریکھ : سوہنی : سسی ہاشم :

باوا اسند یدورشن ۔ پروفیسر سندر سنگھ : سوہجھ سواد ۔

پروفیسر کرتار سنگھ : رچیرے پنجابی لیکھ : اے سٹینڈرڈ ڈکشنری آف ٹیکنیکل ٹرمز ۔

پروفیسر آردن : سنسکرت پربودھ جوشوا فضل دین : لیسوع دی زندگی ۔

ڈاکٹر فقیر محمد فقیر : لہراں : پنج حادی : بلھے شاہ (ایڈیٹ) : ہیر وارث (ایڈیٹ)

ملک عبدالرؤف : بلھے شاہ تے اوہدیاں کافیاں حبیب اللہ فارقی : نبیاں دا سردار

پیارا سنگھ پدم : پشپانجلی : سولاں کلاں : اسی پنچھی ہاں ۔

گورنچن سنگھ بیدی : پچن یا نزا ۔ سیوا سنگھ : بہادر سنگھنیاں ۔

چوہدری محمد افضل خاں : ترجمہ شلوک فرید : ترجمہ و شرح کافیاں شاہ حسین : ترجمہ مثنوی

مولانا روم : ہیر وارث ۔ (ایڈیٹ)

گورچرن سنگھ سوکھی : بچے دے ڈھلے سال : بال منوگیان ۔

ڈبلیو ۔ اے کین :—

A COLLECTION OF PANJABI PROVERBS

دریام سنگھ : مہارس ۔ ترلوک سنگھ دید : ماں تے بچہ

ترلوک سنگھ : بھگت سنگھ شہید : مہارانی جنداں : مہارانی چند کور : بہادر چرن کور ۔

رانی سدا کور : انکھیلا جرنیل : ہیون کتھا گور و تیغ بہادر جی : بہادر بچتر سنگھ ۔

بہادر دلیپ سنگھ : سوہرا گھر : پیکا گھر ۔

ماسٹر تارا سنگھ : میری یاد : انکھی سورما ۔

سوہن سنگھ سیتل : پنجاب دا اُجاڑا ، سکھ شلاں ، سکھ راج تے شیر پنجاب
بندا سنگھ شہید ، سکھ راج کویں بنیاں ۔
شمشیر سنگھ ، گیتا (ترجمہ) آدمی دی پرکھ ۔ گوردت سنگھ ، میرا پنڈ ۔
کرپال سنگھ کسیل ، چنڈی وار سٹیک (ایڈیٹ)
ستنتر : بال گنجھال ۔ ڈاکٹر سیوا سنگھ : لیڈی ڈاکٹر ۔
درشن سنگھ آوارہ : بغاوت ، ہل چل ، میں باغی ہاں ۔ گستاخیاں ، انقلاب دی راہ ۔
امر سنگھ : انگلش ٹیچر ۔ دیوندر سنگھ : سیل سپاٹے (سفرنامہ)
سرنجیت سنگھ : منکھ تے منو وگیان ۔
پرکاش کور راؤنا : منوہر سوئی سکھیا ، سیتل کٹائی سکھیا ، سیتل درزی سکھیا ۔
سیتل ایمبرائیڈری بک ، سیتل کشیدہ کاری (۶) حصے ، نیو سیتل
ایمبرائیڈری بک (۶) حصے ۔
ہربھجن سنگھ : وادھوں پچھے ، بدھی مان دائی ۔

اخبار و رسائل :-

اخبار و رسائل بھی انگریزی دور کی پیداوار ہیں۔ اور انگریزی اسلوب کے پیشِ نظر
معرضِ وجود میں آئے۔ ان کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ (۱) مذہبی جرائد۔
(۲) ادبی جرائد۔ (۳) مزاحیہ جرائد۔

مذہبی جرائد میں سب سے پہلے ۱۸۷۳ء میں ہندو پرکاش امرتسر سے شائع
ہوا۔ بعد میں گیانی دت سنگھ صاحب نے خالصہ اخبار۔ بھائی سنت سنگھ نے
خالصہ گزٹ۔ بھائی لاہورا سنگھ نے سندھ سبھا گزٹ۔ بھائی ویر سنگھ نے
خالصہ سماچار جاری کئے۔ جن کے مدِنظر سکھ مذہب کا پرچار تھا۔

ادبی رسائل و جرائد میں سے ۱۸۹۶ء میں لالہ امرناتھ منصف جالندھری نے
"امرت پترکا" جاری کیا۔ جس کے ایڈیٹر کرنل بھولا ناتھ وارث بیرسٹر مقرر ہوئے
اسی سال گوجرانوالہ سے لالہ بانکے دیال نے بزمِ شعر اجاری کیا۔ ۱۹۲۵ء میں
گیانی ہیرا سنگھ درد نے پھلواڑی۔ ۱۹۲۰ء میں جوشوا فضل دین نے لائل پور سے
پنجابی دربار۔ ۱۹۳۰ء میں کرنل بھولا ناتھ نے سارنگ، ۱۹۳۱ء میں چرن سنگھ
شہید نے ہنس جاری کیا۔

مزاحیہ رسائل میں سے موجی، چرن سنگھ شہید نے گورمکھی رسم الخط میں
جاری کیا۔ پھر اس کے بعد ایک رسالہ پنجابی پنچ جاری ہوا جس میں مذہبی۔
سیاسی مزاحیہ مضامین ہوتے تھے۔

ان رسائل کے علاوہ ۱۹۰۰ء میں بانکے دیال صاحب نے گوجرانوالہ سے

رگھبیر پتر کا جاری کیا۔ ۱۹۰۵ء میں خالصہ ینگ میگزین امرت سر سے نکلا۔ سردار گورنجش سنگھ نارنگ نے ۱۹۲۵ء میں رسالہ پریتم جاری کیا۔ پنجابی زبان اور ہندی رسم الخط میں ایک رسالہ لالہ ملکھی چند اور گوراند تہ کھنہ نے جاری کیا۔ کلکتہ سے رسالہ کوی، گورمکھی رسم الخط میں جاری ہوا۔

تقسیم ہند و پاک ن کے بعد سردار کرتار سنگھ ملگن نے امرت سر سے کونتا کے نام سے ایک رسالہ جاری کیا۔ پھر پٹیالہ سے پنجابی دنیا، انبالہ سے جاگرتی لدھیانہ سے الوچنا۔ جالندھر سے پنج دریا، ممبئی سے چیتنا اور جیون رسالے جاری ہوئے۔

پاکستان میں سب سے پہلے فقیر محمد فقیر اور عبدالمجید سالک نے رسالہ پنجابی جاری کیا۔ اس کے بعد رسالہ پنج دریا، اور پنجابی ادب، پنجابی زبان کے معیاری رسالے جاری ہوئے۔

جرائد کی فہرست مسٹر شہباز ملک نے مہیا کی جو بعینہ نقل کی جاتی ہے۔ یہ جرائد آج کل شائع ہو رہے ہیں۔

ماہ نامے۔

(۱) چیتنا۔ (ادبی) دہلی ۳۲ (بھارت) (۲) پنجابی ساہت (ادبی) دہلی ۱۲ (بھارت)

(۳) کہانی (ادبی) امرتسر (بھارت) (۴) جیون (ادبی) ممبئی نمبر ۱۱ (بھارت)

(۵) جاگرتی (فیچر، سرکاری) چنڈی گڑھ (بھارت)
(۶) جیون پریتی (ادبی) پٹیالہ بھارت)
(۷) روپ رنگ (ادبی) چنڈی گڑھ (بھارت)
(۸) سرالار دکلچرل۔ مذہبی ادبی) لکھنؤ (بھارت)
(۹) بال سندیش (بچوں کیلئے) پریت نگر (بھارت)
(۱۰) منور سنسار (نیم ادبی) جالندھر (بھارت)
(۱۱) کنول (ادبی) امرت سر (بھارت)
(۱۲) پنجابی دُنیا (ادبی) پٹیالہ (بھارت)
(۱۳) کویتا (ادبی) امرتسر۔ (بھارت)
(۱۴) پریتم (ادبی) دہلی ۶ (بھارت)
(۱۵) فتح (ادبی) دہلی نمبر ۲ (بھارت)
(۱۶) سنت سپاہی (مذہبی) امرتسر (بھارت)
(۱۷) نواں ہندستان (ادبی) نئی دہلی (بھارت)
(۱۸) فلم کلا (فلمی) امرت سر (بھارت)
(۱۹) فلم سنسار (فلمی) امرت سر (بھارت)
(۲۰) پنج دریا (ادبی) جالندھر۔ (بھارت)
(۲۱) آرسی (ادبی) دہلی۔ (بھارت)
(۲۲) الوجیا (ادبی) بھارت
(۲۳) پنج دریا (ادبی) لاہور
(۲۴) پنجابی ادب (ادبی) لاہور۔
(۲۵) جن ساہت (بھارت)
(۲۶) پریت لڑی۔ پریت نگر۔ (بھارت)
(۲۷) رکست اُن۔ نئی دہلی
(۲۸) نویں پود (تھیٹر) جالندھر (بھارت)
(۲۹) پربھات کرناں (بچوں کے لئے) جالندھر۔
(۳۰) ساہت سماچار (تنقیدی) لدھیانہ (بھارت)
(۳۱) پنجابی سماچار (ادبی) بمبئی (بھارت) (۳۲) حق اللہ (ادبی) لاہور

ہفتہ وار:-

(۱) قومی سندیش بھگواڑا (بھارت)
(۲) پنجابی سماچار۔ بمبئی (بھارت)

روزنامے:-

(۱) تیج۔ چنڈی گڑھ (بھارت)
(۲) پرکاش۔ چنڈی گڑھ (بھارت)

طابع و ناشرین :-

انگریزی عہد میں پریس کے جاری ہونےسے کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ بہت وسیع ہو گیا تھا جن میں سے پنجابی کتابیں بھی خاصی تعداد میں مندرجہ ذیل اصحاب کی وساطت سے شائع ہونے لگیں۔

امرتسر سے بھائی کشن سنگھ عارف۔ بھائی چتر سنگھ، جیون سنگھ۔ نیاز علی خاں۔ حبیب الرحمٰن۔ عبدالرحمٰن اور مولا بخش کشتہ نے کافی کتابیں شائع کرائیں۔

لاہور میں رائے صاحب منشی گلاب سنگھ۔ حافظ محمد دین مالک مطبع مصطفائی۔ ملک ہیرا۔ حاجی چراغ دین سراج دین۔ ملک دین محمد۔ شیخ غلام علی۔ شیخ فضل دین۔ چنن دین۔ جے ایس سنت سنگھ اور الٰہی بخش جلال دین نے کافی کتابیں شائع کروائیں۔ ان کے علاوہ خالصہ ٹریکٹ سوسائٹی۔ پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی لدھیانے کا مشن پریس اور انبالے کا ساڈھورا پریس خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ (از کشتہ)

تقسیم ہند و پاک کے بعد کئی ایک نئے ادارے پنجابی ادب کی کتابیں شائع کر رہے ہیں۔ ان میں پنجابی ادبی اکیڈمی، الجدید، پنجابی ادبی بورڈ، ادارہ میری لائبریری اور پنجابی رسائل کے ادارے شامل ہیں۔ =

کتبہ محمد شریف شاہ۔ دسمبر ۹۲ء۔ گجرات

میری لائبریری میں طنز و مزاح کی کتابیں:

کرنل شفیق الرحمٰن کے ہنستے مسکراتے چار مجموعے

حماقتیں:- ہنستے مسکراتے رومان اور مزاح کے نمونے 3/00

مزید حماقتیں - برساتی اور دوسرے دلچسپ مضامین کا مجموعہ 3/00

لہریں - وہ مضامین جنکے صفحے صفحے پر سو سو قہقہے موجود ہیں 1/50

پرواز - خوش دلی اور مسرت کے سدابہار چشمے 1/50

پروفیسر کنہیا لال کپور کے تیکھے تیکھے آبدار مجموعے

سنگ و خشت، یہ کتاب مردہ دلی کی دشمن ہے 1/50

شیشہ و تیشہ، چٹکیاں، گدگدیاں ہی نہیں طنز کے تیکھے تیر بھی 1/50

چنگ و رباب۔ بذلہ سنجی اور شگفتگی سے بھرپور مضامین 1/50

بال و پر، شخصیات کے بعد بال و پر بھی نذر ہیں 1/50

نرم گرم، نیا نیا گرم گرم مضامین کا مجموعہ 1/50

گرد کارواں، تازہ ترین مزاحیہ مضامین بمع ڈرامہ انارکلی 1/50

نوک نشتر۔ کپور کے نشتروں کی واضح تصویریں 1/50

چراغ تلے۔ مشتاق احمد یوسفی کے مضامین اردو مزاح میں ایک نئی آواز، نئے اسلوب، نئے مزاج کی نشاندہی کرتے ہیں۔ 1/50

اندیشہ شہر - احمد جمال پاشا نے انشائیہ اور سنجیدہ مزاح پیش کیا ہے...

بہترین طنز و مزاح (نثر) مرتب ڈاکٹر وحید قریشی، (زیر طبع)

بہترین طنز و مزاح (نظم) مرتب جناب محمد حسین صدیقی (زیر طبع)

ناشر:- میری لائبریری، چوک مینار انارکلی، لاہور

کلیات غالب فارسی، (غزلیات) مرتب پروفیسر وزیر الحسن عابدی، معہ انتخاب معاصرین، تاریخی تدوین، دیباچے، حواشی اور بہت سی نئی تحقیقی خوبیوں کے ساتھ۔ مجلد خاص ایڈیشن ۸/۰۰ ۱۸/۰۰

انتخاب غالب (اردو) مرتب سید اختر عباس، بلاک کی چھپائی، عمدہ کاغذ معہ تصویر غالب ۵۰/-

انتخاب آتش، مرتب ڈاکٹر وحید قریشی — مولانا حسرت موہانی۔ آتش کا کلام دو بڑے ادبا کی پسند، تنقیدی مضمون اور انتخاب کی لغات سے کتاب کی اہمیت بڑھ گئی ہے۔ مجلد چار روپے ۱/۵۰

لذت آوارگی۔ اے ڈی اظہر کا اچھوتا اسلوب ٹائپ میں نفیس طباعت قیمت:۔ ۳/۰۰

زادِ راہ۔ منشی پریم چند کے افسانوں کا مجموعہ، تنقیدی مقدمے کے ساتھ کہ منشی جی کے افسانوں پر پوری روشنی ڈالتا ہے، فہرست تصانیف اور حالات زندگی بھی شامل ہیں۔ مجلد چار روپے۔ ۲/۲۵

فسانۂ مبتلا۔ مولوی نذیر احمد کا یہ ناول اُنکے تمام ناولوں میں اہم اور معیاری ہے پروفیسر محمد خان اشرف کی تنقید اور محلکے کے ساتھ مجلد پانچ روپے ۲/۲۵

۴۳ کے منتخب افسانے۔ ڈاکٹر احراز نقوی کا انتخاب اور دیباچہ لکھائی چھپائی بہترین۔ مجلد ۲/۵۰ ۵/۰۰